قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا الفرائض وعلموہا الناس فانہا نصف العلم

للہ الحمد

کہ مورث برکات دنیا و دین و مفسر احکام قرآن مبین و احادیث سید المرسلین رسالہ

مفید الوارثین

جسمیں فرائض و میراث کے متعلق تمام امور کو نہایت تشریح کے ساتھ بہت سے مفید نقشے اور شجرے لگا کر بہت ہی عام فہم اور سلیس اردو زبان میں نہایت باقاعدہ معتبر طریقہ سے سمجھایا گیا ہے

بتالیف

جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی دام فضلہم

شوال ۱۳۴۵ھ میں
مطبع انتظامی کانپور میں خواجہ محمد عبد الواحد کے اہتمام سے چھپا

ملنے کا پتہ :- محمد عبد الواحد انتظامی پریس کان پور

مضامین عالمگیر

انگریزی زبان کے متعصب مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زوال عالمگیر کی وجہ سے ہوا لیکن واقعہ یہ ہے کہ عالمگیر کی مذہبی دوراندیشی نے ہندوستان میں اسلام کو مٹنے سے بچالیا اس واقعہ کا اگر آپ کو تاریخی ثبوت دیکھنا منظور ہو تو مضامین عالمگیر دیکھئے آخری باب میں قدر ولولہ انگیز ہے کہ پڑھئے رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے۔
قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ عہ/

مثنوی صبح امید مطبوعہ انتظامی پریس

یہ مولانا شبلی کی وہ معرکۃ الآرا مثنوی ہے جسے پڑھکے مسلمانوں کی گذشتہ عظمت و شوکت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ جو قوم کسی زمانہ میں اس اوج ترقی پر تھی وہ آج بھی اگر خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو بہت کچھ کر سکتی ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب ٹائیٹل طلائی جدید طرز کا قیمت صرف ۵/

الحجاب اردو

لائق مصنف نے عورتوں کے پردہ کو عقلی و نقلی دلائل سے بہت خوبی سے ثابت کر دیا ہے اس وقت مخالفین کے حملوں سے بچنے کے لئے اس کتاب کے دیکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ قیمت ۸/

بہشتی زیور

یہ کتاب خاصکر لڑکیوں اور عورتوں کی درستی تعلیم و تہذیب اخلاق و ترقی علم و ہنر کے واسطے ایک عرصہ دراز کی جانفشانی اور صرف زر کثیر سے دس حصوں میں لکھی گئی ہے واقعی دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ عبارت اس قدر سہل اور قواعد اس قدر آسان اور مفید ہیں کہ بہت جلد اردو کا لکھنا پڑھنا حساب خط و کتابت ضروری روزمرہ کی بیماریوں کا اپنا او بچوں کا علاج سلیقہ خانہ داری تربیت اولاد حقوق شوہر و بزرگوں کی اطاعت۔ ہوشیاری عقلمندی سب کچھ آجاتی ہے۔ اس کے علاوہ گویا دین کے متعلق پوری فقہ حنفیہ سے واقفیت ہو جاتی ہے اور کل مسائل ہدایہ و شرح وقایہ کے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اہل اسلام کا فرض ہے کہ اپنے گھر میں لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور پڑھکر سنائیں لڑکوں اور مردوں کو بھی اس کا پڑھنا فرض ہے مگر مردوں کے متعلق خاص ایک گیارھواں حصہ یعنی بہشتی گوہر ہے دس حصوں کی قیمت ڈھائی روپیہ ۲/۸
گیارھواں حصہ ۱۰/

مناقب فاطمہ

فاطمہ زہرا کے حالات از پیدائش تا وفات ان کی انتظام خانہ داری و پرورش اولاد اور فرماں برداری شوہر۔ اردو میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ہر مسلمان کے پاس اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے
قیمت صرف دس آنے ۱۰/

ذخیرۃ المضامین

یہ کتاب اردو مضمون نویسی اور خطوط نویسی کی دقتوں کو رفع کر کے بہترین طریقہ پر تعلیم دیتی ہے آج کل عموماً لوگوں کے اور علی الخصوص طلباء اسکول کے خاص فائدے کے لئے چھپوائی گئی ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

قاری بنانے والی کتاب

مؤلفہ حافظ عبد اللہ صاحب فن قرأت کے متعلق کوئی آجتک ایسی جامع اور سہل کتاب اردو زبان میں نہیں چھپی کل قواعد اور فضائل قرآن شریف و معجزات قرآنی نہایت خوبی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا حضرت علی کو حافظہ قوی ہونے کی غرض سے بعد نماز پڑھنے کی تعلیم فرمائی تھی وہ بھی معہ ترکیب لکھی ہے ہر مسلم مرد و عورت خورد و کلاں کو اس کتاب کی ضرورت ہے قیمت تین آنے ۳/

ایلوپیتھک ڈاکٹر

عام لوگ انگریزی دواؤں کے نام اور افعال وخواص سے اکثر ناواقف ہیں اسی وجہ سے علاج میں وقت اور خرچ بھی زیادہ ہوا کرتا ہے ایک پیسہ کی دوا کی قیمت ایک روپیہ تک دینا پڑتی ہے یہ رسالہ بطور مفردات کے تیار کیا گیا ہے ہر دوا کا اصلی نام بخط انگریزی مقابلہ میں بزبان اردو مع افعال و خواص اور مقدار خوراک حتی الوسع بالتشریح لکھدیا ہے آپ اپنے لئے نسخہ تجویز کر سکتے ہیں اور کسی ڈاکٹر کے تجویز شدہ نسخہ کا بھی نفع نقصان معلوم کر سکتے ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

ہومیوپیتھک ڈاکٹر

ہومیوپیتھک کی کتابیں اردو میں بہت ہی کم ہیں اس لئے یہ رسالہ تیار کیا گیا ہے کہ ہر شخص اس کے ذریعہ سے علاج کر سکے اور دواؤں کے تمام تاثیرات مقدار استعمال اور اس کے خواص اور موقع استعمال بخوبی جان لے قیمت صرف ۸/

مجمع الفنون معروف بہ کیسہ جواہرات

اس میں قریب قریب کل امراض کا ذکر بالتصریح کیا گیا ہے اور خوبی یہ ہے کہ ہر ایک مرض کی شناخت اور علاج کے لئے ایسے آسان طریقے لکھے ہیں کہ ہر ایک شخص بلا مشورہ کسی حکیم یا ڈاکٹر کے اپنا علاج خود کر سکتا ہے اور علم و حکمت نصائح مرد و عورت و صنعت و حرفت و نجوم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد صرف ۱/۴

مخزن الحکمت

اردو زبان میں خانگی ضروریات کے لئے بہترین کتاب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق سبحانہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات جو حمد و ثنا کی اصلی مستحق ہے اُسکی حمد کسی ناچیز و ناکارہ سے کیسے ہو سکتی ہی
جب اُسکا برگزیدہ اور برحق رسول سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین خود فرماتا ہی
کہ مین حق ثنا ادا نہین کر سکتا۔ اِسلیے اپنا مدعا شروع کرتا ہون بندہ نے اپنے طفلانہ شوق سے اُردو
کے دو چار مختصر رسالے لکھے تھے۔ ناواقفون کو اُنکا عیب نظر نہ آیا۔ بزرگون نے چشم پوشی فرمائی
اسلیے جرأت ہو گئی اور روز بروز اُنکی تعداد بڑھتی رہی گو حقیقت کچھ بھی نہین تھی۔ اِنہین رسالون
مین ایک مختصر رسالہ **میراث المسلمین** ہے۔ اسکی نسبت بعض حضرات نے فرمایا کہ
اگر مضمون کسیقدر بڑھا دیے جائین تو بہتر ہو مجھے بھی مناسب معلوم ہوا لیکن چونکہ اُسپر بڑے
بڑے مقتدر علما نے اظہار خوشنودی کے علاوہ تصدیق و تصحیح بھی فرما دی تھی اور میری دانست
مین وہ رسالہ نہایت مقبول و متبرک ہو گیا تھا لہذا اُسمین کچھ اضافہ کرکے مخدوش کرنا اور ترتیب
توڑنا گوارا نہوا بلکہ ایک مستقل مفصل رسالہ فرائض کا بنام **مفید الوارثین** لکھدیا جسکو میراث
المسلمین کی شرح کہین تو بیجا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اِسکو بھی پہلے رسالے کی طرح مقبول فرماوے اور
میرے شفیق بزرگان مدظلہم العالی کی تصدیق و تصحیح سے مزین کراوے (آمین)

احقر نے مثل اپنے دیگر رسالون کے یہ رسالہ بھی محض اُردو خوان ناواقف کم استعداد مسلمانون کے
لیے لکھا ہے لمبی لمبی عبارتین اور موٹے موٹے الفاظ لکھے ہین اور ایک ایک بات کو مکرر سہ کرر یاد
دلایا ہے اور کئی کئی طرح سمجھایا ہے۔ اگر اہل علم کبھی مطالعہ فرماوین تو اِس طول فضول اور تکرار
بے سود سے نہ گھبراوین۔ یہ عبارتین آپ کے نزدیک طول و فضول معلوم ہوتی ہین اسلیے کہ
آپ پہلے سے اِن مسائل کو سمجھے ہوئے ہین کسی ناواقف کم استعداد سے پوچھیے کہ اُسکو باوجود

اسقدر صراحت او رطول کے بھی بہت سے شک رہ جائینگے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اہل فہم حضرات اگر چاہین تو اُنھین قواعد کو اس سے مختصر الفاظ و عبارت مین بخوبی سمجھا سکتے ہین لیکن بندہ اسپر قادر نہین۔ قواعد کلیہ کا سمجھنا چونکہ عوام پر دشوار ہوتا ہے اسلیے جہانتک ممکن ہوا ہے جزئیات لکھدیے ہین چنانچہ جس جگہ پوتی کا حال لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے برابر والے اور نیچے کے پوتے کے ساتھ عصبہ ہوتی ہی وہان آپ کو یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائے گی اگرچہ اور بھی جا بجا اسکی رعایت کی ہے ۔ایک ایک قاعدہ کی کئی کئی مثالون سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے مسائل جزئیہ کا ذکر آجائے اور اگر کوئی مثال کسی کے حسب حال نکل آوے تو فائدہ ہو۔ بجاے اسکے کہ آخر مین بہت سے مسئلے اور سوال وجواب بڑھائے جاتے مثالون کی تعداد بڑھادی ہے اس سے قاعدہ بھی سمجھ مین آجائے گا۔ اور بہت سے مسائل بھی خاص طور سے معلوم ہو جائین گے۔

چونکہ اصل غرض اس کتاب سے اُن لوگون کو فائدہ پہونچانا ہے جو فرائض سے بالکل ناواقف اور باقاعدہ اُسکو حاصل کرنے سے عاجز ہین اسلیے وہی مسائل اور امور ذکر کیے ہین جو ضروری[ل] اور عام فہم ہون یا حتی الوسع عام فہم کر دیے گئے ہون۔

علاوہ بہت سے مختلف امور کے خاص تقسیم ترکہ کی نسبت کتاب سے اتنا معلوم ہو جائیگا کہ کس وارث کو کتنا حصہ پہونچتا ہے اور کس کو کتنا۔ اب اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہون تو اُنمین باہم تقسیم کرنے کے لیے سہام لگانے کا پورا قاعدہ ۔ یا اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے یکے بعد دیگرے چند وارث مرگئے ہون اُنکا مناسخہ۔ یہ باتین اس کتاب مین نہین لکھی گئین کیونکہ ناواقف اور عام لوگ انکو نہین سمجھ سکتے اور جو طالب علم باقاعدہ پڑھنا چاہتے ہین وہ کتب عربیہ سے حاصل کرتے ہین آج تک کسی کو دیکھا نہین کہ اُردو کی کتابین دیکھکر پورا فرائض دان بنگیا ہو۔ کتب عربیہ مین بلکہ اُردو کے رسالون مین بھی جب بیٹے پوتے کو لکھتے ہین تو لکھدیتے ہین کہ اسیطرح نیچے تک (یعنی خواہ پوتا ہو یا پوتے کا پوتا ہو یا اُسکا بھی پوتا پڑپوتا ہو سب کا یہی حکم ہو) لیسے ہی باپ دادا کے ذکر مین لکھتے ہین ۔ و ان علا (یعنی اگرچہ اوپر تک جائے یعنی دادا کا دادا اور اُسکا دادا اور پھر اُسکا دادا) ہم جیسے کم عقل ناواقفون

[ل] بعض جگہ اپنی فضول پسندی سے اسکی پابندی نہین ہوسکی اور کسی جگہ کوئی نکتہ ولطیفہ اپنی طالب علمانہ طبیعت سے مجبور ہو کر لکھدیا ہے تاکہ اہل علم بھی کتاب کو بے لطف نہ سمجھین ۱۲

کو اس اوپر اور نیچے کے اشارہ کے سمجھنے میں شاید دقت ہو اسلیے احقر نے بجاے اُسکے بیٹا پوتا
سکڑوتا لکھدیا ہے اور بعض جگہ صرف پڑپوتے تک لکھکر چھوڑ دیا ہے اور باپ دادے میں
پڑدادا یا سکڑدادا تک لکھکر باقی چھوڑ دیا ہے کیونکہ دنیا میں خصوصًا اس زمانے میں ایسے بہت
کم لوگ ہیں جنکے پڑدادا سکڑدادا میراث لینے کے لیے زندہ بیٹھے ہوں اور نہ کوئی ایسا خوش قسمت
ہے کہ اپنی زندگی میں پوتوں کے پوتے اور پھر اُنکے پوتے دیکھ لے لہذا اولاد میں پڑپوتے اور
سکڑوتے سے زیادہ - اور باپ دادا میں پڑدادا سکڑدادا سے زیادہ لکھنا فضول سمجھا اہل علم
خود جانتے ہیں اور ناواقفوں کو اس سے زیادہ جاننے کی حاجت نہیں جو قول مفتی بہ اور جمہور
علماے حنفیہ کا معمول بہا ہے احقر نے ہر جگہ وہی لکھا ہے اختلاف مختلف لکھکر لوگوں کا ذہن پریشان نہیں کیا
اثناے تحریر رسالہ میں ایک کتاب معتبر مذہب شیعہ کی ملگئی تھی - ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جابجا اہل سنت
اور شیعوں کا اختلاف ظاہر کردوں تاکہ ساتھ ساتھ دو فرقوں کی فرائض کا بیان ہو جاے لیکن
چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہو گیا تھا اسلیے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا اور پھر اس خیال نے بالکل
ہی ارادہ فسخ کرا دیا کہ اہل سنت کو اسکی ضرورت نہیں اور شیعہ صاحب کے لکھے ہوے کا اعتبار کیوں کرینگے
بشرط حیات ڈیڑھ سال کے بعد بعض باتوں میں تغیر کرکے اور کچھ مضامین بڑھا کر احقر انشاء اللہ تعالی
پھر اسکو از سر نو مرتب کریگا - جن صاحبوں کو اسمین کسی اور مضمون کی ضرورت معلوم ہو یا کوئی غلطی نظر
آوے براہ عنایت بلا تکلف احقر کو مطلع فرما دیں ممنونیت کے ساتھ انشاء اللہ تعالی اُسی طرح اصلاح کردی
جائیگی - اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ کے یہی مشہور معنی ہیں اور مومنین صالحین کی یہی شان ہے -
یہ بڑا احسان ہوگا کہ دیندار لوگ اس ناچیز رسالہ کو ملاحظہ کی عزت بخشیں اسکے معاوضہ میں ناظرین سے حسب دستور دعا
کی استدعا کرنا بیموقع ہے - ہاں اگر وہ از خود کرم فرماکر دعاے خیر سے یاد فرماویں تو بعید از نوازش نہو - حدیث
شریف میں ارشاد ہوا کہ جو مومن کسی کے لیے دعا کرتا ہے ایک فرشتہ اُسکے لیے کہتا ہے کہ خداے تعالی تجکو بھی
نعمت نصیب کرے ایک وہ زمانہ آوے گا کہ دنیا میں میرا کہیں نشان نہوگا میری شکستہ قبر کا کہیں پتہ نہ ملیگا
البتہ کتاب کو اگر خداے تعالی نے شرف قبول بخشا تو یہ اُسوقت بھی آپکے ہاتھوں میں ہوگی اور آپ کی دعا میرے عذاب کی تخفیف
کا ذریعہ اور رفعت درجات کا سبب بنیگی اب اصل کتاب شروع کرتا ہوں اور دیباچہ کو اس دعا پر قائم کیے دیتا ہوں
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ فقیر سید اصغر حسین حسینی حنفی دیوبندی عفی عنہ ۲ شعبان ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب میراث و فرائض کے امور ضروریہ کا بیان

فصل اوّل علم فرائض کی فضیلت

علم فرائض نہایت شریف اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اسکی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصّے کو جُدا جدا مقرر و معیّن فرما دیا ہے اسلیے اس کو فرائض کہتے ہین (کیونکہ فریضہ کہتے ہین لغت مین امر مقرر شدہ وطے شدہ کو اور فرائض اسکی جمع ہے) اور اِس مضمون کو بیان کرکے خدائے تعالیٰ نے فرمایا[1] کہ اس طرز تقسیم کی حکمتون کو خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہین سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے اِن[2] احکام کی تعمیل کرینگے ہم اُن کو جنّت مین جگہ دینگے (جو اصل مقام حیات جاوید اور فلاح اُخروی کا ہے اور جسکا ہر اہل ایمان طالب ہے) اور جو لوگ ہماری بات کو نہین مانینگے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے (جو غضب خداوندی کا مقام ہے اور جس سے خائف رہکر پناہ مانگنا مومن کا کام ہے) اور اِن احکام کے خاتمہ پر فرمایا[3] کہ ہم یہ صاف وصریح احکام اپنی طرف سے اسلیے مقرر فرماتے ہین تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ (کیونکہ مال و میراث کے بارہ مین عدل و انصاف سے کام لینا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے) پس جب یہ علم اور اِسکے بموجب عمل کرنا حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہٗ باعث ہدایت و دخول جنت ہے اور اس سے ناواقف رہنے مین گمراہی کا خطرہ لگا ہوا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ لکھا ہوا ہے تو اسکے سیکھنے سکھلانے اور عمل کرنے مین

[1] سورۂ نساء رکوع دوم ۱۲ [2] القول الاوّل ان قولہ تلک اشارۃ الی المواریث ۱۲ تفسیر کبیر ۱۲ [3] خاتمہ سورۃ نساء ۱۲

جسقدر فضیلت اور جسقدر تاکید ہوگی وہ اہل عقل سے مخفی نہین - اسی وجہ سے حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے حاصل کرنے اور تعلیم کرنیکی نہایت تاکید اور اس پر ترغیب فرمائی ہے -

آپنے ایک فصیح و بلیغ پُر درد و رقت آمیز موثر وعظ مین فرمایا کہ "اے لوگو! مین تم مین ہمیشہ نہین بیٹھا رہونگا - فرائض کو سیکھو اور (یکے بعد دیگرے) لوگون کو سکھلاؤ - وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہوجائیگا - (یعنی آپ کی وفات کے بعد وحی اور رسالت و نبوت سب ختم ہوجائے گی) اور علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ مین جھگڑتے ہونگے اور کوئی فیصلہ کرنیوالا نہ ملے گا"

دوسرے موقع پر فرمایا کہ اے لوگو "فرائض کو سیکھو لیجیے کہ وہ نصف علم ہے اور سب سے پہلے جو علم میری اُمت سے اُٹھا لیا جائے گا وہ علم فرائض ہے" آپکے اِس ارشاد کی تصدیق آنکھون سے نظر آرہی ہے - جو لوگ علمائے دین کہلاتے ہین اُنمین بھی بہت سے اس متبرک علم سے عاری ہین عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے بہت سے دیندار لوگ جو صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے اکثر ضروری مسائل سے باخبر اور اِدھر اُدھر کے بہت سے قصون سے واقف ہوتے ہین وہ فرائض کا ایک بھی مسئلہ نہین جانتے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشادات و تاکیدات کا اثر ہر زمانہ مین آپ کی اُمت کے علمائے کاملین پر بخوبی ہوا اور اُن لوگون نے خود بھی توجہ فرمائی اور دوسرون کو بھی سکھلایا اور رغبت

لہ امام احمد و ترمذی و نسائی نے اِس حدیث کو بیان کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے ۱۲ ؎ فرائض کو نصف علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچند وجوہ فرمایا (۱) آدمی کی دو حالتین ہین ایک زندگی دوسری مرنیکے بعد - دیگر علوم مین زندگی کے پیش آئندہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض مین بعد الموت کی حالت کا اِس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا (۲) معاملات اور ملک کے بعض اسباب تو اختیاری ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ - اور بعض غیر اختیاری ہین جیسے میراث جن مین لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہین خواہ مخواہ ایک کی ملک سے نکلکر دوسرے کی ملک ہوجاتا ہے فرائض مین چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونیکی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا - اور باقی نصف وہ ہے جسمین اسباب اختیاری سے مالک ہونیکی بحث ہے (۳) اسکی صورتین اور پیش آنیوالے مسائل اسقدر کثیر اور مختلف ہین کہ گویا دیگر تمام مسائل کے برابر اور مساوی ہین - مسائل کی تعداد اور ذخیرہ مین گویا نصف حصہ دیگر مسائل کا ہے اور نصف فرائض کے مسائل کا (۴) احکام شرعیہ بعض قرآن و حدیث سے ثابت ہین اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن و حدیث سے مستنبط ہین لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے ہوے (۵) چونکہ اسکے سیکھنے اور بتلانے مین بڑی مشقت و محنت ہوتی ہے پس گویا علم فرائض نصف علم ہے جسقدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اُسقدر اس تنہا پر (۶) ثواب اسمین چونکہ کثیر ہے اسلیے تمام علوم کی برابر ثواب اسمین حاصل ہوتا ہے - علمانے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلو نکے برابر ثواب ہوتا ہے ۱۲ من شروح الحدیث و بعضها

ولائی صحابہ رضی اللہ عنہم مین سب سے بڑے عالم فرائض حضرت زید بن ثابت تھے اور حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت علی حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین اس فن مین خاص امتیاز رکھتے تھے فرائض کی مشکلونکو حل کرتے تھے اور قواعد و مسائل فرائض تعلیم فرماتے اور لوگون کو توجہ دلاتے تھے۔

عول[1] کا ضروری اور مفید قاعدہ عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام صحابہؓ کے اجماع سے منظور ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جسطرح قرآن مجید[2] کو سیکھتے ہو" کبھی فرماتے تھے کہ "مسلمانو۔ فرائض کو سیکھو اسلیے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے"[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اُسکو فرائض بھی سیکھ لینا چاہیے یعنی جسطرح قرآن مجید سیکھنا ضروری ہے ایسے ہی فرائض بھی ضروری ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے بے چہرہ کا سر ہو یعنی بدون فرائض کے علم بے رونق اور بے زینت بلکہ بیکار سا بنتا ہے[4]۔

علمائے مجتہدین اور اُنکے بعد کے علمانے بھی اس ضروری علم کی طرف کچھ کم توجہ نہین فرمائی۔

ہر شخص نے صحابہؓ کے اصول کو لیکر اُسی کے مطابق ضابطے اور قاعدے تمہید کیے اور مسائل جزئیات اور احکام کو تحریر فرمایا۔ فقہائے حنفیہ نے اسمین خاص حصہ لیا اور دیگر علمانے بھی کوتاہی نہین فرمائی چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جز بنکر تمام کتب فقہ مین داخل ہو گیا اور اِسکے علاوہ گیارھوین صدی تک تقریبًا ستر مستقل کتابین اس فن مین لکھی گئی جنمین چالیس[5] کے قریب اصل کتابین اور چوبیس شروح اور پانچ چھ حاشیے تھے۔ ان شروح و حواشی مین دو تین کے سوا باقی سب فرائض سراجی کے متعلق ہین جو امام سراج الدین بن محمود حنفی سجاوندی کی تالیف ہے اور اِسلیے اسکو فرائض سجاوندی بھی

---

[1] ابن عباسؓ نے عمرؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا ۱۲ [2] یہ روایت دارمی شریف مین ہے یہ اُس زمانہ کی نصیحت ہے جب لوگ معانی و مطالب و احکام قرآن کو دل سے سیکھتے اور شوق سے یاد کرتے تھے اس زمانہ مین نہ قرآن کریم کیطرف توجہ نہ فرائض کا خیال ۱۲ [3] دارمی شریف ۱۲ [4] یہ کتاب وقت تصنیف آج تک نہایت مقبول متداول درہمیشہ درسیات مین داخل رہی ہے شہرت و قبول کی یہی کافی دلیل ہے کہ بین چوبیس شروح اور شرحون پر حواشی لکھے گئے اور محشی و شارح بھی کوئی معمولی اہل علم نہین بلکہ علامہ تفتازانی جیسے علمائے نامدار اور سید شریف جرجانی جیسے فخر روزگار ہین۔ اصل کتاب کی طرح سید صاحب کی شرح کو بھی قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور اسپر متعدد حواشی لکھے گئے ۱۲۔

کہتے ہین گیارھوین صدی کے بعد بھی حسب حیثیت زمانہ بہت سی تصانیف ہوئی اور آخری زمانہ مین فارسی کی مختصر کتابین اور پھر اردو کے بعض رسائل لکھے گئے اور دیکھیے قیامت تک کسقدر کتابین لکھی جاتی ہین اور علما کی کسقدر توجہ اسطرف رہتی ہے لیکن اسمین شک نہین کہ علوم شریعت مین سب سے پہلے یہی علم دنیا سے مفقود و معدوم ہوجایگا جیسا کہ پیشین گوئی فرمائی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فصل دوم میراث و فرائض کی حقیقت

یہ خاک کا پتلا جو بعض دفعہ ہمچو من دیگرے نیست کا نعرہ مارنے لگتا ہے۔ بالکل معدوم تھا اُس موجود حقیقی جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسکو موجود کیا اور رحم مادری ہی سے اِسکے لیے ضروری سامان مہیّا کرنا شروع کردیا۔ آنکھ ناک۔ دل۔ دماغ۔ سارے اعضا جو ایسی نعمتین ہین کہ دنیا کی کوئی نعمت اُنکے مقابل نہین ہوسکتی اُسی اندھیری کوٹھری مین اسکو عطا فرمادیے۔ غذا کا سامان۔ سانس لینے کا راستہ ایسی حکمت سے رکھا کہ بڑے بڑے عاقلون کی عقل چکر کھا گئی جب باہر آنیکے قابل ہوا اور دنیا مین آیا تو کچھ اِسکے پاس نہ تھا۔ بالکل خالی ہاتھ۔ غریب لوگ کس شمار مین ہین وہ بڑے بڑے جاہ و حشمت والے رئیس اور ملک و دولت والے عظیم الشان بادشاہ جنکے غرور و تکبر کا کچھ ٹھکانا ہی نہین رہتا جب پیدا ہوے تو سر پر ٹوپی تھی نہ پاؤن مین لتیڑا[1] نہ بدن پر چیتھڑا۔ غور کرو یہ سب سامان کس نے دیے ہاو کیون دیے؟ ہمارا کوئی حق اُسکے ذمے پر واجب تھا؟ چھوٹی سے لیکر بڑی تک سب چیزین اُسنے مرحمت کین جسکو ہم بھول گئے۔ اور محض اپنے فضل و عنایت سے دی۔ نہ کسی کا حق واجب تھا نہ احسان نہ معاوضہ نہ تاوان بہت سی چیزین تو اسکے لیے ہزارون برس پہلے سے تیار تھین اور اس سے پہلے آنیوالون کے استعمال مین آرہی تھی اور اسکی آمد کی منتظر تھی۔ آسمان۔ زمین۔ دریا۔ پہاڑ۔ ہوا۔ آگ۔ چاند۔ سورج۔ جیسے عظیم الشان مخلوقات گو یا دست بستہ کھڑے تھے کہ آنیکے ساتھ ہی خدمت مین مصروف ہوگئے اور پوری طرح زمین پر پاؤن بھی نہ رکھا تھا کہ تمام اسباب راحت و ضرورت رفتہ رفتہ ایسی طرح مہیا ہوگئے کہ اسکو اصلی منعم کا خیال بھی نہ آیا اور اپنے ظاہری اختیار اور قبضہ قدرت کو دیکھ کر پورا مختار اور اصلی مالک ہونیکا خیال بندھ گیا۔ لیکن بہت جلد اسکو اپنی خام خیالی معلوم ہوگئی

[1] زیادہ ٹوٹے ہوے جوتے کو بعض اطراف مین لتیڑا بولتے ہین ۱۲۔

اور اسکا یہ گمان غلط نکلا اور اس بارونق سرائے کے مستعار اسباب سے جی بھر کر نفع نہین اٹھایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا اور رخصت کی گھنٹی نے چونکا دیا اور جبرًا روانگی کا سامان شروع ہوگیا اس سرائے ناپائدار مین گو اتفاقیہ آیا تھا اور کبھی کبھی آہستگی سے کان مین یہ آواز آجاتی تھی کہ یہ سب چیزین چند روزہ اور مستعار ہین ہمیشہ یہان رہنا نہین - ان چیزون سے دل نہ لگانا۔ لیکن یہان آکر کچھ ایسی دلچسپی ہوگئی تھی کہ دنیا چھوڑنے اور یہان سے جانے کو دل ہی نہ چاہتا تھا - بہت ہاتھ پاؤن مارے حیلے حوالے عذر معذرت سب ہی کچھ کیے مگر شنوائی نہوئی ؎

خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہین سکتی گھڑی وعدے کی جسدم آن پہونچی ٹل نہین سکتی

وعدہ برابر ہوگیا حکم ناطق آگیا - سارے سامان دھرے رہگئے اور یہ روانہ ہوگیا نہ کوئی چیز ساتھ لی نہ کچھ ہمراہ - جیسے تنہا شکم مادر سے باہر آیا تھا اُسی طرح بیک بینی و دوگوش چلدیا ؎

تھا جو مشغول ہوس تعمیل فرمان چھوڑ کر چلدیا وہ آج سب ہی کے سامان چھوڑ کر

بظاہر سمجھا جاتا ہے کہ دو چار گز کپڑا ساتھ لے گیا لیکن غور کروگے تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ بھی اسکا نہین اس مہمانسرائے دنیا مین جو چیزین اسکو مستعار دی گئی تھی اسکی طرف سے سب بیکار ہوگئی کیونکہ وہ ایسی جگہ نہین گیا جہان سے واپس آئے - اب تو وہ کبھی سلام و پیام بھی نہ بھیجے گا لوٹ کر آنیکا تو ذکر کیا ہے **اب فرمائیے** کہ یہ تمام سامان اور ساری چیزین کسکو دیجائین - جسمین کچھ بھی عقل ہوگی وہ کہدیگا کہ اصلی و حقیقی مالک کو اختیار ہے جسکو چاہے دلوادے اور جسطرح مرضی ہو صرف کرے **بس** اُس علیم و حکیم مالک حقیقی کے حکم سے ان پس ماندہ چیزون پر دوسرے لوگونکا استحقاق اور ملک ثابت ہوجانیکا نام **میراث**[1] ہے اور موجودہ رشتہ دارون کے جو حقوق اور حصے خدائے تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہین یہی **فرائض**[2] ہین -

اُس رحمان و رحیم مہمان نواز کی مہربانی دیکھو کہ اُسکی پس ماندہ چیزین ابتدا ہی سے بطور خود تقسیم نہین کی بلکہ کچھ عرصے تک اسی رخصت ہونیوالے مسافر کو اختیار دیدیا تھا کہ جسطرح مناسب سمجھے اپنے والدین اور رشتہ دارون پر اپنا مال تقسیم کر جائے (یعنی دین محمدی کے ابتدائی زمانہ مین مال چھوڑنے

---

[1] مسئلہ - اگر بالفرض کوئی مُردہ زندہ ہوکر واپس آجائے تو وارثونکے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے ۱۲ درمختار

[2] فرائض جمع فریضہ کحدائق جمع حدیقہ والفریضۃ بمعنی المفروضۃ لے مقدرًا او معلومًا - او مقطوعًا عن غیرہم ۱۲ فتح الباری

والے شخص پر فرض تھا کہ موت کے قریب اپنے والدین اور اقربا کے لیے اپنی مرضی سے مناسب طریقہ پر وصیت کر جائے کہ اسقدر فلان کو دیا جائے اور اسقدر فلان کو لیکن اسقدر عرصے کے تجربہ سے جب خدائے تعالیٰ نے لوگون کو دکھلا دیا اور انکو یقین کرا دیا کہ پورا عدل و انصاف انسانی طاقت سے باہر ہے رُو داری و لحاظ و مروت کی وجہ سے کچھ نہ کچھ بے انصافی ہو ہی جاتی ہے۔ تو اس انسان مسافر و مہمان کے ہاتھ سے یہ اختیار نکال لیا اور اس کام کا خود متکفل ہوا اور اسقدر اہتمام کیا کہ بلا واسطہ ملک مقرب اور بلا تشریح نبی مرسل ہر ایک مسافر آخرت کے پس ماندہ مال کو اپنے خاص حکم سے تقسیم فرما کر اُسکے پس ماندون کے حصّے خود مقرر و منضبط فرما دیے (یعنی وارثون کے لیے وصیت کرنے کا حکم منسوخ فرما کر صاف صاف حصّے وارثون کے قرآنمجید مین تجویز فرما دیے۔

میراث و فرائض کی حقیقت کے بیان سے آپکے خیال مین آگیا ہوگا کہ میراث و توریث کوئی اختیاری امر نہین بلکہ ایسا حق ہے کہ بلا اختیار مورث اور وارث کے خواہ مخواہ ثابت ہوجاتا ہی جب پہلا شخص مرجائے گا تو جس جس شخص کو جس جس مقدار مین اُسکا قائم مقام اور نائب بنا دیا ہے بن جائے گا خواہ مرنیوالا اسکو پسند کرے اور لینے والا اسپر راضی ہو یا نہو اگر وارث کسی وجہ سے چاہتا ہی کہ مین فلان شخص کے مال سے حصّہ نہ پاؤن اور اُسکا مالک نہ بنون تو اسکی آرزو سے کچھ نہین ہوسکتا جب وہ شخص مال چھوڑ کر مریگا تو یہ شخص خود بخود شرعاً اُسکا مالک اور وارث ہوجائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے[1] (البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ مالک ہونے اور لینے کے بعد کسی دوسرے کو عطا کرے اور خود نہ رکھے) علیٰ ہذا القیاس اگر مورث چاہتا ہو کہ فلان وارث میرے مال سے محروم رہجائے اور اسکو حصہ نہ ملے تو اسکی خواہش سے کچھ نہین ہوسکتا اُسکے مرنیکے بعد وہ شخص جو شرعاً وارث ہے ضرور مالک ہوجائیگا اور جسقدر حصّہ اُسکو شرعاً پہونچتا تھا پہونچے گا۔[2]

اگر بالفرض اس مورث نے **عاق نامہ** بھی تحریر کر دیا کہ مین اپنے فلان وارث سے (بیٹا بیٹی ہو یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلان وجہ سے ناراض ہون وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو بھی وہ شخص شرعاً محروم نہ ہوگا اور حصہ مقررۂ فرائض اُسکو پہونچے گا۔ ایسے ہی اگر خلاف قاعدۂ شرعی

[1] مثلاً کسی شخص نے اپنے وارث سے جھگڑے اور لڑائی کے وقت قسم کھائی کہ اگر مین تیرا کچھ بھی مال میراث مین لون تو زوجہ کو طلاق ہی اب مورث کے انتقال پر یہ شخص بلا اختیار اُسکے مال کا مالک ہوجائیگا اور زوجہ پر طلاق پڑجائے گی ۱۲
[2] یہانتک کہ اگر کوئی وارث اپنے حق کو لینے سے گریز کرے تو حاکم و قاضی کو اختیار ہے کہ جبراً اُسکے مکان مین پہونچادے ۱۲- حاشیہ شریفیہ ۱۲

اپنے مال اور ترکہ کی نسبت زبانی یا تحریری فیصلہ کر دیا کہ میری وفات کے بعد اسطرح تقسیم ہو یعنی شرعی حصون سے کم و بیش مقرر کر دیا تو یہ فیصلہ اسکا بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہوگا میراث حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگی اور اس ظلم کا گناہ بے لذت اسکے سر پر رہیگا۔

ضرورت اور مجبوری مین کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائداد جن لوگون کو دینا چاہتا ہے زندگی ہی مین اُنکو دیکر انکا قبضہ اور تصرف کرادے اسکے مرنیکے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہین رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسی کو حصہ ملے گا۔

لیکن جب تم کو یہ معلوم ہے کہ اس سراپا احتیاج فقیر و مفلس انسان کو جو کچھ نقد و جنس مال و متاع زمین و مکان خدائے تعالیٰ نے مستعار دیا تھا اُسکے رخصت ہونیکے بعد خود اُن چیزون کا انتظام فرمادیا ہے تو تم نہایت افسوس کر دگے اُس ناشکر و ناسپاس شخص کی حالت پر جو خلافِ حکم مالکِ حقیقی ان چیزون مین تصرف کرے اور اُس احکم الحاکمین کے قواعد و انتظام کو توڑکر تدبیر اور حیلون سے بلا اجازت شریعت اصلی وارثون کو محروم کر دے یا اُنکے حصے مین خلل ڈالے تُف ہے اُسکے افعال ناشایستہ پر اور نفرین ہے اُسکی حرکات ناشائستہ پر۔ ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی مین مشغول رہتے ہین لیکن موت کے وقت میراث مین وارثون کو ضرر پہونچاتے ہین (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہین یا حصہ کم کر دیتے ہین) ایسے شخصون کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ مین پہونچا دیتا ہے دوسری حدیث مین ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اُسکو جنت سے محروم فرمادینگے۔

ہندوستان کے بعض جاہل مسلمانون مین لڑکیون اور نکاح ثانی کرنیوالی عورتون کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ اور نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے۔ شادی غمی وغیرہ تقریبات مین کچھ نقد و جنس اُنکو دیکر بطور اشک شوئی معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے اور میراث و ترکہ پر مرد قابض و مالک رہتے ہین **بعض** اضلاع مین جب منجانب سرکار انگریزی اراضی کا جدید بندوبست ہوتا ہے تو وہان کے مسلمان رئیسون اور زمینداروں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تم بقاعدہ شریعت ترکہ تقسیم کرانا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹون کو جائداد دلوانا چاہتے ہو؟ انمین سے اکثر ناخداترس و ناعاقبت

له مشکوٰۃ شریف از احمد و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ ۱۲۔

اندیش لوگ منوجی[1] کے قاعدے اور مشرکان عرب کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی پر
ترجیح دیکر اپنی جائداد و مال کو رواج کے موافق تقسیم کرنا پسند کرتے ہین اور عورتونکو محروم[2] لکھوا دیتے
ہین۔ اسی طرح قانون پاس ہوجاتا ہے اور اُن لوگون کے انتقال پر اسیطرح عملدرآمد اور داخل
خارج ہوتا ہے اور وہ غافل لوگ احکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا مین اور شریعت محمدیہ سے
سرتابی و سرکشی کرنیکے وبال مین فوراً دوزخ مین داخل ہوجاتے ہین کیونکہ احکام میراث کی نافرمانی کرنیکی
نسبت خداے تعالیٰ نے صاف یُدْخِلْهُ[3] نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ٥ فرمادیا ہے
اب دیکھیے وہانسے نکلتے ہین یا نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈالکر
ایک کافرانہ رسم پر عملدرآمد کرنا کوئی معمولی خطا نہین ہے نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا جرم ہے بلکہ
کفر تک پہونچ جانے کا اندیشہ ہے۔ ہزار افسوس ہے ایسے مسلمانون کی حالت پر اور نہایت حسرت
ہے اُنکی غفلت پر۔ علماے اہل سلام اور دیگر مسلمانون سے جہانتک ممکن ہو ایسی رسم بد کو مٹانا
اور اُن مسلمانون کو سمجھا کر عذاب آخرت سے بچانا لازم و ضروری ہے۔

پہلے ظاہر ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام سامان اور سب نعمتین بلا ہمارے قدرت و اختیار
کے اور بلا کسی قسم کے استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے دفع تکلیف اور رفع ضرورت کے لیے
چند روزہ مستعار عطا فرمادی تھی پس اگر انسان کے مرنیکے بعد ایسے لوگون کو ان چیزونکا مالک
بنا دیا جاتا جنکو اِس رخصت ہونیوالے سے کچھ بھی علاقہ نہوتا اور بالکل غیر ہوتے تب بھی کوئی بے انصافی
اور ظلم نہوتا۔ لیکن اُسکے فضل کے قربان جائیے کہ اُسنے ان چیزون کے عطا فرمانے مین علاوہ انسانی
اور اسلامی تعلق کے ہمیشہ کسی خاص تعلق و خصوصیت کا لحاظ فرمایا ہے اور بالآخر قربت و رشتہ داری کے
تعلق پر میراث کو منحصر[4] کردیا کہ انسان نادان کو ان مستعار چیزونکے چھوٹنے کا زیادہ غم نہو (جنکو عرصہ
دراز کے استعمال اور مدت طویل کے قبضے کی وجہ سے اپنی ذاتی مِلک سمجھنے لگا تھا) اور یہ سمجھکر تسلی پاے
کہ خیر مجھسے چھوٹی تو میری اولاد وغیرہ عزیز و اقربا کی کام آئیگی یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے مال مین میراث جاری نہین ہوتی

---

[1] ہنود کا مشہور پیشوا گذرا ہے ۱۲ [2] بیوہ اگر نکاح ثانی نہ کرے تو کھانا کپڑا شوہر کی جائداد سے ملتا ہے ورنہ بالکل محروم ۱۲
[3] یعنی اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ مین داخل فرمائے گا جہان وہ مدتوں رہیگا اور نہایت ذلیل کرنیوالا عذاب پاے گا ۱۲۔
[4] اور پھر اسپر یہ مزید احسان کہ میراث کا مال جو وارثون کو پہونچتا ہے اُس مین بھی میت کو مثل صدقہ کرنیکے ثواب ہوتا ہے
کذا فی المسلم و شرحہ للنووی ۱۲

انبیاؑ کے وارث نہ ہونے کا بیان

انبیا علیہم السلام کی دوربین اور حقیقت شناس نظرون پر غفلت کا پردہ نہین تھا اور خداوند تعالی اُسکے مالک و متصرف حقیقی ہونیکا مشاہدہ اور یقین کامل اُنکو حاصل تھا اور اسباب دُنیا کے مستعار ہونے اور انسان کے مسافرانہ حالت کا نقشہ اُنکو ہمیش نظر رہتا تھا۔ خود بھی یہی سمجھتے تھے اور دوسرون کو بھی یہی تعلیم فرماتے تھے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجکو دنیا سے بس ایسا ہی تعلق ہو جیسے ایک سوار تھوڑی دیر درخت کے سایہ مین ٹھیرے چلدے۔ اور فرمایا کہ دنیا مین ایسے بسر کرو جیسے کوئی مسافر کسی جگہ ٹھہر جائے یا راستے پر چلا جاتا ہو، لہذا انبیا کو اس سامان دنیا سے کچھ بھی دلچسپی نہوتی تھی نہ زندگی مین یہ حسرت تھی کہ ہمارے اقربا کا متروکہ ہمکو دیا جائے اور نہ بوقت وفات اپنے سامان کے چھوٹنے کا کچھ قلق و افسوس ہوتا تھا اسلیے اُنکو کسی طفل تسلی کی ضرورت نہوئی کہ مال اُنکے وارثون پر تقسیم کیا جائے اسلیے قانون الٰہی مین نہ انبیا کا پس ماندہ مختصر اسباب و ترکہ تقسیم ہو کر اُنکے وارثون کو پہونچتا ہے اور نہ اُنکو اپنے اقربا کی میراث سے حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاؑ کا یہ حال باین الفاظ ظاہر فرمایا۔

اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ [۱]

یعنی ہم نبیون کے مال مین میراث جاری نہین ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہین اُسکا حکم صدقے کی مانند ہے یعنی تمام مسلمانونکا حق ہے ایسے امور مین صرف کیا جائے جس سے عام مسلمانون کو نفع پہونچے۔ اور خاص اپنی نسبت یہ ارشاد فرمایا۔

لَا یَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا۔ مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ [۲]

---

[۱] اکثر علما کا یہی قول ہے کہ انبیاؑ کے مال مین میراث نہین چنانچہ ابوبکرؓ نے بھی فرمایا ہے الانبیاء لا یرثون بعض علما کے نزدیک یہ صرف جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے چنانچہ عمرؓ کے قول سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم میراث سے مخصوص و مستثنیٰ ہین باجماع صحابہ و اتفاق علما ۱۲

[۲] اخرجہ النسائی ولم تثبت الروایۃ بلفظۃ نحن کما ہو مشہور وقولہ لا نورث بفتح الراء علی البناء للمجہول ولو روی بالکسر لکان صحیحا وصدقۃ مرفوع علی الخبریۃ وادعی الشیعۃ انہا منصوبۃ علی ان ما نافیۃ۔ وقال البعض یحتمل ان یکون قولہ ما ترکنا صدقۃ مفعولا ثانیا لقولہ لا نورث ای لا نورث الشیء الذی ترکناہ صدقۃ ورد الوجہان بان الروایۃ ثابتۃ بالرفع ویؤیدہ قولہ علیہ السلام ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فہو صدقۃ وایضا فی الاحتمال الثانی لا تبقی خصاصیۃ الانبیاء لان من جعل الہ صدقۃ لا ترثہ ورثتہ کان نبیا اولم یکن۔ کتبتہ بالعربیۃ تقلید المولانا شرف ادام اللہ ظلہ ۱۲ فتح کبیر ۲۵۵ دوسرے معنی یہ ہین کہ

یعنی میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہ کرینگے جوکچھ میری عورتون کے ضروری خرچ اور جائداد کے کارکن کی اُجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین اسی ارشاد پر عمل ہوا۔ درہم و دینار نہ آپنے چھوڑا نہ کسی نے تقسیم کیا۔ آپکی پیشین گوئی پوری ہوگئی کسیقدر زمین اور درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اُسکو تقسیم کرانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسکے تقسیم ہونے اور میراث مین دیے جانے کی درخواست بھی فرمادی تھی لیکن جب اُن بزرگ بیبیون کو خود حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسکی نسبت معلوم ہوگیا توکسی نے پھر اُسکا خیال نہین کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو پھر تمام عمر اسکا ذکر بھی نہین کیا۔ زمین کی پیداوار مین سے آپکے ارشاد کی موافق آپکی ازواج مطہرات کا نفقہ دینے کے بعد جوکچھ باقی رہا وہ رفاہِ عام کے کامون اور جہاد وغیرہ کے ساز و سامان مین صرف ہوتا رہا اور آپکے عزیز و اقارب نواسون وغیرہ کو پنشن و وظیفے اور بڑی بڑی تنخواہین مال غنیمت وغیرہ سے ملتی رہی۔ حضرت ابوبکر وعمر کے بعد حضرت عثمان اور علی و حضرت حسن کی خلافت مین بھی اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

انبیا علیہم السلام کی میراث وارثون پر تقسیم ہونے مین ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیا چونکہ بہ حیثیت نبوت و بہ لحاظ ہدایت تمام اُمت کے روحانی باپ ہوتے ہین اور سب کے ساتھ یکسان علاقہ اور اُنپر مساوی شفقت رکھتے ہین لہذا اُنکے پس ماندہ مال و ترکہ کو صدقہ عامہ قرار دیاگیا جو بلا امتیاز حُر و عبد اور بغیر فرق صالح و فاسق اور بدون لحاظ قریب و بعید عام مسلمانون کی مصالح مین خرچ ہو اور سب کے کام آوے کیونکہ ذرہ ذرہ تقسیم کرنا دشوار ہوتا اور اگر خاص جماعتِ اقربا کو میراث پہونچتی تو اُنکے ساتھ علاقہ خاص کا اظہار ہوکر دیگر امتیون کے لیے ایک طرح دل شکنی کا باعث ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر اقربا کی میراث انبیا کو دلائی جاتی تو بھی وہی خاص علاقہ ثابت ہوتا جو شفقت عامہ کے بظاہر مخالف تھا۔

نیز چونکہ انبیاؑ احکام خداوندی کو بلا کسی غرض کے پہونچانیوالے اور ناصح مشفق ہوتے تھے اور بآواز بلند علی الاعلان کہتے تھے کہ ہم اپنی نصیحت و ابلاغ و خیرخواہی کا تمسے کوئی معاوضہ نہین مانگتے "ہم تم سے مال طلب نہین کرتے" اب اگر وہ کسی وارث کی میراث مین سے حصہ پاتے تو دشمنون کو کہنے کا موقع ملتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲- میرے وارثون کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرنا چاہیئے جوکچھ ازواج کے نفقے اور کارکن کی اُجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ عامل جو اس روایت مین ہے اُس کے چند معنی ہوسکتے ہین۔ کارپرداز۔ خلیفہ۔ خادم۔ گورکن یعنی قبر کھودنے والا۔ وان اردت لطائف الحدیث و تفصیل المقام فعلیک بفتح الباری ۱۲ منہ فیہ نظر کما لایخفی ۱۲

کر دیجیے اپنی اُمت سے مال حاصل کیا۔ کیونکہ انبیاؑ کے اقربا بھی تو اُنکی اُمت مین داخل ہوتے ہین) اور جب انبیاؑ کی میراث اُنکے وارثون کو پہونچتی تو مخالفین کو شبہ کرنے کی گنجایش تھی کہ اپنے عزیزونکے لیے مال جمع کر کے رکھ گئے۔ اب اس اعتراض اور شبہے کی جڑ ہی کٹ گئی نہ کسی سے مال لیتے ہین نہ دینے مین اور اگر بالفرض لین اور جمع بھی کرین تو اُس سے اُنکو کوئی ذاتی نفع نہ پہونچے۔ بلکہ سب مسلمانون کا حق ہوجائے

اعتراض حضرت زکریا علیہ السّلام نے دعا فرمائی تھی یا خداوند تعالیٰ مجھکو ایسی اولاد عطا فرما جو میری وارث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاؑ کے مال مین میراث جاری ہوتی ہو اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ یعنی سلیمان علیہ السّلام اپنے والد داؤد علیہ السّلام کے وارث ہوئے۔ اس سے دونون باتین معلوم ہوتی ہین کہ انبیاؑ کے مال مین میراث جاری ہوتی ہے اور انبیا علیہم السّلام کو اُنکے عزیزون کی میراث پہونچتی ہے کیونکہ داؤد و سلیمان علیہما السّلام دونون باپ بیٹے نبی تھے۔

جواب ان مواقع مین مال و اسباب کا وارث ہونا مُراد نہین بلکہ وہ علمی وراثت مراد ہے جو ایک نبی سے دوسرے نبی کو پہونچتی ہو۔ زکریا علیہ السّلام کی بھی یہی دعا تھی کہ مجھکو ایسی اولاد مرحمت ہو جسکو نبوت بھی عطا فرمائی جائے تاکہ حکمتہائے ربّانی اور علوم خداوندی کو مجھسے بطور میراث کے حاصل کرے اور میرے بعد لوگون کو سنبھالے یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان آیات مین میراث کے مشہور و معروف معنی مراد نہین بلکہ بعض جگہ صرف جانشین کرنا اور بعض جگہ دینا اور کسی جگہ لینا مراد ہے لیکن یہ جانشینی اور دینا لینا بطور میراث نہین۔ چنانچہ قرآن مجید مین ان آیات کے علاوہ دوسری جگہ بھی دینے لینے اور جانشین کرنے کے معنی موجود ہین[۲]

اعتراض حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی ام ایمن آپکو میراث مین حاصل ہوئی تھین جنھون نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپکو پرورش کیا ہی اور جنکا نکاح آپنے اپنے

---

[۱] احکام خداوندی کی حکمتونکا حصر و شمار نہین ہوسکتا چنانچہ انبیاکے وارث نہونے کی دو تین مصلحتین احقر نے نقل کی جو اس مقام کے مناسب تھی علاوہ اسکے علمائے محققین نے فرمایا ہو کہ انبیا علیہم السّلام کو چونکہ ایک اعلیٰ قسم کی حیات اُخروی حاصل ہے لہذا وہ عام لوگون کے مانند مردہ شمار نہین ہوتے اور اسی حیات کا اثر ہو کہ اُنکی میراث تقسیم نہین ہوتی اور اسی حیات کی تاثیر ہے کہ اُن کے اجسام مبارک گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے اور ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اُخروی چونکہ سب سے زیادہ قوی اور روشن تھی اسلیے اسکے علاوہ اور بھی بعض ثمرات مرتب ہوئے مثلاً یہ کہ آپکی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کو نکاح ثانی کرنا اسیطرح حرام رہا جیسا آپکی حیات مین حرام تھا اور ازواج مطہرات کا نان و نفقہ بھی گویا آپ کے ذمے پر واجب رہا اسلیے

متبنّٰی زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ نیز آپ کو آپکی سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رض کا مال کثیر میراث مین پہونچا تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو دوسرون کے مال سے میراث اور حصّہ مل سکتا ہے۔

جواب ام ایمن رض چونکہ آپکی والد ماجد کی لونڈی تھین اور ہمیشہ آپکی خدمت مین رہین اِسلیئے سمجھا گیا کہ آپ کو میراث مین پہونچی تھین ف ورنہ فی الحقیقت وہ والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے داداصاحب اور والدہ صاحبہ کا حق اور حصہ ہوگئی تھین اِن دونون صاحبون نے بوجہ شفقت آپکی خدمت مین رکھا اور گویا آپ کو دیدیا اور پھر آپنے اُنکو آزاد فرمادیا۔ علاوہ ازین یہ قصہ اُس زمانے کا ہے جب تک آپ کو نبوت ورسالت عطا نہین ہوئی تھی اُس زمانے مین اگر آپ کو میراث مل بھی جاتی تو کچھ تعجب نہ تھا کیونکہ بہت سے احکام اور خصوصیات جو نبی ہونیکے بعد لگ جاتے ہین نبوت سے پہلے موجود نہین ہوتے۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال واسباب زندگی ہی مین آپ کی نذر کر دیا تھا تاکہ لوگ فقیری اور مفلسی کا طعنہ نہ دےسکین (سورۂ والضحٰی مین اسی کی طرف اشارہ ہے) خدیجہ رض کی وفات کے بعد نہ کچھ اُنکا ترکہ رہا نہ آپ کو میراث مین پہونچا۔ جو کچھ تھا وہ ہمیشہ سے آپ ہی کا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ آپنے ازواج سے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی وفات کے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے اور تمہارے ساتھ احسان وسلوک وہی کریگا جو نہایت کامل ہوگا ۱۲

ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاؑ کے وارثون کو کبھی اُنکی موت کی آرزو کا خیال اور وسوسہ بھی نہ آئے کیونکہ کبھی آدمی کے دلمین یہ خیال آجاتا ہے کہ اگر میرا فلان مورث مرجائے تو اسکا ترکہ اور مال ملجائے گو وہ اس خیال کو بہت جلد اپنے سینے سے نکالدے یعنی بمقتضائے بشریت ممکن تھا کہ کبھی انبیاؑ کے وارثونکے دلمین بھی اس قسم کا خیال آکر اُنکے لیئے مضر اور باعث ہلاکت ہو پس اللہ تعالیٰ نے میراث مین اُنکا کچھ حق ہی نہ رکھا اور اس خفیف نقصان کو برداشت کراکر ایک بہت بڑے وبال سے بفضل خاص محفوظ کر دیا۔

فَائِدَۃٌ لَطِیفَۃٌ آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَا تَحِلُّ لَنَا اور اِنَّا لَا نَاکُلُ الصَّدَقَۃَ یعنی مجھپر اور میرے اقربا پر صدقہ حرام ہی اور دوسرے موقع پر فرمایا کہ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ یعنی انبیاؑ جو کچھ چھوڑجاتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہی ان دونون باتونکے ملانیسے معلوم ہوگیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کو آپکی میراث لینا حرام ہی کیونکہ صدقہ اُن لوگونپر حرام کر دیا گیا اور نبی کی چھوڑی ہوئی میراث صدقہ ہی ۱۲ من کتب المحققین۔ ۳ سولھوان پارہ شروع سورۂ مریم ۱۲ ۴ سورۂ نمل رکوع دوم ۱۲ ۵ جو علما فرماتے ہین کہ وارث ہونا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہی دیگر انبیاؑ کا یہ حکم نہین نہ اُنپر اعتراض پڑتا ہے نہ اُنکو جواب کی ضرورت ہے ۱۲ ۶ وَاَوْرَثْنٰھَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ہمنے بنی اسرائیل کو فرعون کی قوم کا جانشین بنادیا۔ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا۔ ہم جنت اپنے پرہیزگار بندون کو دیدیتے ہین۔ کُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ آخر ہم ہی لینے والے ہین ۱۲ ۷ الصالحات مین اسی اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے کہ ام ایمن رض آپ کو میراث مین ملگئی تھین ۱۲ منہ

۸ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی اور آپ کو تنگدست پایا پس غنی کر دیا۔ اسکا مفصل بیان الصالحات مین احقر نے لکھدیا ہے ۱۲ منہ

فصل سوم میراث کے اسلامی احکام نازل ہونیکا بیان

زمانۂ جاہلیّت کا ذکر

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیسے پہلے جو غایت درجے کے شرک وکفر اور ناشایستگی کا زمانہ لوگون پر گذرا ہے اُسکو جاہلیت کہتے ہین۔ زمانہ جاہلیّت مین جہان اور طرح طرح کی ظالمانہ رسمین اور جاہلانہ خیالات (مثلاً لڑکیون کا زندہ درگور کردینا۔ غلامون کے ساتھ سختی اور تشدّد کرنا اُن کو چوپایون کے مانند ذلیل اور گویا غیر ذی روح جنس سمجھنا یتیمون کا مال کھانا۔ طرح طرح کے باطل معبودون کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھی وہان ایک یہ ستم طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ مرنیوالے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے مرد۔ جوان۔ میدان جنگ مین جانیکے قابل ہون۔ عورتون اور بچون اور ضعیفون کو میراث نہین ملتی تھی۔ مفلس وبیکس بیوہ اور معصوم ویتیم واجب الرحم لڑکے لڑکیان روتے چلاتی رہجاتے اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر انکھو نکے سامنے سب مال پر قبضہ کرلیتے تھے۔ انکی آہ کا سُننے والا اور ظالمونکے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا۔ آخر اُن ضعیف مظلومونکی آہ کا دھوان آسمان کو چیرکر عرش پر پہونچا اور اہل عالم کی حرکات دیکھکر غیرت خداوندی کو جوش آیا۔ رحمۃ للعالمین مبعوث ہوئے۔ اِسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا۔ یتیمون کے مال عورتون کے دیگر حقوق۔ داد وستد کے معاملات کی بتدریج اصلاح ہورہی تھی کہ میراث کا نمبر پہونچا۔

جاہلیت مین مردون کو دو[1] تین علاقون کی وجہ سے میراث پہونچتی تھی **علاقہ نسب** یعنی میت کی اولاد مین یا آبا واجداد مین داخل ہونا۔ **عہد معاہدہ** یعنی دو شخصونکا باہمی اقرار کہ ہم دونون ایک دوسرے کے رنج وراحت موت وحیات مین شریک رہین گے ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کریگا۔ جو زندہ رہے وہ مرنیوالے کی میراث پائے گا۔ **متبنّیٰ** کرلینا۔ جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنا لیتا وہ دونون باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔

---

[1] چونکہ متبنی کرنا بھی عہد معاہدہ کی ایک قسم ہے لہذا دو تین کہا ۱۲ منہ

ابتدائے اسلام مین بھی اُنھین علاقون کی وجہ سے میراث ملتی رہی اور ایک علاقہ[1] **مواخات** کو زیادہ کر دیا گیا یعنی جس مہاجر اور نصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے اُنھین ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اگرچہ فی الحقیقت یہ بھی عہد معاہدہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنون کے بعد یہ بھی لازم ہوگیا کہ ہر شخص بوقت وفات اپنے والدین اور اقربا کے لیے اپنی رائے سے مناسب سمجھکر وصیت کر جائے اور اپنے مال مین سے حصہ مقرر کر جائے چنانچہ اِس آیت مین یہی حکم ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ+

جب اس صیغے کی اصلاح منظور ہوئی تو حسب قاعدہ خداوندی بتدریج عملدرآمد شروع ہوا کیونکہ دفعۃً سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گران ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا اور ارشاد فرمایا گیا کہ "عزیز و اقارب جو مال چھوڑ کر مرجاتے ہین اُسمین جیسے مردون کا حق ہے۔ اسی طرح عورتون کا بھی حق ہے۔

روایت۔ اسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ حضرت اوسؓ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ ایک زوجہ مسماۃ ام کحہ چھوڑی اور تین بیٹیان۔ حضرت اوسؓ نے جن دو شخصون کو اپنے مال کا کاربرداز اور وصی بنا دیا تھا اُنھون نے حسب رواج جاہلیت کُل مال اوسؓ کے چچازاد بھائیون خالد اور عرفطہ کو دیدیا اور زوجہ اور بیٹیان روتی رہ گئین۔ ایسے بیکس اور غریب مسلمانونکا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہوسکتا تھا۔ وہ بڑی گھبرائی ہوئی خدمتِ شریف مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ شوہر کے کاربردازون نے نہ مجھکو کچھ دیا نہ میری بیٹیونکو۔ آپکو یہ حال زار سنکر نہایت افسوس ہوا لیکن (جیسا آجکل بعض لوگون نے سمجھ رکھا ہے) آپ خود مختار حاکم اور خدائی مین شریک نہ تھے اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے اس لیے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا آپنے اوسؓ کی زوجہ کو تسلّی دیکر فرمایا کہ اپنے مکان کو لوٹ جاؤ اور

---

[1] احقر نے شراح حدیث کا قول لکھا ہے اور تفسیر کبیر مین ہے کہ دو علاقے بڑھے ایک مواخات۔ دوسرا ہجرت یعنی دو مہاجر جو باہم میل ملاپ رکھتے اُن مین سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا ۱۲ [2] لازم کیا گیا ہے تم پر جسوقت کسی کو تم مین سے موت پیش آوے اگر مال چھوڑ جائے۔ وصیت کرنا واسطے والدین اور قرابت مندون کے بطور پسندیدہ ۱۲ سورۂ بقر رکوع ۲۲ [3] بعض روایات مین دو بیٹیان اور ایک صغیر لڑکا ہے ۱۲ [4] اختلف روایات التفاسیر دعبارتنا فی اسمها و کونها اخویہ او ابنی عمہ او وصیین لہ فاختر وجہ التوفیق انکان حقا فمن اللہ و الا فمنی ۱۲

جبتک خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور (جیسا کہ آپ ہمیشہ واقعات اور معاملات کے حکم کے لیے منتظر رہا کرتے تھے اور اسطرح حسب موقع وضرورت تئیس ۲۳ برس مین رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے) جناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (آخر آیت تک)

اس حکم سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردون ہی کا حصّہ نہین بلکہ مردونکی طرح عورتون کا بھی اُسمین کوئی حق مقررہ ہے اگرچہ اُس زمانے کے لیے یہ حکم نہایت عجیب اور چونکا دینے والا تھا لیکن اس خوبی سے بیان فرمایا گیا کہ شاق اور ناگوار نہین گذرا۔ اس مجمل حکم سے ایک قسم کا شوق پیدا ہوگیا کہ دیکھئے عورتون کے لیے کیا حصہ مقرر ہوتا ہو اور چونکہ ظاہر الفاظ سے یہ شُبہہ بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتون کو برابر کا شریک اور بالکل مردونکے مانند حصّہ دار بنا دیا جائے گا اسلیے پیچھے نازل ہونیوالے حکم سے عورتون کا مردون سے آدھا حصّہ سُنکر گرانی نہین ہوئی بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہوگئی۔

فسبحان اللہ العلی الحلیم +

اس حکم کو سُنکر آپنے اوسؓ کے کارپردازون کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتونکا حق بھی میراث مین مقرر فرما دیا ہی لیکن ابھی تک مقدار اور حصّہ مقرر نہین فرمایا لہذا تم اوسؓ کے مال کو بجنسہ حفاظت سے رکھنا ایک حبہ خرچ نہ کرنا عنقریب کوئی حکم ہوجائیگا۔

اس قصے کو کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرا تھا اور ہنوز کوئی حصّہ خاص معیّن نہین فرمایا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳ سنہ ھ مین اُحد کی مشہور لڑائی مین بارہ زخم لگ کر شہید ہوگئے اُنکی شہادت کے بعد اُنکے بھائی نے حسب دستور قدیم کل مال پر قبضہ کرلیا زوجہ اور دو بیٹیاں محروم رہگئین مسلمانون کا ماویٰ و ملجا اور بیکسونکا فریاد رس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی تھا ہی نہین اُنکی زوجہ بھی لڑکیون کو ہمراہ لیکر آپ ہی کی خدمت مین فریاد کرنے آئین اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیان ہین انکے والد نے غزوہ اُحد مین حضور کے قدمون پر جان نثار کر دی جو کچھ اُنکا ترکہ اور مال تھا وہ سب ان لڑکیون کے چچا نے

ف یعنی مردون کے لیے بھی والدین اور عزیزون کے ترکہ مین حق مقرر شدہ ہے اور عورتون کے لیے بھی خواہ وہ ترکہ قلیل ہو یا کثیر ۱۲

لے لیا اور اِنکے لیے کچھ نہ چھوڑا اب اِنکے نکاح کی فکر ہو اور جب تک کسیقدر مال نہو عزت کیساتھ نکاح نہین ہو سکتا کیا علاج کرین آپنے اِسکے تصفیہ کو بھی خدائے تعالیٰ کے حکم کے انتظار مین ملتوی رکھا اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کردیا کہ "عنقریب اللہ تعالیٰ اِسکا فیصلہ فرماوینگے"

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث مین عورتونکا بھی حق ہو صرف حصہ اور مقدار معین ہونیکا انتظار تھا۔ انتظار اشد من الموت ہوتا ہے اور صاحب الغرض[1] مجنون مشہور ہے سعدؓ کی زوجہ کچھ عرصے تک صبر کرنیکے بعد پھر روتی ہوئی خدمتِ مبارک مین آئین۔ انکا رونا رحمت الٰہی کے لیے بہانہ بن گیا اور میراث کا سب سے آخری اور قطعی صاف اور مشرح حکم۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (آخر رکوع تک[2])

نازل ہو گیا جسمین زوجہ اور بیٹیون کا حصہ بھی مقرر فرمادیا گیا ہے اور تمام وارثون کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصے مقرر فرما دیے گئے ہین جن مین کسی شک[3] شبہہ کی گنجایش نہین۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حکم کی تعمیل مین سعد بن ربیع کے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال مین سے دو ثلث[4] لڑکیون کو دیدو اور آٹھوان حصہ اُنکی والدہ کو اور جو کچھ باقی رہے وہ تمہارا ہو۔ اسلام کے اِس پر حکمت اور سب سے آخری قاعدۂ میراث کے مطابق جو سب سے پہلی میراث تقسیم ہوئی ہے وہ یہی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث تھی۔

اِسکے بعد آپنے اوسؓ کے مال مین سے بھی دو حصے تین بیٹیون کو اور آٹھوان حصہ زوجہ کو اور باقی چچا زاد بھائیون کو دلوا دیا۔ اور اِسی قاعدہ پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔

---

[1] حاجت و ضرورت مین آدمی دیوانے کے مانند ہو جاتا ہو ۱۲ [2] وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً سے آخر رکوع تک حضرت جابرؓ کے حال کمیتعلق ہو۔ مجازاً تمام رکوع کا شان نزول قصہ زوجہ سعدؓ بن ربیع کو بیان کیا گیا ہو جیسے کہ بعض روایتون مین پورے رکوع کا شان نزول قصۂ جابرؓ کو کہا گیا ہو ۱۲ [3] واختلاف البنتین ومقاسمة الجد لیس من الشبهات الناشئة من العبارة ۱۲ [4] فوق اثنتین کے متعلق جو ابن عباسؓ اور جمہور علما مین اختلاف ہو اُسکی نسبت سعد بن ربیعؓ کے قصے سے جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ دو بیٹیون کا بھی وہی حصہ ہو جو دو سے زیادہ کا ہے۔ گو اسپر مختلف وجوہ سے استدلال کیا گیا ہو لیکن سب سے بہتر یہ حدیث اور شان نزول ہے چنانچہ محدثین ومفسرین نے اس قصۂ دختران سعدؓ کو جمہور کے استدلالات مین شمار فرمایا ہے۔ اور اوس بن ثابتؓ کی میراث کے قصے سے لفظ فوق کو زیادہ کرنے کی خاص وجہ بھی معلوم ہو گئی یعنی چونکہ مورد اور مصداق نص اور شان نزول کے ایک واقعہ مین دو سے زیادہ بیٹیان موجود تھین لہذا اُنکا حکم ذکر کیا گیا اور فوق اثنتین فرمایا گیا گو حصہ اور حکم دو بیٹیون کا بھی دو ثلث ہے وذکروا لزیادة لفظ۔ فوق وجوہا بعضها افضل من بعض ولکن لم ار من تعرض لما ذکرته فللہ الحمد ۱۲

اب صیغۂ میراث کی اصلاح کامل ہوگئی - اور بدون کسی ناگواری کے عورتون کا حق ثابت ہوکر
نصف حصّہ مقرر ہوگیا - یہ وہ حکم تھا جسنے عورتون کی حالت کو بالکل بدل دیا اور اُس انسانی فرقے مین
جسے اہلِ عالم نے غیر ذی روح کے درجے مین ڈال رکھا تھا اِس اسلامی حکم نے روح تازہ پھونکدی
جیسے کہ دیگر احکامِ قرآنی نے اِس مسکین اور قابلِ قدر جماعت کی خاص عزّت و وقعت قرار دی ہے
ورنہ اہلِ دنیا خصوصًا اہلِ عرب نے اُنکو صرف ذریعۂ نسل اور سامانِ نشاط سمجھ رکھا تھا - زمانۂ جاہلیت
مین اوّل تو کسی کو کبھی عورتون کو میراث دینے کا خیال ہی نہ آیا اور اگر اتفاق سے عرب کے ایک
عاقل اور مصلح شخص عامر بن جُشَم کو خیال بھی آیا تو اُسنے بالکل مردونکے برابر کرکے پورا حصّہ کردیا جسپر
چند روز اُسکے پیرو اور تابع لوگون نے عمل کیا اور پھر یہ قاعدہ بالکل متروک اور نسیًا منسیًا ہوگیا
ایسی ہی مثالون سے معلوم ہوجاتا ہے کہ عقولِ انسانی ہزار بلند پروازی کرین لیکن اُس
احکم الحاکمین اور حکیم مطلق کی مصالح اور حکمتونکی برابری نہین کرسکتی -
سوال یہ ظاہر ہے کہ عورت چونکہ خود مال حاصل کرنیسے عاجز ہے لہذا وہ زیادہ قابلِ رحم
اور مستحق مال ہے - تجارت و زراعت مثل مردونکے نہین کرسکتی نیز شوہر کی خدمت اور بچون کی
پرورش مین مصروف رہتی ہے علاوہ ازین وہ خلقتًا ضعیف ہے اور پھر حمل کی گرانی پیدایش کی
تکلیف دودھ پلانے کی محنت اُسکو بالکل ہی ناتوان بنادیتی ہے - نیز بوجہ ناقص العقل ہونیکے
وہ اکثر فریب کھاتی ہے اور مال ضایع ہوجاتا ہے اِن امور کے لحاظ سے عورتون کو مردون سے
زیادہ حصّہ دیا جانا مناسب تھا ورنہ کم از کم برابر تو ضرور ہی دیا جاتا - یہ کیسا انصاف ہے کہ نصف کردیا گیا
جواب عورتون کو خرچ کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی ہے عام حالت یہ ہے کہ نہ اپنا ضروری خرچ اُنکے
ذمے پر ہوتا ہے نہ اولاد کا بلکہ شادی ہونے تک ماں باپ اُنکی پرورش کرتے ہین اور نکاح کے
بعد اُنکا تمام ضروری خرچ شوہر کے ذمے پر واجب ہوجاتا ہے - اور پھر شوہر سے علاوہ میراث کے
مہر کی بھی مستحق ہین اور ہر قسم کے زائد خرچون سے آزاد ہین اس حالت مین تو نصف حصّہ بھی زیادہ
معلوم ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ خود اپنے اور اولاد و زوجہ کے تمام مصارف اُسکے متعلق ہوتے ہین
اولاد کی پرورش کے مصارف - اُنکی تعلیم کے اخراجات سب وہی دیتا ہے - شادی نکاح وغیرہ
کے بڑے بڑے خرچونکا بار وہی اُٹھاتا ہے - شادی غمی اور جملہ تقریبات کا وہی متکفل ہوتا ہے
مہمانون کی میزبانی نہ کرے تو بخیل کہلاتا ہے - عام صورتون مین خیرات اور چندہ بھی اسی سے

طلب کیا جاتا ہے - جتنی بیبیوں سے نکاح کرے اُن سب کا مہر سر پر سوار رہتا ہے - معاملات رکھنے اور ملنے ملانے کی وجہ سے کبھی کبھی تاوان و نقصان بھی اسی کے سر پڑتے ہین - مکان دُکان لباس و شان جسقدر دُنیا کے خرچ ہین سب اسی کے اوپر ہین - بخلاف عورت کے کہ کوئی بھی خرچ اُسکے ذمے نہین چنانچہ یہ امر کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہین خصوصًا اس زمانے اور اس دیس مین پوری طرح اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے - ایسی حالتمین عورتونکو مردونسے نصف حصہ ملنے کو اگر کوئی شخص زیادہ سمجھ لے تو چندان تعجب نہین نصف[1] حصے کو خلاف انصاف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے -

جواب دوئم عورت کم عقل ہے اگر زیادہ مال ہوگا تو زیادہ ضایع کریگی اور کثرتِ مال اسکے لیے باعثِ وبال ہو جائیگا اور طرح طرح کے فساد برپا کریگی - اسلیے کم مال دلاکر فساد سے بھی بچالیا اور مستحق وحقدار قرار دیکر محرومی اور ناقدری سے نجات بخشی -

غرض اس آخری حکم نے میراث کے اُن تمام احکام کی میعاد کو ختم کر دیا جو چندروز کیلیے جاری کر دیے گئے تھے اور وہ سب اسکی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے - مہاجرین و انصار کی باہمی میراث کا قصہ ختم ہوا متبنٰی کو ترکہ ملنے کا طریقہ معدوم ہوا - وارثون کے لیے وصیت ناجائز قرار دیگئی جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمایا[2] -

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ - فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ

اب اسباب وعلاقۂ میراث صرف تین رہ گئے - **نسب** - **نکاح** - **ولآء** (یعنی باہمی عہد معاہدہ اور غلام آزاد کرنیوالے کا حق) اور تمام وارثون کے وہ مختلف احکام اور حصے مقرر ہو گئے جو ہمیشہ کے لیے واجب العمل اور قیامت تک نافذ و جاری رہنے والے ہین -

یہ احکام میراث جو قرآن مجید کے نصف صفحہ سے زیادہ نہین ہین ایسی فصیح و بلیغ اور مفید و مختصر عبارت

---

[1] عورتون کو مردونسے آدھا حصہ ملنے کی ایک اعظانہ وجہ یہ ہو کہ حوا علیہ السلام نے گندم کے تین حصے کرکے ایک کھالیا اور ایک چھپا کر اپنے لیے رکھدیا اور ایک آدم علیہ السلام کو کھانے کے لیے دیا گویا اپنا دوچند حصہ لیا منجانب اللہ اسکی یہ سزا دیگئی کہ اُنکی تمام بیٹیون کا حصہ نصف کر دیا گیا اور مردونکا دوچند ۱۲ اکبیر

[2] یہ ارشاد آپ نے حجۃ الوداع کے خطبے مین فرمایا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مستحق کو اُسکا پورا حق عطا فرمادیا ہے بس اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہین - اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نسائی ابن ماجہ دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی ایک باب کا اس کو عنوان بنایا ہے - امام شافعی صاحب نے اپنی کتاب اُم مین اس حدیث کا متواتر ہونا ظاہر فرمایا ہے ۱۲

ہین اداکئے گئے ہین اور فرائض ومیراث کے مسائل وواقعات کے دفتر کے دفتر اس خوبی سے آیتین
بھردیے ہین کہ سمجھنے والے عش عش کرتے ہین کہ الفاظ کا یہ اختصار ووضاحت اور معانی ومطالب
کی حکمت طاقت انسانی سے باہر ہے۔ وہی ذات احکم الحاکمین ہے جسنے اِس حُسن انتظام سے
مختلف حالات کے مناسب وارثونکے مختلف حصّے تجویز فرمائے اور پھر اُنکو اِس خوبی سے بیان
فرمایا کہ وہ احکام جو بڑی بڑی عبارتونمین بیان ہوتے نہایت مختصر آیتونمین ادا ہوگئے بلکہ ایک
ایک آیت اور ہر ہر لفظ مین متعدد احکام۔[1]

باوجودیکہ اِن احکام کی بہت سی حکمتین اور مصلحتین ظاہر ہین اور کچھ نہ کچھ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن چونکہ
عقل انسانی پوری مصلحت شناسی سے عاجز وقاصر ہوتی ہے بعض احکام کی حکمتین بعض لوگونکے ذہن
وخیال مین نہین آتین کبھی عین منفعت کو مضرت سمجھنے لگتے ہین اور کبھی سراسر مضرت کو منفعت اسلیے
انھین احکام کے ذکر مین چندمرتبہ متنبہ کردیا گیا کہ تم لوگ اپنے عزیز واقارب مین سے نفع بخش اور
نقصان رسان کو نہین جانتے (بظاہر قوی وجوان دیکھکر میراث دیتے تھے معلوم نہین یہ ضعیف
کس درجے پر پہونچ جائے اور اِس قوی کا کیا حال ہوجائے۔ اور معلوم نہین کون کس سے پہلے
مرجائے) اور کم دبیش حصّونکی حکمتین اور مصلحتین نہین پہچانتے۔ خدائے تعالیٰ اِن سب باتونسے
خوب واقف اور سب سے زیادہ عالم ہی اُسی کے فرمانے پر اعتقاد رکھو اور سمجھ لو کہ دین ودنیا مین اس سے زیادہ نافع
احکام اور مفید صورتین تجویز نہین ہوسکتی۔ چنانچہ ایک موقع پر اِن الفاظ سے تنبیہ وتسکین فرمائی ہے۔

[1] بطور مثال چند عام فہم امور ذکر کئے جاتے ہین اوّل نہایت شفقت سے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ کہکر احکام کو شروع فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ
نہایت خیرخواہی سے تمکو یہ حکم دیتے ہین اور وارثونمین سے پہلے اُس قسم کے وارثونکو بیان کرنا شروع کیا جو بلاواسطہ غیر میّت
سے علاقہ رکھنے والے ہین اور پھر انمین سب سے پہلے اولاد کا ذکر فرمایا جس سے میت کو سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اُسکو
نہایت عزیز رکھتا ہے اور لخت جگر سمجھتا ہے اُسکے بعد والدین کے حصے ذکر فرمائے جو بلا واسطہ میّت سے تعلق رکھتے
ہین لیکن اولاد کی بہ نسبت انسے محبّت کم ہوتی ہے تیسرے نمبر پر شوہر اور زوجہ کا ذکر فرمایا کیونکہ انسے اگرچہ میّت بلا
واسطہ غیر علاقہ رکھتا ہے لیکن باہم ایک دوسرے کا جز نہین ہین بخلاف اولاد اور والدین کے۔ جب وارثانِ بلا واسطہ
ختم ہوگئے تو بھائی بہن کے حقوق کو ذکر کیا جو میّت سے باواسطہ علاقہ رکھتے ہین اور خاص ایسے بھائی بہنونکا ذکر
فرمایا جو صرف میّت کی مان مین شریک ہون کیونکہ حضرت جابرؓ آپ کے مشہور صحابی بیمار تھے اور اسی قسم کے بھائی بہنونکی
نسبت سوال کرتے تھے (وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ سے آخر رکوع تک حضرت جابرؓ کے سوال کے جواب مین نازل ہوا
ہے اسی مناسبت سے بعض روایات مین کامل رکوع اور ابتدائے آیات کا شان نزول بھی قصّہ جابرؓ کو بیان کردیا گیا ہے)
جب ایسے بھائی بہنون کا حال معلوم ہوگیا تو لوگون نے ایسے بھائی بہنون کا حال پوچھنا شروع کیا جو صرف باپ مین شریک
ہون یا مان اور باپ دونون مین شریک ہون یعنی حقیقی ہون اُسکے جواب مین سورہ نسا کا آخری حکم ایسے بھائی بہنون کی

آبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا - فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَلِيْمًا

فصل چہارم - ترکہ اور مال میراث کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان سے آپکی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ فی الحقیقت انسان کسی چیز کا مالک نہین مالک و متصرف رب العالمین ہے لیکن بندے کی ضرورتون پر لحاظ کر کے کام نکالنے کیلیے مختلف ذریعے اسکو بہت کچھ سامان دیدیا ہے۔ جسکو نہ یہ ہمراہ لایا تھا نہ ساتھ لیجائے گا۔ البتہ بعض ذریعے اور اسباب ایسے ہین کہ اُنسے جو سامان اسکو حاصل ہوا ہے اسکو شریعت نے اسکا مملوک اور اس شخص کو مالک قرار دیا ہے مثلاً خرید فروخت میراث ہبہ وغیرہ سے جو چیزین اسکے تحت و تصرف مین آتی ہین وہ اسکی مملوک اور یہ اُنکا مالک کہلاتا ہے۔ اور اگر کسی سے مستعار لیکر یا چوری اور غصب وغیرہ کر کے کوئی چیز حاصل کرے شرعاً مالک نہین اور یہ اُسکا مالک نہین گو اُس سے بلا تکلف اسی طرح آرام و نفع اُٹھاتا ہے جیسے اپنی مملوک چیز وسے۔

پس وہ تمام مال جسپر شریعت نے اسکے مالک اور مملوک ہونیکا حکم لگا دیا ہے اور غیر کا حق اُسکے ساتھ متعلق نہین اور میت اسکو چھوڑ کر رخصت ہوگیا ہے وہ سب **ترکہ اور مال میراث کہلائیگا** خواہ اُسکو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار کی طرف سے میراث مین پہونچا ہو یا زوجہ یا شوہر کی جانب سے ملا یا اسنے اپنا روپیہ اور محنت لگا کر خریدا اور حاصل کیا ہو۔ غرض جو چیزین بوقت مرگ آخری دم مین اسکی خالص مملوک تھین۔ خواہ کسی ذریعے سے مالک بنا ہو۔ اور خواہ وہ چیز زمین۔ باغ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ نسبت بھی نازل ہوا (چونکہ جابرؓ کے سوال کے جواب کو سنکر لوگون نے اس قسم کے بھائی بہنون کا سوال کیا تھا اسی تعلق سے بعض روایات مین خاتمہ سورہ نسار کا شان نزول قصہ جابرؓ کو بیان کیا گیا و ہذا التطبیق بین الروایات لا یفہمہ الا من اوتی علما نافعاً (فائدہ و لطیفہ) اولاد کے حصون مین اول بیٹون کا حصہ بیان فرمایا کیونکہ مرد کو ایک فضیلت و شرافت عورتون پر حاصل ہے۔ لطافت اسمین یہ ہے کہ جن لوگونکے دل پر عورتون کو میراث لینے کا حکم باقتضائے طبیعت شاق گذرتا ہو اُنکو ایک قسم کا جواب ملجائے اور تسلی ہو جائے کہ بس اور کیا چاہتے ہو مرد کو عورت سے دوچند دلوا دیا گیا۔ اگر اسطرح ابتدا فرماتے کہ عورت کو مرد سے نصف ملیگا تو یہ خوبی باقی نہ رہتی۔ اس طرز مین ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جب صرف بیٹا ہو اُسکا حال بھی معلوم ہوگیا کیونکہ اول یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بیٹی جب تنہا ہو تو اُسکو نصف ملتا ہے پس بیٹا اگر تنہا ہو تو اُسکو نصف کا دوچند یعنی کُل مال ملجائیگا (جو ذوی الفروض کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ یہ حکم احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہوگیا لیکن نص قرآنی اور آیات فرقانی بھی اس سے خالی نہین ۱۲ من استفسار المحققین سے یعنی تم یہ نہین جانتے کہ تمہارے والدین اور اولاد مین سے تمہارے لیے زیادہ نافع کون ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے ہین جو بڑا علیم و حکیم ہے ۱۲

مکان - نقد - زیور - کپڑا - جانور - ہون یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان - ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ مین داخل ہے اور سب چیزون سے وارثون کا حق متعلق ہوجاتا ہے یہانتک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہین وہ بھی اسمین داخل ہین اور اگر میت کی جیب مین ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہین کہ بلا اجازت وارثون کے اُسکو مُنھ مین ڈال لے کیونکہ وہ وارثون کا حق ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہین -

بعض لوگ دریافت کیا کرتے ہین کہ صاحب وہ مال تو اِسکے باپ کی طرف سے نہین پہونچا تھا بلکہ خود اُسنے اپنی کمائی سے خریدا تھا پھر اُسکے بھائی کو حصہ کیون دیا گیا لہذا مطلع ہونا چاہیئے کہ بوقت وفات جسقدر مال میت کے پاس ہوتا ہے سب مین میراث جاری ہوتی ہے - بھائی کے مال و ترکہ مین سے اگر بھائی اور بہنون کو کچھ دیا جاتا ہے تو وہ اسوجہ سے نہین دیا جاتا کہ اُنکے باپ کا مال ہے - بلکہ اِسلیے دیا جاتا ہے - کہ اُنکے بھائی نے چھوڑا ہے -

جو مال میت کو ایسے ذریعہ سے ملا ہو کہ شریعت نے اُسپر مالک ہونیکا حکم نہین لگایا - یا غیر کا حق اُسکے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ مین داخل نہوگا پس

(۱) جو چیزین میت نے کسی سے عاریت (مانگی ہوئی) لی تھی یا کسی نے اُسکے پاس امانت رکھدی تھی اُنمین میراث جاری نہوگی - کیونکہ میت کی مِلک نہین -

(۲) اگر میت نے کسی کا مال غصب[۱] یا چوری یا خیانت کرکے رکھ لیا تو اُسمین میراث جاری نہوگی - کیونکہ شریعت نے انپر مالک ہونیکا حکم نہین لگایا بلکہ دوسرے لوگ اِن چیزونکے مالک ہین -

(۳) علیٰ ہذا القیاس جو چیز میت نے خریدلی تھی لیکن قیمت ادا نہین کرسکا اور ہنوز اُس شئے پر قبضہ[۲] بھی نہین کیا تھا بلکہ بائع ہی کے پاس موجود تھی اور میت نے اِسکے سوا کوئی مال بھی نہین چھوڑا وہ ترکہ مین داخل نہوگی ایسے ہی وہ چیز جسکو میت نے بعوض دین کے رہن کردیا تھا اور اُس دین کے ادا کرنے کے لیے کوئی مال بھی نہین چھوڑا میت کے ترکہ مین داخل نہین اور میراث

---

[۱] اے قبل دار الضمان ۱۲ [۲] اگر میت نے قبضہ کرلیا تھا اور قیمت ادا نہین کی تھی تو اس شئے کو بائع واپس نہین لے سکتا - یہ ترکہ مین داخل ہوگی اور اس کی قیمت بقاعدۂ قرض ادا کیجائے - جس کا حال فصل ۲ قرض مین مذکور ہوگا - ۱۲

انمین جاری نہوگی یعنی جب میت کے پاس اور کچھ مال ہی نہین ہے تو وہ بائع جسنے اپنی چیز کی قیمت نہین پائی اور وہ قرضخواہ اور مرتہن جسکا قرض ابھی وصول نہین ہوا ان چیزون کو جو اُنکے قبضے مین موجود ہین فروخت کراکر سب سے اپنا حق لے سکتے ہین۔ انکا حق ادا ہوجانیکے بعد فروخت شدہ کی قیمت مین سے کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائیگا اور اُسمین تجہیز و تکفین قرض و وصیت حسب قاعدہ جاری ہونگے اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و اقربا اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کرین۔

(۴) بیت المال سے (یافی زمانا سرکار انگریزی سے) جو وظیفہ اور پنشن ملتی ہے وہ جب تک وصول نہوجائے اُسوقت تک ملک مین داخل نہین ہوتی لہذا میت کا جو وظیفہ اور پنشن وقت وفات تک واجب شدہ ہے اور ہنوز وصول نہین ہوا وہ ترکہ اور میراث مین داخل نہوگا اور بطور میراث کے اُسمین وارثونکے حصے اور حقوق جاری نہونگے

سوال آجکل جو چند ماہ کی واجب شدہ پنشن بوقت وفات صاحبِ حق سرکار سے وصول ہوتی ہے وہ اگر وارثون کا حق نہین تو پھر کسکو دیجائے اور اگر وارثون کا حق نہین تو انکو وصول کرنا سرکار سے جائز ہے یا نہین۔

جواب[1] وظیفہ اور پنشن جسکو سرکار سے عطا ہوجائے اُسی کا ملک اور حق ہوجاتا ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے اُجرت نہین۔ اب مستحق کی وفات کے بعد سرکار کو یہ توفیق ہوتا ہے کہ میت اِس مال کو نہین لیگا اسی ارادے سے عطا ہوتا ہے کہ اُس مستحق میت کے وارث اسکو باہم تقسیم کرلین لہذا از طرف سرکار ہی وارث اِسکے مالک ہونگے اور باہم تقسیم کرینگے۔ اور آیندہ کے لیے اگر یہ پنشن جاری رہے تو سرکار مین جسکا نام لکھکر عطا کیجائے وہی مستحق ہوگا (جیساکہ عنقریب مذکور ہوگا)۔

(۵) جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہین لیکن میت نے اپنی طرف سے اُس شئے کو کسی کے نامزد کردیا ہے اور ابھی اپنی ملک سے نکالکر اُس شخص کی ملک اور قبضے مین نہین دیا میت کے انتقال کے بعد اُس شئے مین میراث جاری ہوگی اور سب وارثون کا حق سمجھی جائے گی جسکے نامزد کی تھی[2] اُسکی کوئی خصوصیت نہ رہے گی **مثلاً** زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے نقد و جنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اسکو خاص فلان بیٹے کی شادی مین صرف کرونگا۔ یا بیٹی کے لیے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز مین دونگا اتفاق

---

[1] یہ جواب از افادات حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام فضلہم ہے۔ احقر اسیر یہ نتیجہ ظاہرہ متفرع کرتا ہے۔ کہ اگر میت مقروض ہو تو اس روپیہ مین قرضخواہ دعوی نہین کرسکتا اور وصیت وغیرہ کے نفاذ مین اس مال کا شمار و اعتبار نہوگا ۱۲ اسیر لیکن اگر وارثون کو وصیت کرگیا کہ جب میرا ترکہ تقسیم ہو تو فلان شئے فلان وارث کے حصے مین لگا دینا تو اس وصیت کو پورا کردینا چاہیئے بشرطیکہ وہ اُس کے حصے سے زیادہ نہ ہو اور وہ مستحق وارث اسیر راضی بھی ہو ۱۲۔

سے زید کا انتقال ہوگیا تو اس سب مال و اسباب و زیور مین جملہ وارثون کا حق ہوگا اُس بیٹے اور بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہو گا بلکہ بقاعدۂ فرائض جسقدر اُسکا حق ہے وہی ملے گا یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لیے یا کنوان بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے ارادے سے روپیہ رکھا تھا یا اینٹ پتھر وغیرہ خرید کر ڈالے تھے یا حج کرنیکے واسطے اشرفیان خرید کر رکھی تھین اور بقضائے الٰہی سفر آخرت پیش آگیا تو یہ سب چیزین داخلِ ترکہ ہو کر میراث مین تقسیم ہونگی البتہ اگر ان چیزونکے سرانجام کرنیکی وصیت کر گیا ہو تو بموجب قواعد وصیت اُسپر عمل کیا جائے۔

(۱۲) جو جاگیرین[1] مدارس و خانقاہ وغیرہ کو سلاطین گذشتہ نے واسطے اخراجات طلبہ و مساکین و فقرا و یا کسی شخص خاص کے نامزد فرما دی یا بطور مدد معاش نسلاً بعد نسلٍ عطا کر دی اُنمین میراث جاری ہوگی اور نامزد شدہ شخص کے وارثانِ شرعی مین تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر خاص وجوہ سے یہ ثابت ہوجائے کہ شاہان سابق نے خاص اپنے مال سے وقف کرکے انکو صرف متولی مقرر کیا تھا تو اسمین میراث جاری نہوگی اور حق تولیت اُسی شخص کو پہونچیگا جو قابل و لائق ہو جیسا عنقریب آتا ہے۔

تنبیہ یہان تک بیان ہوا کہ میت کی تمام مملوکہ چیزون مین میراث جاری ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق جو میت کو حاصل ہین اور جنکا اُسکو مالک کہہ سکتے ہین اُنمین سے بعض مین میراث جاری ہوتی ہے مثلاً

(۱) میت نے ایک مشترکہ مکانمین حصہ لیا تھا جسمین سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے اس راستے مین آمد و رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اُسکے وارثون کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق مین میراث جاری ہوگی یا کوئی مزروعہ زمین خریدی تھی جسمین سب شرکا کو ایک چشمے یا کنوین سے زراعت کو پانی دینے کا حق تھا میت کا یہ حق اُسکے وارثونکو پہونچیگا اور میراث جاری ہوگی۔

(۲) میت کے پاس جو چیز رہن تھی اور جب تک قرض وصول نہو جائے اُسکے روکنے کا حق حاصل تھا اسکی وفات کے بعد وارثون کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہو اُس شئے مرہونہ کو مالک کو واپس نہ دین۔

اور بعض حقوق ایسے ہین جنمین میراث جاری نہین ہوتی مثلاً

(۱) زید کے ہمسایہ کا مکان فروخت ہوا اور زید نے حق شفعہ کا دعوی کرکے مکان لینا چاہا۔ ابھی مکان اسکو نہین ولایا گیا تھا کہ قضا آگئی اور قبر مین جا کر حق ملک اور حق شفعہ سب بھولگیا۔ اب اسکے وارثونکو یہ

[1] تحقیق اسکی شامی شرح درمختار مین ہے اور تفصیل مولانا عبدالحی صاحب کے فتاوی جلد دوم مین ملاحظہ فرمایئے ۱۲

حق نہین ہوپہنچے گا کہ شفعہ کا دعوی کرکے خریدار سے مکان لے لین - بلکہ وہ حقِ شفعہ بھی میّت کے ساتھ دفن ہوگیا اب وہ مکان خریدار ہی کے پاس رہجائے گا - البتہ اگر کبھی دوبارہ یہ مکان فروخت ہو تو اُسوقت دوبارہ ازسرِنو اِس میّت کے وارثون کو حق شفعہ حاصل ہوگا -

(۲) میّت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کے لیئے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونیسے پہلے مرگیا اب وارثونکو یہ حق حاصل نہین کہ دو ماہ تک اُس چیز سے نفع اُٹھاکر واپس دین بلکہ بوقت وفاتِ میّت فی الحال اصل مالک اپنی چیز واپس لے سکتا ہے -

(۳) میّت نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی تھی کہ تین روز تک مجھکو واپس کردینے کا اختیار ہے بعد وفات میّت کے وارثونکو یہ حق حاصل ہوگا کہ شرط کی وجہ سے اُس شئے کو واپس کرسکین خواہ تین روز ختم ہوگئے ہون یا نہوئے ہون البتہ اگر اُس شئے مین کوئی عیب نکل آوے تو وارث اُسکو واپس کرسکتے ہین

(۴) اگر میّت مورث کسی قوم کا سردار یا شہر و محلہ کا امام یا خانقاہ کا سجادہ نشین تھا یا کسی وقف کا متولّی تھا تو یہ حق اُسکے وارثون کو نہ پہونچے گا نہ سبکو اور نہ کسی ایک کو بلکہ جو شخص اہلیت و لیاقت ان امور کی رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اُسکو مقرر کردین یا حاکم وقت کی طرف سے معیّن کر دیا جائے وہی حقدار ہوجائے گا میّت کی طرف سے بطور وراثت کے نہین - بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کردینے کی وجہ سے یہ نہ چاہیے کہ بلالحاظ قابلیت خواہ مخواہ مورث کی جانشینی کو مائہ فخر سمجھ کر یا حصول زر کا ذریعہ خیال کرکے اُسکے عہدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرین -

(۵) منجانب سرکار و حاکمِ وقت میّت کی جو پنشن اور وظیفہ مقرر تھا اب بعد وفات میّت بطور میراث کے اُسکے وارث اُسکے مستحق نہونگے - ہان اگر حاکمِ وقت آیندہ اپنی خوشی سے جاری رکھے تو جسکو وہ عطا فرماوے اور مستحق سمجھے وہی شرعًا حقدار سمجھا جائے گا

الحاصل بعض حقوق اور وہ تمام مال جسپر کسی دوسرے کا حق ثابت نہو اور شریعت نے میت کو زندگی مین اُسکا مالک بنا دیا ہو اور میت اُسکو چھوڑ کر مرجائے شرعًا ترکہ کہلاتے ہین - (یعنی میّت نے اُنکو چھوڑ دیا) اسی ترکہ مین میراث جاری ہوتی ہے - لیکن بعض چیزین ایسی ہین کہ جب تک وہ پوری نہ کردی جاوین تبتک ترکہ مین میراث جاری نہوگی -

دوسرا باب - جو چیزین میراث پر مقدم ہین

تین چیزین ایسی ہین جنکا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔ انپر مال صرف کرنیکے بعد جو کچھ باقی رہے اُسمین میراث جاری ہوگی اور وارثون کا حق ہوگا۔ اور اگر میت کا ترکہ انھین چیزون کے خرچ مین ختم ہوجائے تو وارثون کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزین یہ ہین۔ تجہیز و تکفین۔ دَین یعنی قرض۔ وصیت۔ اب ان تینون کو تین فصل مین بیان کیا جاتا ہے۔

فصل اول تجہیز تکفین کا بیان

میت کے ترکہ مین سے سب سے پہلے اُسکی تجہیز تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام نہایت سیدھے سادے شرعی طریقے سے سنت[۱] کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے پارچون کی تعداد و مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جسکو وہ اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلتا اور لوگون کے سامنے آتا ہو اور بازار و مسجد وغیرہ مین پہن کر جاتا ہو نہ اسقدر کم قیمت اور ردّی کفن دین جس سے اُسکی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دین جسمین اسراف ہو اور وارثون کے حق مین نقصان آوے ایسے ہی معمولی خام قبر بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب۔ غسّال کی اُجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسیطرح حسب حیثیت متوسط درجے کا کرین قبر کے لیے اگر عام مسلمانون کے قبرستان مین جگہہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہو تو قبر کے لیے زمین خرید لیجائے اُسکی قیمت بھی دیگر سامان تجہیز و تکفین کے مانند ترکہ مین سے محسوب ہوگی۔

کفن دفن کے سامان مین فضول خرچی کرنیسے یا تو وارثون کے حصّے مین کمی آتی ہے اور اگر میت کا مال صرف قرض ادا کرنیکی مقدار یا اِس سے بھی کم ہے تو قرض خواہونکا حق تلف ہوتا ہے کیونکہ کفن دفن کے سامان مین جسقدر زیادہ صرف ہوگا مال کم رہتا جائیگا پس معلوم ہوا کہ

(۱) اگر میت کا مال قرض سے کم یا بالکل قرض کے برابر ہو تو کفن دفن کے سامان مین ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز جائز نہین۔

(۲) اگر کوئی وارث وغیرہ خود ایسا کریگا تو جسقدر خرچ بلا ضرورت اور زائد ہوا ہے اُسکو تاوان دینا پڑے گا۔

(۳) اگر میت کے ذمے قرض ہی نہین یا مال قرض سے زیادہ ہے تو اگر سب وارث بالغ ہین اور

[۱] یہ طریقہ مالا بدمنہ۔ مفتاح الجنۃ۔ بہشتی زیور۔ مسافر آخرت مین ملاحظہ کرو ۱۲

سب کی اجازت سے صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصّے مین محسوب ہو گا۔

(۴) اگر وارث نابالغ ہین تو اُنکی اجازت کا اعتبار نہین اُنکے حصّے مین کمی نہ آویگی بلکہ اجازت دینے والے بالغ لوگون کے ذمّے پر اس فضول خرچی کا تاوان ہوگا۔

(۵) اگر سب نے اجازت نہین دی تو جس جس نے اجازت دی ہے اُسکے ذمے اُسکا تاوان پڑیگا۔

(۶) یہ بڑا چادر جو جنازے کے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن مین داخل نہین اور ایسے ہی وہ جانماز جو کفن کے کپڑے مین سے امام کے لیے بچالی جاتی ہے کفن سے بالکل علیحدہ اور فضول ہے۔ پس اگر میت کے پاس ادائے قرض سے زیادہ مال نہو یا وارث نابالغ ہون تو یہ جانماز اور چادر بنا کر قرض خواہون اور یتیمون کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہین سخت ممنوع ہے۔

بعض ناواقف لوگ اس مسئلے کو سُنکر ہنسینگے۔ لیکن یہ سُنکر اُنکی آنکھین کھُل جائینگی کہ معتبر کتب شریعت مین یہانتک لکھا ہو کہ اگر میّت زیادہ مقروض ہو تو وارث تو نیز قرضخواہ جبر کر سکتے ہین کہ صرف دو ہی کپڑون مین دفن کردو یعنی کفن مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا تہمت) کم کراسکتے ہین۔ پھر ان زائد چادرون اور جانمازون کی کیا حقیقت ہے۔

تنبیہ جیسے کفن دفن مین فضول خرچی ناجائز ہے اور اجازت دینے والے بالغون کے حصے پر اُسکا تاوان پڑتا ہے اسیطرح دیگر صدقات وخیرات جو میّت کی وفات کے بعد کیے جاتے ہین غلّہ اور پیسے اور کپڑے تقسیم کیے جاتے ہین یہ ہرگز مصارف تجہیز وتکفین مین محسوب نہ ہونگے بلکہ کرنے والے اور اجازت دینے والے بالغون کے ذمّے تاوان واجب ہوگا۔ اس معاملے مین بہت احتیاط کرلی چاہیے۔ بعض دفعہ میّت کے وارثون مین چھوٹے چھوٹے بے خبر قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہین اور دوسرے رشتہ دار رسوم کی پابندی اور مال مفت دل بے رحم سمجھکر خوب جا و بیجا صرف کرتے ہین اور آخرت کا عذاب اپنے سر دھرتے ہین کبھی یہ ہوتا ہو کہ سلے ہوئے تیار شدہ تمام یا اکثر کپڑے میّت کی طرف سے خدا واسطے دیدیے جاتے ہین۔ حالانکہ خود وارث اُنکے محتاج اور مستحق ہوتے ہین۔ شوہر مرجاتا ہے اور زوجہ اور بچے رہجاتے ہین تو زوجہ صاحبہ بے دھڑک اُسکے مال مین سے فاتحہ و درود کرتی ہین۔ یہ خبر نہین کہ یہ مال معصوم بچونکا حق ہے۔ اگرچہ وہ اُنکی مان ہے لیکن انکے مال کو بلا ضرورت خرچ کرنیکی مختار نہین۔

میّت کی طرف سے صدقہ کرنا بیشک بہت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے میّت منتظر رہتا ہو اور حقیر سے حقیر

چیز بھی اُسکو ثواب پہونچانے کے لیے خالص نیت سے خدا واسطے دیجائے تو اُسکو اُس عالم مین نہایت نفع پہونچاتی ہے کہ عذاب مین تخفیف ہوجاتی ہے یا درجات بلند ہوجاتے ہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ عرض کرتے ہین کہ ہمارے صدقہ وخیرات سے ہمارے والدین کو نفع ہوگا یا نہین تو آپ ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے تھے کہ ہان نفع ہوگا اُنکی طرف سے صدقہ کرو۔ لیکن یہ صدقات اُسیوقت پسندیدہ و نافع ہوسکتے ہین کہ شریعت کے موافق ہون۔ شریعت حکم کرتی ہے کہ غریبون یتیمون کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو بلکہ جس کسی کو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے اور دل سے یا زبان سے کہدے کہ فلان میّت کو اسکا ثواب پہونچ جائے۔

(۷) یہ جو کئی جگہ وارثون اور خرچ کرنے والون پر تاوان لازم ہونے کا بیان ہوا یہ اُسوقت ہے کہ میت نے ان امور کی وصیّت نہ کی ہو۔ اگر اُسنے وصیت کی ہے تو اُسکا حکم وہی ہے جو وصیت کے بیان مین آوے گا کہ ثلث مال سے اگر پورا ہوسکے تو دین ورنہ وارثون کو اختیار ہے۔ مثلاً اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیت کرگیا تو اُسکی حیثیت معمولی درجے کے کفن کا خرچ اُسکے ترکہ مین سے نیکراب باقی کو دیکھین کہ حیثیت سے بڑھکر دینے مین جسقدر مال زیادہ خرچ ہوگا وہ اِس باقی ماندہ مال کے ثلث مین سے پورا ہوسکتا ہے یا نہین۔ اگر پورا ہوسکتا ہے تو زیادہ خرچ کرکے اُسکی وصیت کے موافق کفن دیدیا جائے۔ اور اگر وہ خرچ جو حیثیت سے زیادہ دینے مین پڑھے گا ثلث سے پورا نہین ہوسکتا تو وارثون کو اختیار ہے خواہ زیادہ خرچ برداشت کرکے اُسکی وصیّت کے موافق کفن دین۔ یا حسب حیثیت متوسط درجے کا کفن دین۔ اور اگر خلاف سنت وصیت کی ہے مثلاً مرد نے کہا کہ مجھکو پانچ کپڑے کفن مین دینا عورت نے کہا کہ مجھکو سات آٹھ کپڑے دینا تو خلاف سنت اختیار کرکے اس قسم کی وصیت کو پورا کرنا ہرگز جائز نہین (چنانچہ وصیت کے بیان مین اسکا ذکر آوے گا)۔

مسئلہ اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ میت کے لیے اپنے پاس سے کفن دینا چاہتا ہے یا قبر کی اُجرت دینا چاہتا ہے تو وارثون پر اسکا قبول کرنا لازم نہین[1] خواہ میّت مقروض ہو یا نہو۔ قرضخواہ یہ نہین کہہ سکتے کہ تم دوسرے شخص کے دیے ہوئے کو قبول کیون نہین کرتے اور میّت کا مال کفن مین خرچ کرکے ہمارا کیون نقصان کرتے ہو۔ اِسلیے کہ بقدر تجہیز وتکفین شریعت نے میّت کے لیے اُسکے مال مین بعد مرگ بھی حق مقرر فرمادیا ہے اُسمین قرضخواہون کو دست اندازی جائز نہین

[1] البتہ اگر بعض وارث نابالغ ہون تو قبول کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر بالغ وارث کہین کہ ہم اپنے مال سے تجہیز و

البتہ اگر وارث خدا واسطے کے کفن کو خوشی سے منظور کرلین تو جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس وارثون کے لیے ضروری نہین کہ وہ میّت کو کسی عام قبرستان اور گور غریبان مین دفن کرین بلکہ اگر چاہین تو بقدار قبر زمین خرید کر اُسمین دفن کرین۔ کوئی وارث یا قرضخواہ اس سے مانع نہین ہوسکتا ہان اگر وہ اپنی خوشی سے عام گورستان مین دفن کردین تو جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی غیر شخص یا کوئی خاص وارث بہت عمدہ کفن اپنی طرف سے دیدے تو مضائقہ نہین۔ یا یون کہے کہ متوسط درجے کے کفن کا خرچ ترکہ مین سے لے لو اور باقی زیادہ خرچ مین اپنی طرف سے دونگا تب بھی جائز ہے۔

(۳) اگر اتفاق سے درندون نے قبر اُکھیڑ ڈالی اور کفن ضائع کرکے مُردے کو نکال ڈالا یا کفن چور نے مُردے کو نکال کر برہنہ ڈال دیا تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ اصل ترکہ اور مال سے دلایا جائے (ایسی صورت مین غسل و نماز دوبارہ نہین کیا جاتا)

(۴) عورت کا اگر شوہر موجود ہے تو عورت کا کفن اُسکے ذمّے پر واجب ہے عورت کے ترکہ مین سے اسکا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہین تو حسب معمول مرنے والی کے ترکہ اور مال سے خرچ کیا جائے۔

(۵) اگر میّت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہین چھوڑا جس سے اُسکی تجہیز و تکفین کیجائے تو اُسکے وارثون سے بموجب حصّہٴ میراث چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اُس سے اُسی قدر کفن دفن کا چندہ لیا جائے اور جس شخص کو کم میراث ملتی اب اُس سے اُسیقدر کفن دفن کا خرچ کم لیا جائے۔

(۶) اگر میّت کے کوئی رشتہ دار ہی نہو یا ہون مگر مفلس محتاج ہون یا اسجگہ موجود نہون مسافت بعیدہ پر ہون تو تمام خرچ بیت المال (یعنی اسلامی بادشاہ کے خزانے) سے دلایا جائے۔

(۷) اگر اسلامی حکومت اور بیت المال موجود نہو تو اہل محلّہ و اہل شہر مین اُن لوگون پر واجب ہوگا جنکو اس میّت کے حال کی اطلاع ہوئی ہے وہ سب چندہ کرکے اُسکا سامان کرین۔ اگر خود ان سب سے بھی نہو سکے تو اُنپر واجب ہے، کہ دوسرے مسلمانون سے چندہ مانگ کر اس مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کرین۔ لیکن چندہ اسیقدر جمع کرنا چاہیئے جو ضروریات کفن و دفن کو کافی ہوجائے۔ سوال کیے روپیہ سے کفن کی چادر اور جانماز بنانا جائز نہین بلکہ ضروری خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے شرعاً اُس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۔ تکفین کرینگے تو بھی دوسرے کے دیئے ہوئے کو قبول کرنا ضروری نہین رہتا ۱۲

چندہ کا لوٹانا اور واپس کرنا واجب ہے۔ الغرض میراث پر جو چیزین مقدم ہین اُنمین سب سے اول تجہیز وتکفین ہے جبتک اسکے خرچ سے کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ قرضخواہون کو کچھ مل سکتا ہے نہ وصیت مین خرچ ہو سکتا ہے نہ وارثونکو پہونچ سکتا ہے ۱۲

فصل دوم قرض کا بیان

جب تجہیز وتکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے تو قرض ادا کیا جائے کیونکہ جیسے زندگی مین بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے اور دائن اُسکو نہین لے سکتا اسی طرح بقدر کفن دفن حق میّت ہے دائن کی رعایت سے وہ حق تلف نہوگا۔

ف بعض کتابون مین لکھا ہے کہ ایک قرض ایسا بھی ہے جو تجہیز وتکفین سے بھی مقدم ہے مثلاً وہ شئے جو قرضخواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جسکو میت نے خرید لیا تھا لیکن قیمت بھی ادا نہ کی تھی اور نہ اُسپر قبضہ کیا تھا بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضے مین تھی۔ ان صورتون مین قرضخواہ اپنا قرضہ اور بائع اپنی قیمت ان چیزون سے وصول کر سکتا ہے اور یہ تجہیز وتکفین سے بھی مقدم ہے لیکن آپ کو ترکہ اور مال میراث کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو چیزین تجہیز وتکفین سے مقدم ہین اور جن پر غیر کا حق لگا ہوا ہے وہ حقیقت مین ترکہ ہی نہین ترکہ وہی ہے کہ میّت اپنی وفات کے وقت خالی از حقوق غیر چھوڑے۔ پس ترکہ مین کوئی ایسا حق نہ ہوا جو تجہیز وتکفین سے مقدم ہو۔ اب قرض ادا کرنے کے قاعدے ملاحظہ کرو۔ قرض کی چند قسمین ہین۔

(۱) اوّل وہ جو صحت مین (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو یا عام طور سے لوگونکے مشاہدے اور معائنہ سے ثابت ہو (مثلاً سب کے سامنے زید نے ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرکے ہندہ سے نکاح کیا ہے تو ہندہ کا ایک ہزار روپیہ زید کے ذمے برملا مشاہدہ ثابت ہو گیا۔ یا سب لوگونکے سامنے زید نے کسی سے غلہ خریدا تھا یا کپڑا خریدا تھا۔ یا سب لوگون کو عام طور سے معلوم ہے کہ زید کے مرض مین فلان عطار یا فلان ڈاکٹر سے دوا قرض لیجاتی تھی۔

(۲) دوم وہ جسکا مرض الموت مین میّت نے اقرار کر لیا مثلاً کہا کہ فلان شخص کا اسقدر روپیہ میرے

لہ چنانچہ باب اوّل کی فصل چہارم کے نمبر ۳ مین اسکا بیان گذر چکا ہے ۱۲

وہ مجھے واجب ہے یا مین نے اسکی فلان شئے ضائع کردی تھی اُسکی قیمت میرے ذمے واجب ہے اور صرف میّت کا اقرار ہی اقرار ہے گواہون سے یا عام مُشاہدے سے یہ بات ثابت نہین۔ جب قرض کی ۲ دو قسمین معلوم ہوگئین تو اُسکے ادا کرنے کے قواعد سُن لو۔

(۱) اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونون قسم کے قرضونکی ادائگی کے لیے کافی ہے تو بلا تکلّف دونون قسم کے قرض ادا کردیے جائین۔

(۲) اگر صرف ایک ہی قسم کا قرض ہے اور مال کافی ہے تو بھی بلا تکلّف قرض ادا کردیا جائے

(۳) اگر مال اداے قرض کے لیے کافی نہین اور قرض ایک ہی قسم کا اور ایک ہی شخص کا ہے تو جو کچھ مال تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے وہ اُسکو دیدیا جائے باقی کو وہ اگر چاہے معاف کردے یا آخرت پر موقوف رکھے۔ وارثونکے ذمّے پر اسکا ادا کرنا لازم نہین۔

(۴) اگر ایک ہی قسم کا قرض ہے مگر کئی آدمیون کا ہے تو سب کو وہ مال دیدیا جائے کہ حصّہ رسد تقسیم کرلین یعنی جسکا قرض زیادہ ہو وہ زیادہ لے اور جسکا قرض کم ہو اُسی حساب سے کم لے۔

مثال (۱) حصّہ رسد تقسیم ہونیکی۔ زید کے ذمّے پر تین سو روپیہ عمرو کا واجب ہے پچاس بکر کا ڈیڑھ سو خالد کا۔ کُل پانسو روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف اڑھائی سو روپیہ باقی رہا۔ تو ڈیڑھ سو روپیہ عمرو کو دیے جائین (یعنی اُسکے قرضے سے نصف) اور پچیس بکر کو (یعنی اُسکے قرض کا نصف) اور پچھتر خالد کو (یعنی ڈیڑھ سو کا نصف)

مثال (۲) زید کے ذمے پر پانچ روپیہ عبد اللہ کے واجب ہین دو روپیہ احمد حسن کے تین روپیہ سعید خان کے کُل دس روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف ۲ ۱۰/ باقی رہے (یعنی دس چونّی اور دس پیسے) تو پانچ روپیہ والے کو ۵/ ۱ دیے جائین (یعنی پانچ چونّی اور پانچ پیسے) اور دو روپیہ والے کو ۸/ ۰ دیے جائین (یعنی دو چونّی اور دو پیسے) اور تین روپیہ والے کو ۱۲/ ۰ دیے جائین۔

قاعدہ ۵ ۔ اگر دونون قسم کا قرض ذمہ پر واجب ہے اور مال دونون کی ادائگی کو کافی نہین ہے تو پہلے اوّل قسم کے قرض ادا کیے جائین۔ اُسنے جو کچھ باقی رہے وہ دوسرے قسم کے قرض مین ادا کیا جائے۔ اگر دوسرے قسم کے قرضخواہ کئی آدمی ہون تو اُس باقی ماندہ کو حصّہ رسد تقسیم کرلین۔

(۶) جب مال اسقدر کم ہو کہ قسم اوّل کے قرضون کے لیے بھی کافی نہین تو بس قسم اوّل ہی کے قرضخواہون کو دیدین اگر ایک ہی شخص کا قرض ہو تو سب مال وہی لے لیگا اور اگر چند آدمی قسم اول کے قرضخواہ ہون تو جو کچھ مال ہو اُسکو حصّہ رسد تقسیم کرلین۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(۷) جب مال قسم اوّل کے قرضون کے لیے کافی نہو یا اُنکو کافی ہوکر اور کچھ باقی نہ رہے تو ان دونون صورتون مین قسم دوم کے قرضخواہ محروم رہینگے۔ اَب اُنکو اختیار ہے کہ معاف کرکے ثواب واجر حاصل کرین یا معاملہ آخرت پر موقوف رکھین۔ میّت کے وارثون پر جبر نہین کرسکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر اُنکو وسعت ہو تو مناسب یہی ہے کہ قرض ادا کرکے اپنے عزیز میّت کو سبکدوش کرادین۔

واضح ہو کہ زوجہ کا دَین مہر بھی ایسا ہی قرض ہے جیسے دوسرے لوگون کے قرض اور اُسکا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے لوگون کا قرض ادا کرنا جب تک اوسکو ادا کرنیکے بعد کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ وصیت جاری ہوسکتی ہے نہ کسی کو میراث ملسکتی ہے۔

قرض کی ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی خداے تعالیٰ کا قرض۔ جیسے زکوٰۃ وکفّارہ واجب شدہ قضا نماز روزے کا فدیہ وغیرہ۔ جب پہلی دونون قسمون کے قرض ادا کرنیکے بعد کچھ مال باقی رہے اور میّت نے اس قسم کے قرضون کے ادا کرنیکی وصیّت کی ہو تو تجہیز و تکفین وادائے قرض قسم اوّل و دوم کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے ایک ثُلث (ایک تہائی) مین سے ان قرضون کو ادا کیا جائے۔ اگر ایک ثلث مین ادا ہو سکین تو ثُلث سے زیادہ مال خرچ کرکے انکو ادا کرنا وارثونکے ذمے پر لازم نہین بلکہ اُنکو اختیار ہے خواہ ثُلث سے زیادہ مال خرچ کرکے اس کو پورا کرین یا نکرین۔

پہلی دو قسمون کے قرض اور اِس قسم سوم مین یہ فرق ہے کہ اُنکا ادا کرنا میّت کی وصیّت پر موقوف نہین تھا بلکہ وصیّت کرے یا نہ کرے ہر حالت مین تجہیز و تکفین کے بعد اُس قرض کا ادا کرنا ضروری تھا اور یہ قسم سوم یعنی حقوق اللہ زکوٰۃ وصلوٰۃ وحج وغیرہ میّت کی وصیّت پر

لہ اگر مقدار مہر گواہون سے ثابت ہے یا لوگون کو مشاہدے سے معلوم ہے تو قرض کی قسم اول مین داخل ہے اور اگر صرف اقرار ہے تو عورت کے خاندان کے رواج کی مقدار مہر قسم اوّل مین داخل ہے جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ قسم دوم مین داخل ہے واللہ اعلم فافہم ۱۲

موقوف ہین - دوسرا فرق یہ ہی کہ اوّل و دوم قسم کے قرض کے ادا کرنے مین کوئی حد نہین تھی اگر کل مال بھی خرچ ہو جائے تو خرچ کر کے ادا کرنا ضروری تھا اور اس قسم سوم کو تجہیز و تکفین اور ادا ے قرض قسم اوّل و دوم کے بعد جو مال باقی ہے اُسکے ایک تہائی مین سے ادا کرنا ضروری ہے ثُلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثون کے ذمے پر لازم نہین تیسرا فرق ظاہر ہی کہ قسم دوم کا قرض جب ہی ادا کیا جاتا تھا کہ قسم اوّل کا قرض ادا ہو جائے یا اوّل قسم کا ذمہ پر ہی نہو - اور قسم سوم کا قرض جب ہی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم اوّل و دوم کے قرضے اگر ہون تو ادا ہو گئے ہون (قرض کی یہ تیسری قسم چونکہ وصیّت مین داخل ہے اور جب تک میّت وصیت نہ کر جائے اُسکا پورا کرنا ضروری نہین ہوتا اسلیے ہم اسکو وصیّت کے بیان مین دوبارہ ذکر کرینگے

تنبیہ - قرض کی نسبت احادیث مین نہایت سخت تاکید و تنبیہ وارد ہے - جو لوگ قرض چھوڑ جاتے اور اُسکی ادائگی کے لیے مال بھی نہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جنازون کی خود نماز نہ پڑھاتے بلکہ صحابہ رض سے فرما دیتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو - اور اپنی دعا و نماز سے آپ اُنکو محروم رکھتے حالانکہ اُن لوگونکا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہوتا تھا اور وہ ضرورت ہی مین قرض لیتے تھے تاہم آپ اسقدر تشدّد فرماتے تھے - آج فضول رسمون اور بے جا خرچون کے واسطے لوگ بڑے بڑے قرض لیتے ہین اور مر جاتے ہین تمام مکان و اسباب کے فروخت و نیلام ہونیکے بعد بھی قرض ادا نہین ہوتا اور وارث کچھ فکر نہین کرتے - صحیح حدیث مین ہے کہ مومن کی روح (دخول جنّت یا حصول ثواب سے) روکی جاتی ہے جب تک اُسکا قرض ادا نہ کیا جائے - ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا مین اُنپر مال خرچ کرون (اور قرض ادا نکرون) آپنے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقیّد ہی قرض[1] ادا کرو - اور اسی قسم کی بہت سی احادیث موجود ہین پس اوّل تو حتی المقدور قرض نہ لو اور اگر بہ مجبوری لو بھی تو اُسکی ادائگی بہت جلد کرو اور مرنے لگو تو وارثون کو سخت تاکید کر جاؤ کہ ادا کرین بعض دفعہ خاص میّت کے مال سے خوب رسمی دعوتین اور خوب صدقات و خیرات کیے جاتے ہین لیکن قرض کا کوئی خیال نہین کرتا - جب وارث نابالغ ہون یا قرض کے لیے مال کافی نہ ہو تو ایسا تصرّف کرنا بالکل جائز نہین - اگر کسی وارث کو ایصال ثواب کا خیال ہو تو اپنے مال سے جسقدر ممکن ہو صدقات و خیرات کر کے ثواب پہونچا دے -

[1] مشکوٰۃ باب الافلاس

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اگر میت نے مال نہین چھوڑا تو اُسکے قرض کا ادا کرنا وارثون کے ذمہ پر
واجب نہین ہان محبت کا مقتضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہو کہ حسب مقدور اُسکے ذمہ سے دین ادا
کرکے اُسکو راحت پہونچائین۔ اگر کوئی شخص ادا نکرے تو قرضخواہ دوسرے عالم مین انصاف خداوندی
کے منتظر رہین اور بہتر یہ ہو کہ معاف کردین۔ اِس معافی کی وجہ سے انکو اتنا بڑا ثواب حاصل ہوگا کہ
اگر روز جزا مین فیصلہ ہوکر مقروض کے حسنات اور نیکیان بھی انکو دلوادی جائین تو بھی اتنا بڑا ثواب
نہوگا۔ قرض کو معاف کرنے اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن و حدیث
سے ثابت ہے۔ لہذا معافی سب سے بہتر ہے۔

روایت ایک بہت بڑا معاملہ دار آدمی تھا اُسنے اپنے ملازمون سے کہہ رکھا تھا کہ جب کسی
مقروض کے پاس تقاضا کرنے کے لیے جاؤ اور وہ سختی اور تنگدستی مین ہو تو اُسکو مہلت دیدیا کرو
(اور اگر ادا ہی نہ کرسکے تو معاف کردیا کرو) شاید اللہ تعالی ہم پر بھی رحم فرماوے جب اُسکا انتقال
ہوا تو اِسکے سوا اُسکا کوئی عمل نیک موجود نہ تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جیسا تو لوگون کو معاف
کردیا کرتا تھا ہمنے بھی تیری خطا معاف کی (اور جنت مین داخل کیا)

میراث پر جو تین چیزین مقدم ہین اُنمین سے دو کا بیان ہوچکا یعنی تجہیز[1] و تکفین[2] اور قرض اب
وصیت کا بیان باقی ہے لیکن چونکہ قرض کی قسم دوم مین مریض کے اقرار کا ذکر آیا ہو اور مرض
الموت مین جن غیر واجب شدہ امور کو میت لازم کرلیتا ہے وہ وصیت مین داخل ہین لہذا مناسب
معلوم ہوا کہ قرض اور وصیت کے ذکر کے درمیان مین مرض الموت اور مریض کے اقرار کو بیان کردیا
جائے۔ تاکہ قرض و وصیت کے احکام سمجھنے مین آسانی ہو۔

فصل ۳۔ مرض الموت اور مریض کے اقرار کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان مین آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ اللہ تعالی نے جو سامان و اسباب
راحت بندہ کو مستعار عطا کیے ہین بظاہر اُسکو ان چیزون کا پورا مالک و متصرف قرار دیدیا ہے۔ لہذا
حالت صحت و حیات مین ہر شخص کو پورا اختیار رہے کہ اپنا جسقدر مال و اسباب و جائداد جس کسی کو دینا چاہے
دیجائے خواہ وہ لینے والا اِسکا وارث ہو یا کوئی رشتہ دار ہو یا بالکل اجنبی کوئی دوست وغیرہ ہو
دالبتہ اِسکے لیے شرط یہ ہے کہ جس چیز کو دینا چاہتا ہے اُسکو تقسیم کرکے علیحدہ کرے اور جسکو

دینا چاہتا ہے اُسکو دیکر قبضہ کرادے۔ ورنہ اگر مشترک مال کو دیگا یا قبضہ نہین دلاویگا تو یہ معتبر نہین ہوگا اور اصل مالک کی موت کے بعد اُسکے وارث اُس مال کے مستحق ہوجاوینگے۔ اسکا مفصل بیان میراث المسلمین مین ملاحظہ فرماؤ۔

لیکن جب اِس مسافر بیکس کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے موجودہ وارثونکو اِسکے مال کا حقدار بنا دیتا ہے۔ اور جس دن سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جسمین یہ مسافر دنیا سے رخصت ہوجائیگا اُسی دن سے وارثون کا حق اُسکے مال مین کسی قدر لگ جاتا ہے اور مریض کو شرعاً پورا اختیار نہین رہتا۔ بعض معاملات و تصرفات اُسکے پوری طرح نافذ اور جاری ہوتے ہین جنمین اصل مستحقین کی حق ہی ملحوظ ہو۔ اور بعض تصرفات بالکل بے سود اور بیکار جاتے ہین۔ جنمین دوسرونکی کچھ حق تلفی ہوتی ہو اور بعض تصرفات ثُلث (یعنی تہائی) مال مین جسقدر پورے ہوسکین نافذ اور جاری کرلیتے ہین۔ اگر ثلث مین نہ ہوسکین تو زیادہ مال خرچ کرکے اُن کا پورا کرنا ضروری نہین۔ (اسکی تفصیل آپ کو اقرار مریض اور وصیت کا بیان پڑھکر معلوم ہوگی۔

زندگی مین ہرگز یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ وہ بیماری کونسی ہے جسمین مریض دنیا سے رخصت ہوجائیگا اور وہ مرض مرض الموت کہلائیگا۔ کیونکہ جب تک بدنمین سانس ہے صحت کی اُمید ہے خواہ کتنا ہی شدید مرض ہو۔ اسکا یقین جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی مرجائے اور مرض الموت اُسی کو کہتے ہین جسمین بندہ دنیا سے رخصت ہوجائے۔ جن مرضون مین مبتلا ہوکر مریض صحت یاب ہوگیا وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہونگے اور اُن مرضونمین جسقدر تصرفات کیے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہونگے یعنی جو کچھ کسی کے لیے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ دیدیا تھا یا قرض ادا کر دیا تھا۔ (وغیرہ وغیرہ) وہ سب صحیح اور درست ہوگا۔ خواہ وہ امراض شدید اور مہلک ہون یا خفیف اور معمولی۔

جب کوئی شخص کسی مرض مین مبتلا ہوکر مرجائے تو جس روز سے مبتلا ہوا تھا اُسی دن سے مرض الموت کی حالت شمار ہوگی اور اُس مدت کے تصرفات پورے جاری نہونگے۔ لیکن جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ رہا ہو اُسکو ابتدا ہی سے مرض الموت شمار نہ کرینگے اور ابتدائے مرض سے اُسکے تصرفات مین خلل نہین آویگا بلکہ جس روز سے مرض شدید ہوکر ہلاکت کی نوبت پہونچی ہے اُس روز سے مرض الموت شمار ہوگا۔ اور اُسی روز سے اُسکے معاملات کو پوری طرح جاری نہ سمجھین گے

پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق وسل وغیرہ مین مبتلا تھا اُسکے بعد ایک ہفتہ کے لیے مرض شدید ہوکر اُسی مین انتقال ہوگیا تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا اس سے پہلے معاملات بالکل جائز اور صحیح مثل حالتِ صحت کے سمجھے جاوینگے۔ اسیطرح اگر کسی شخص کو عرصہ سے بواسیر کا عارضہ یا صرع (مرگی) کے دورے ہوجاتے تھے اور اخیر مین ایک دفعہ مرض بڑھکر انتقال ہوگیا تو جتنے دنون آخر کے دورہ مین مریض ہوکر گھر مین پڑا رہا ہے بس وہی مرض الموت کے ایام ہین۔ ابتدائے مرض بواسیر یا صرع سے مرض الموت نہین سمجھینگے علیٰ ہذا القیاس جس مرض مین مریض (بلا تکلّف) نماز وغیرہ کے لیے مسجد مین جاتا تھا بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر مین کچھ کام کرتا رہتا تھا صاحب فراش نہین ہوا تھا یعنی بستر سے نہین لگ گیا تھا وہ بھی ابتدا سے مرض الموت شمار نہ ہوگا۔

ایسے ہی عورت جس مرض مین اپنے گھر کے کاروبار کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہوگا۔ مثلاً بہت دنون سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا۔ تقدیر سے ایک مہینے کے بعد ایسا شدید بخار چڑھا کہ دس روز تک نہ اُترا تو بس یہ دس روز مرض الموت کے سمجھے جاوینگے انھین دنون کے تصرفات پورے جاری نہونگے ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہونگے اور اُنکے تصرفات جائز و صحیح ہونگے۔

غرض جس مرض مین مریض مرجائے اور وہ مرض سال بھر سے کم ہو اور اُسمین اپنے معمولی وضروری کاروبار نہ کرسکے اُسکو مرض الموت کہتے ہین۔

اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے اور اسقدر طوفان آگیا کہ حیات کی اُمید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہوگیا اور پھر جہاز و کشتی غرق ہوکر لوگ ہلاک ہوگئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت ان لوگون کے حق مین مثل مرض الموت کے شمار ہوگا اور ایسی حالت مین جو کچھ معاملات کیے تھے اُنکا وہی حال ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا عنقریب بیان ہوتا ہے۔ لیکن اگر جہاز سلامت نکل آیا تو اُس حالتِ مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور درست پوری طرح نافذ ہون گے یہ ایسی ہی صورت ہوگی جیسے کوئی حالتِ مرض مین تصرّفات کرے اور پھر شفا پاجائے تو اُسکے سب معاملات مثل صحت کے شمار ہوتے ہین۔

جس شخص کے قتل کا حکم ہوچکا ہے اور حوالات یا قید خانہ مین محبوس ہے اُسکی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہین سمجھی جاتی اور اُسکی اس حالت کے تمام معاملات مثل حالت

صحت کے جاری و نافذ ہونگے۔ البتہ جس وقت اُسکو قید سے نکالکر مقتل کی طرف لے چلیں اور قتل کر ڈالیں تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے مانند ہے اِس حالت مین اگر اسنے کوئی تصرّف مثل اقرار وغیرہ کے کیا ہو تو اُسکا حال وہی ہوگا جو مرض الموت کے تصرّفات کا ہوتا ہے اور اگر اُس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی رہا یا قتل کا حکم بالکل منسوخ ہوگیا تو جیل سے نکلکر قتل گاہ تک آنیکی حالت مرض الموت کے مانند نہوگی بلکہ مثل صحت کے سمجھی جائے گی اور اِس حالت مین جو تصرفات کیے تھے وہ بالکل جاری اور صحیح درست ہو جاینگے عورت اگر ولادت کی تکلیف مین مرگئی تو جس وقت سے درد زہ شروع ہوا تھا اُسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا اور اُس حالت کے تصرّفات مثل مرض الموت کے سمجھے جائینگے اور اگر تکلیف اُٹھاکر صحیح سلامت زندہ رہ گئی تو اِس حالت کے تمام معاملات بالکل مثل صحت کے سمجھے جاینگے اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے تو جس وقت سے بخار چڑھا تھا اُسی وقت سے مرض الموت سمجھین گے اگرچہ بخار مین پھرتا رہا اور کچھ کام بھی کرتا رہا ہو۔

جب مرض الموت کی تحقیق ذہن مین آگئی تو مریض کے اقرار اور اُسکے احکام کا حال سُنو۔

حکم اوّل مرض الموت مین اگر کسی ایسے واجب شدہ حق کا اقرار کرے جسکا واجب ہونا عام طور سے لوگون کو معلوم ہی یا گواہ موجود ہین تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور یہ قرض یا امانت وغیرہ جسکا اقرار کیا ہے۔ بالکل اسی طرح لازم اور واجب الادا ہوگا جیسے صحت کے قرض وغیرہ لازم ہوتے ہین۔

حکم دوم۔ اگر ایسے واجب شدہ حقوق کا اقرار کرے جنکا واجب ہونا لوگون کے معائنہ اور مشاہدہ سے ثابت نہین اور نہ گواہ موجود ہین تو یہ اقرار بھی معتبر اور لازم ہوگا خواہ کتنے ہی زیادہ مال کا اقرار کرے جب تک یہ قرض ادا نہ ہو جائے وارثون کو کچھ نہ ملے گا البتہ پہلے وہ قرض وحقوق ادا کیے جائینگے جو صحت مین واجب ہوئے تھے یا مرض الموت ہی مین واجب ہوئے تھے لیکن اُنکے گواہ موجود تھے یا لوگون کو معلوم تھا جب وہ ادا ہو جائین اور مال باقی رہے تو یہ ادا کیے جائین جنکا صرف اقرار ہے باضابطہ گواہ اور لوگون کو علم نہین۔

(۳) اپنے کسی وارث کے لیے اگر کسی قسم کے قرض[ل] وامانت وغیرہ واجب شدہ حق کا اقرار کیا یا غیر واجب چیزین اُسکو دینے کے لیے وصیت کرگیا۔ یا خود دیدی تو یہ باتین نامعتبر ہونگی اور

[ل] لیکن امانت کو ضائع کر دینے کا اقرار درست ہے چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا ۱۲

اس اقرار وغیرہ سے کچھ لازم نہین ہوگا (البتہ اگر باقی وارث اس اقرار کو جائز رکھین اور منظور کرلین (بشرطیکہ عاقل بالغ ہون) تو جو کچھ اقرار وغیرہ کیا ہے (بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے اگر مال باقی رہے تو اسمین سے) وہ سب حقوق پورے دیئے جائین

(۴) مرض الموت مین جن غیر واجب شدہ حقوق کا بطور صدقہ و تبرع بہ نیت ثواب یا بوجہ مروت و رعایت اقرار کرے گا کہ میری طرف سے اسقدر دیدیا جائے وہ سب وصیت مین داخل ہین۔ اسی طرح اگر اپنے نماز روزہ حج وغیرہ کے پورا کرنیکی تاکید کی (اور مال بھی چھوڑا ہے) تو یہ سب چیزین وصیت شمار ہونگی اور تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُسکے ایک ثُلث مین اگر پورے ہوسکین تو کرنا ضروری ہے اسی کو وصیّت کہتے ہین جسکا مفصّل بیان اب (چند احکام و مسائل بیان کرنے کے بعد) عنقریب شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ اوّل اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدے تو واقع ہوجائے گی لیکن اگر عدّت ختم ہونے سے پہلے شوہر مرگیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی۔

(۲) اگر زوجہ کے مرض الموت مین شوہر نے اُسکو طلاق دیدی یا خود زوجہ نے طلاق مانگ لی یا خُلع کرلیا تو خُلع ہوجائیگا اور سب صورتون مین طلاق واقع ہوجائیگی۔

(۳) اگر مرض الموت مین کوئی چیز خریدی اور قیمت ادا کردی یا قرض لیا اور ادا کردیا تو جائز و درست ہے اگر مرنیکے بعد میّت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی یہ ادا کردہ قیمت بائع سے واپس نہ لیوینگے مگر شرط یہ ہے کہ خریدنا اور قرض لینا گواہون سے ثابت ہو یا لوگونکو معلوم ہو۔

(۴) اگر مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے فلان وارث کی امانت ضائع کردی ہے اور اُسکا اسقدر تاوان میرے ذمہ پر واجب ہے اور لوگون کو اُس امانت رکھنے کا علم تھا یا گواہ موجود تھے تو اس ضائع شدہ مال کی قیمت مرنے کے بعد اُسکے مال مین سے دلوائی جائے گی اور (مثل قرض قسم اوّل) تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال سے واجب الادا ہوگی۔

(۵) اگر مریض کا قرض کسی کے ذمہ پر واجب تھا اور وہ قرض حالتِ صحت مین واجب ہوا تھا (یعنی مرض الموت سے پہلے) اور اب مرض الموت مین اقرار کرتا ہو کہ مینے اپنا وہ قرض مقروض سے وصول پالیا ہے تو یہ اقرار بالکل جائز و درست ہے بشرطیکہ یہ مقروض شخص مریض کے اُن وارثون مین سے نہو جو اسکے مال سے میراث پائینگے کیونکہ وارث کی نسبت ایسا

اقرار درست نہین۔
(۶) اگر کسی شخص نے حالتِ مرض الموت مین نکاح کیا اور مہر عورت کے خاندان کے رواج اور دستور کے موافق مقرر کیا تو یہ مہر حالت صحت کے قرضونکے مانند میت کے ذمہ پر لازم ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُسمین سے ادا کیا جائے (ملاحظہ کرو دین کی قسم اول کا بیان) اور اگر مہر عورت کے خاندان کے رواج سے زیادہ مقرر کر دیا ہے تو جسقدر زیادہ ہے اسکا حکم مثل وصیّت کے ہے۔
(۷) اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کے لیے اقرار کر لیا تو جائز و درست ہے کیونکہ ناجائز وہ اقرار ہے جو وارث کے لیے ہو اور یہ اقرار وارث کے لیے نہین اُسکے بیٹے یا زوجہ کے لیے ہے
(۸) اگر میت نے کسی ایسے شخص کے لیے قرض یا کسی چیز کی قیمت یا امانت وغیرہ کا اقرار کیا جو مریض کا وارث نہین ہے اور مریض کے وارثون نے اس اقرار کو منظور کر لیا تو یہ اقرار جائز ہے اگرچہ پہلے سے اِس قرض وغیرہ کا حال کسی کو معلوم نہ تھا اور گواہ موجود نہ تھے۔
(۹) اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لیے اقرار کیا کہ اسکا اِسقدر قرض میرے ذمہ پر واجب ہے یا اسکی اسقدر امانت میرے پاس ہے اور پھر وہ وارث جسکے لیے اقرار کیا تھا مریض سے پہلے ہی مرگیا تو یہ اقرار بالکل صحیح و درست ہے۔ اگر گواہ بھی موجود ہین تو قرض کی قسم اوّل مین داخل ہوکر واجب الادا ہوگا اور اگر گواہ نہین تو قسم دوم مین شمار ہوکر ادا ہوگا لیکن جسکے لیے اقرار کیا تھا وہ چونکہ مرگیا لہذا یہ اقرار شدہ مال وامانت اُسکی اولاد وغیرہ وارثون کو دیجائیگی شرح قاعدہ یہ ہے کہ وارث کے لیے اقرار جائز نہین اور یہان جائز ہوگیا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ اقرار اُس شخص کے لیے ناجائز ہے جو مریض کی موت کے وقت اُسکا وارث ہو اور یہ شخص جب مریض سے پہلے مرگیا تو اُسکا وارث ہی نہوا البتہ اقرار جسوقت کیا گیا تھا اُس وقت وارث تھا لیکن اُسوقت کا اعتبار نہین۔ اعتبار ہے مریض کے انتقال کے وقت کا۔ پس جو شخص بوقت وفات مریض زندہ ہو اور اُسکا وارث ہو اُسکے لیے اقرار جائز نہین۔ اور جو شخص مریض کی موت کے وقت زندہ ہی نہین رہا یا زندہ ہو مگر وارث نہ رہا تو اُسکے لیے اقرار جائز ہوگا اسکی مثال کے لیے وصیّت کے باب مین چھٹی شرط کی مثال دوم ملاحظہ کرو۔
(۱۰) اگر مریض اقرار کرے کہ مین نے اپنی بیٹی سے جو مرگئی ہے اپنا قرض وصول کر لیا تھا اور

مریض کا بیٹا یا دوسرے رشتہ دار نہین ملتے تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور بیٹی کے مال سے قرض وصول کیا جائیگا کیونکہ بیٹی اگرچہ وارث تھی مگر جب مرگئی تو وارث نہ رہی لہذا اس سے قرض وصول کر لینے کا اقرار معتبر ہوگا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی دوسرے وارث کی نسبت قرض وصول ہونیکا اقرار ہو اور وہ مقروض وارث مرچکا ہو تو اقرار معتبر ہوگا۔

(۱۱) مرض الموت مین اگر کسی اجنبی شخص کے لیے (یعنی جو وارث نہو) قرض کا اقرار کیا کہ میرے ذمہ پر اسکا اس قدر قرض واجب ہے یا اسکی فلان شئے کی قیمت میرے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ بات نہ لوگون کو معلوم ہے نہ کوئی گواہ ہے تو یہ اقرار اسکا صحیح و معتبر ہوگا قرض کی قسم دوم مین داخل ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد قسم اوّل کے قرض ادا کرنیکے بعد اگر کچھ مال باقی رہے تو اُسمین سے ادا کیا جائیگا **اسی طرح** اگر کسی خاص چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ گھوڑا یا مکان یا زیور فلان شخص کا ہے یا یہ کہ فلان شخص کی اسقدر امانت (روپیہ زیور کپڑا وغیرہ) میرے پاس ہے یہ بھی معتبر ہوگا مگر قسم اوّل کے قرض کے بعد ادا کیا جائے گا۔

(۱۲) اگر مرض مین اقرار کیا کہ فلان عورت کا اسقدر روپیہ وغیرہ میرے ذمہ پر واجب ہے۔ پھر اِسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو نکاح سے پہلا اقرار معتبر ہوگا۔ اور قرض کی قسم دوم مین داخل ہوکر تجہیز و تکفین اور قسم اوّل کے قرض ادا کرنیکے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُس سے وہ مال ادا کیا جائے جو اقرار سے واجب ہوا تھا۔

(۱۳) شوہر کے مرض الموت مین اگر شوہر و زوجہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ حالت صحت مین شوہر طلاق دیچکا ہے اور اسوقت عدّت بھی گذر چکی ہے اور اسکے بعد عورت کے لیے کسی قرض یا امانت وغیرہ کا اقرار کر لیا۔ تو اقرار اور میراث کی وجہ سے جو مال عورت کو حاصل ہوگا انمین سے جونسا مال کم ہو وہ عورت کو دلوا دیا جائے مثلاً میراث مین تو صرف سو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے تین سو کا تو صرف سو روپیہ میراث کے طور سے دلواتے جائینگے اور اگر میراث مین پانسو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے دو سو کا تو صرف دو سو روپیہ دلوا دینگے۔ کیونکہ ایسی صورت مین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ شاید شوہر نے اقرار معتبر ہونے اور زوجہ کو مال دلانے کے لیے عدّت گذرنیکا غلط اقرار کر لیا ہے تاکہ زوجہ وارث نہ رہے اور اسکے لیے اقرار صحیح ہوجائے اور مال ملجائے اِسلیے شرعاً یہ انتظام کیا گیا کہ اقرار اور میراث

ع اگر گواہ نہین اور لوگون کو معلوم نہین۔ ورنہ قرض کی قسم اوّل مین داخل ہوگا ۱۲

مین سے جو کم ہو وہ دیا جائے تاکہ لوگون کو ایسے غلط اقرار سے فائدہ نہو اور ایسے اقرار نہ کرین۔

(۱۴) اگر مریض کے ذمہ پر خود بھی اسقدر قرض ہے کہ اسکا تمام مال ادائے قرض کے لیے کافی نہین اور اسنے اپنے مدیون (مقروض) کا قرض معاف کردیا تو یہ بھی معافی معتبر نہوگی اسلیے کہ اسمین مریض کے قرضخواہون کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر کسی شخص نے حالتِ مرض مین اپنے کسی رشتہ دار کے لیے جو اسکی میراث سے حصہ پانے والا ہے اقرار کیا کہ اسکا اسقدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے تو یہ اقرار بالکل ناجائز (غیر معتبر) ہے خواہ میت کے ذمہ پر قرض ہو یا نہو اور ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے یا نہ رہے ہر صورت مین وارث کے لیے جو اقرار کیا ہے بیکار اور باطل ہے۔

(۱۶) اگر مریض نے کسی ایسے شخص کی نسبت جو اسکے ترکہ مین سے حصہ پا دیگا یہ کہا کہ اسکے ذمہ پر میرا جو کچھ قرض تھا وہ مین نے وصول کر لیا ہے تو یہ معتبر نہو گا۔

قواعد مذکورہ سے یہ مسئلہ بھی آپ کی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ اگر کوئی عورت مرض الموت مین شوہر کو مہر معاف کردے یا اقرار کرے کہ مین نے اس سے اپنا مہر وصول کر لیا (حالانکہ نہ کسی کو خبر ہے اور نہ گواہ موجود ہین) تو یہ معافی اور اقرار ہرگز معتبر[۱] نہو گا۔

اس صورت مین اگر باقی وارث مہر وصول ہوجانیکی تصدیق کرین یا معافی کو منظور کرلین تو معاف ہوجائے گا (مگر معافی مین مذکورہ سابق شرط ضروری ہے یعنی باقی وارث عاقل بالغ ہون نابالغون کی اجازت اور منظوری معتبر نہین ہے)

(۱۷) اگر کسی مریض کے ذمہ اسقدر قرض ہے کہ اسکا مال ادائے قرض کے واسطے کافی نہین وہ اگر مرض الموت مین کسی قرض خواہ کا قرض پورا ادا کردے یا اپنی زوجہ کا مہر دیدے یا کسی کی واجب شدہ اجرت ادا کردے تو یہ جائز نہین کیونکہ اس سے دوسرے قرضخواہونکے حق مین کمی آتی ہے

شرح جائز نہ ہونیسے یہ مطلب نہین کہ اسکو قرض ادا کرنیسے اور مہر دینے سے روک دینگے اور ممانعت کرین گے۔ نہین اسوقت تو اسکو قرض و مہر و اجرت وغیرہ ادا کرنیسے منع نہین کرینگے کیونکہ

---

[۱] میراث المسلمین مطبوعہ سابقہ مین لکھا گیا ہے کہ ثلث مہر اس صورت مین معاف ہوجائے گا۔ یہ صحیح نہین ثلث معاف ہونا بھی وارثون کی اجازت پر موقوف ہے اور کل کا بھی۔ جسقدر وہ اجازت دین گے معاف ہوجائے گا ۱۲ منہ

یہ کس کو معلوم ہے کہ یہ مرض الموت ہے یا نہیں لہذا اُسوقت کچھ نہین کہہ سکتے البتہ اگر اُسی مرض مین مرجائے اور باقی مال قرضخواہون کے لیے کافی نہین ہے تو جن لوگون کا قرض و مہر و اُجرت اُس نے ادا کی تھی اُنسے واپس لین گے اور میّت کے باقی مال کے ساتھ ملاکر تمام قرضخواہون کو حصّہ رسد تقسیم کرینگے اُنھین کے ساتھ یہ لوگ بھی شریک ہونگے جن سے قرض و مہر وغیرہ واپس کیا گیا ہے جسکا زیادہ قرض ہوگا اُسکو زیادہ حصّہ ملیگا جسکا کم ہوگا اُسکو کم (زیادہ کم ملنے اور حصّہ رسد تقسیم ہونیکا مفصّل طریقہ فصل دوم قرض کے بیان مین ذکر ہوا)

(۱۸) مرض الموت مین جو دُور دور کے رشتہ دار جمع ہوکر اپنے قیام وطعام کا خرچ مریض کے ذمّہ پر ڈالتے ہین اگر میّت کی تیمارداری اور خدمت کے لیے انکی واقعی ضرورت ہے تو یہ خرچ اُسکے مال سے دیا جائیگا۔ اور اگر ضرورت نہین اور یہ رشتہ دار و عزیز شرعی وارث اور حصّہ دار بھی نہین لیکن میّت کی اجازت سے انکی مہمانداری ہوئی ہے تو اس خرچ کا حکم مانند وصیّت کے ہے۔ اور اگر میّت کی اجازت نہین یا وہ رشتہ دار خود شرعی وارث اور حصّہ دار بھی ہین تو اُنکے مصارف کا بار میّت کے مال مین سے محسوب نہ ہوگا بلکہ اُنکے ذمہ پر پڑے گا۔

جو مصارف متعلقین کی مہمانداری کی وجہ سے پڑین ۱۲

(۱۹) اگر مرض الموت مین کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہین بطور تحفہ و ہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل دلوا دیا جائیگا لیکن اگر مریض اُس مرض مین مرگیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت تھا تو اسکا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۲۰) اگر کہا کہ میری طرف سے مسجد بنوا دینا یا مدرسہ مین اسقدر چندہ دینا یا فلان شخص کو اسقدر مال دینا تو یہ سب وصیّت ہے۔

(۲۱) مرض الموت مین اگر کہا کہ فلان مکان یا فلان باغ یا زمین وقف ہے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ اسکا مقصود اپنی طرف سے وقف کرنا ہے تو اسکا حکم وصیّت کا ہوگا اور اگر اُس زمین و باغ وغیرہ کا اصلی اور قدیم حال بیان کرتا ہے تو کل باغ و مکان وغیرہ جسکا نام لیا ہے وقف ہوجائیگا

فصل چوتھی وصیّت کا بیان

میراث پر جو تین چیزین مقدم ہین اُن مین سے دو کا ذکر پہلی اور دوسری فصل مین ہوچکا تھا مناسب سمجھکر تیسری فصل مین مریض اور اُسکے اقرار کا حال لکھا گیا اب تیسرے امر یعنی وصیت

کا بیان ہوتا ہے ؛
پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدائے اسلام مین وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لیے اپنے مال مین سے حصّے مقرر کرجانا بوقت موت ہر شخص صاحب مال پر واجب تھا وہ حکم منسوخ ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے خود ہی حصّے مقرر فرماکر مال تقسیم کردیا۔ لیکن اپنے احسان و فضل کے سے ثُلث مال مین اب بھی بندۂ ناچیز کا اختیار باقی رکھا تاکہ اسوقت فی سبیل اللہ مال خرچ کرکے اپنی عمر بھر کی تقصیرات مثل بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کردے اور اگر اپنے کسی دوست یا بعید رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہتا ہو تو اِس ثُلث مین سے دیکر دل خوش کرلے جو باتین میّت کے ذمہ پر واجب نہین تھی اور اُسنے مرض الموت مین بطور تبرّع یعنی احسان و مروت و صدقہ) اُنکو لازم کرلیا مثلاً کسی کا قرض معاف کردیا یا کوئی خاص چیز یا مال اُسکے لیے مقرر کردیا یا مرض الموت مین یا اُس سے پہلے کوئی معاملہ کرکے اُسکو اپنی موت سے متعلق کردیا۔ مثلاً کہا کہ میرے مرنیکے بعد مسجد بنوا دینا کنوان بنوا دینا یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ مین اسقدر روپیہ دینا یا فلان شخص کو اتنا روپیہ دینا یا فقرا و مساکین کو طعام یا غلہ یا کپڑے تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یا فرائض و واجبات خداوندی مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ جو اسکی غفلت سے قضا ہوگئے تھے اُنکے ادا کرنیکے لیے ورثہ وغیرہ سے کہا۔ یہ سب چیزین وصیت شمار ہونگی اور ثُلثِ مال سے پوری کیجائین گی۔

یعنی تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے تین حصے کرکے دو حصّوں مین وارثون کا پورا استحقاق ہے اور ایک حصّے مین میّت کا اختیار ہے۔ اگر اُسنے مذکورہ بالا اقسام وصیّت سے کوئی وصیّت کی تھی تو مال کے ایک حصّے یعنی ثُلث مین اُسکو پورا کرین اگر وصیتین پوری ہوکر کچھ مال اس ثُلث مین سے بھی باقی رہجائے تو وہ بھی وارثون کا حق ہے۔ اور اگر اتنی بڑی وصیّت یا چند وصیتین کردی تھین کہ ایک تہائی مین پوری نہین ہوسکتی تو جسقدر ایک ثُلث مین پوری ہوسکین پوری کیجائین باقی کا جاری اور نافذ کرنا اور ثُلث مال سے زیادہ اُسمین خرچ کرنا وارثون کے ذمہ پر لازم و واجب نہین ہے۔ کیونکہ باقی دو ثُلث اُنکا حق ہے البتہ اگر وہ اپنی اجازت اور خوشی سے اپنے حصّے مین سے صرف کرکے میّت کی وصیتون کو پوری طرح جاری کرنا چاہین تو کرسکتے ہین اُنکو اختیار ہے۔ لیکن یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ سب وارث بالغ و عاقل اور موجود ہون کیونکہ نابالغ و مجنون کی رضامندی معتبر نہین اور غیر حاضر

کا حال معلوم نہین کہ اجازت دیگا یا نہین۔

مسئلہ اگر کسی غیر موجود وارث کے پاس خط بھیجا کہ مورث نے چند وصیتین کی ہین جو ثلث مال مین پوری نہین ہوسکتین آپ اُنکے پورا کرنیکی اجازت دیتے ہین یا نہین۔ وارث نے جواب دیا کہ مین اجازت دیتا ہون تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی جب تک کہ پوری تعیین اور تصریح سے اُسکو وصیت کا حال اور مقدار نہ لکھی جائے۔

مسئلہ اگر مورث کی زندگی مین وارثون نے ایک ثلث سے زیادہ وصیت کو منظور کرلیا اور اجازت دیدی اور اُسکی موت کے بعد اجازت دینے پر راضی نہوئے تو پہلی اجازت معتبر نہوگی اور وصیت پوری نہ کیجائیگی وارثونکی وہی اجازت معتبر ہے جو میت کی وفات کے بعد ہو۔ کیونکہ اُسکی وفات سے پہلے تو یہ اُس دوثلث کے پورے مالک نہین تھے۔ **اگر** سب وارث حاضر ہین بعض نے اجازت دی اور بعض نے ایک ثلث سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہین دی تو جن لوگون نے اجازت دی ہے اُنکے حصّے مین سے خرچ کرکے جسقدر وصیّت پوری ہوسکے گی پوری کرینگے دوسرون کے حصّے مین خلل نہ آویگا۔ اسیطرح اگر موجودہ لوگون نے اجازت دی ہے تو غیر حاضر لوگون کے حصّے مین کمی نہ آویگی اور ایسے ہی اگر بالغون نے اجازت دیدی تو ایک ثُلث سے زیادہ جوکچھ خرچ ہوگا وہ بالغون کے حصّون مین سے لیا جائے گا نابالغون کو دوثُلث مین سے جوکچھ حصّہ ملا ہے وہ بدستور قائم رہے گا کچھ کم نہوگا۔ **اس بیان** سے شبہہ ہوسکتا ہے کہ جن لوگونکی اجازت معتبر ہے اُنکے حصے مین سے بقدر ضرورت مال لیکر وصیّت کو بالکل پورا کردیا جائے خواہ کسی قدر مال صرف ہو۔ حالانکہ یہ مطلب نہین۔ مقصود یہ ہے کہ جب ایک ثُلث مین وصیّت پوری نہوسکی تو جن لوگون نے اجازت دی ہے اور اُنکی اجازت معتبر بھی ہے تو جسقدر اُنکا حصّہ ہے اُسی حساب سے اُنکے حصّے مین سے مال زیادہ لیکر ایک ثلث کے ساتھ شامل کرلین جسقدر وصیّت اُسمین پوری ہوسکے پوری کردین۔ یہ ضروری نہین۔ کہ اِنکے حصّے کو صرف کرکے وصیّت کو بالکل کامل اور تمام کیا جائے۔ شاید اس مثال سے مطلب آپ کے ذہن مین آجائے۔

مثال زید نے وصیّت کی تھی کہ ایکسو اسی روپیہ لگاکر میری طرف سے ایک کنوان بنوادیا جائے اُسکے مرنے کے بعد تجہیز وتکفین اور قرض ادا کرنیکے بعد کل تین سو ساٹھ روپیہ باقی رہا اُسمین سے ایک ثُلث یعنی ایکسو بیس علیحدہ کیا اور باقی دوسو چالیس اُسکے موجودہ وارث یعنی بیٹا اور

بیٹی کا حق ہے اسّی روپیہ بیٹی کو ملیگا اور ایکسو ساٹھ بیٹے کو۔ ایک ثلث علیحدہ کیا تھا اُس مین وصیت پوری نہین ہوسکتی بلکہ ساٹھ روپیہ کی کمی ہے۔

اگر بیٹا بیٹی دونون اجازت دیتے تو بیس روپیہ بیٹی کے حصہ مین سے لیے جاتے اور چالیس بیٹے کے حصے سے اِسلیے کہ بیٹے کو دوچند حصہ ملاہے اسطرح ساٹھ روپیہ کی کمی پوری ہوجاتی لیکن چونکہ بیٹی اجازت نہین دیتی لہذا صرف بیٹے سے چالیس روپیہ لیکر اُس ایک ثلث کے ساتھ ملادینگے جو علیحدہ کیا گیا تھا جسکی مقدار ایکسوبیس ۱۲۰ روپیہ تھی اب ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپیہ مین جیسا کنوان بنجائے بناوین یہ نہین ہوگا جسقدر کمی ہے وہ سب بیٹے کے حصہ مین سے لیکر ایکسو اسی ۱۸۰ روپیہ کا کنوان بنادین۔

مسئلہ جس شخص کے کوئی وارث موجود نہین اور قرض بھی نہین وہ اگر کل مال کی وصیت بھی کردے تو جائز ہے۔

ایک ثلث مال مین جو میّت کو اختیار دیا گیا ہے اور اُسکی وصیت وغیرہ جائز رکھی گئی ہے وہ اُسیوقت ہی کہ یہ شرطین پائی جائین۔

شرط اوّل وصیّت کرنیوالا عاقل بالغ آزاد ہو۔ پس اگر لڑکے یا مجنون یا غلام نے وصیّت کی تو ثلث مین بھی نافذ و جاری نہوگی۔ کیونکہ لڑکا اور مجنون اپنے نفع و نقصان کو اچھی طرح نہین سمجھ سکتے اور غلام کے پاس جو کچھ مال ہے وہ اُسکا مالک نہین مولیٰ اور آقا کا مملوک ہی (لیکن اپنے تجہیز و تکفین کی نسبت نابالغ کی وصیت معتبر ہے)

(۲) وصیّت کرنیوالے کے ذمہ اسقدر قرض نہو کہ اُسکو ادا کرنیکے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے کیونکہ وصیّت جب ہی جاری ہوتی ہے جب تجہیز و تکفین و اداے قرض کے بعد مال باقی رہے پس اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسکا مال اداے قرض کے لیے کافی نہین یا ادا کرنیکے بعد کچھ مال باقی نہین رہے گا تو اُسکی وصیّت بالکل باطل اور بے اعتبار ہوگی۔

(۳) جسکے لیے وصیّت کرتا ہے وہ بوقتِ وصیّت زندہ ہو میّت کی وفات کے بعد اُسکا زندہ ہونا شرط نہین۔ پس اگر کسی مردہ شخص کے لیے وصیّت کی تو معتبر نہ ہوگی اور اگر زندہ شخص کے لیے وصیّت کی لیکن وہ وصیّت کرنیوالے کے سامنے ہی مرگیا تو یہ وصیّت جائز ہوگی اور جسکے لیے وصیّت کی تھی اُسکی جگہ اُسکے وارث اِس وصیّت کے مستحق ہوجاینگے (ملاحظہ ہو وصیت

کی چھٹی شرط کی مثال دوم)

(۴) جسکے لیے وصیت کی ہے وہ وصیّت کو لینے اور حاصل کرنیکے قابل ہو۔ پس اگرکسی گھوڑے کے لیے وصیّت کی یا مسجد کے لیے وصیّت کی تو جائز نہین البتہ اگر اپنے وصی یا وارثون سے یون کہے کہ تم فلان گھوڑے پر یا فلان مسجد پر اسقدر روپیہ یا فلان چیز خرچ کردینا تو جائز اور معتبر ہے۔

تنبیہ آج کل جو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لیے وصیّت کرجاتے ہین اُسکا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تم لوگ مسجد و مدرسہ پر اسقدر صرف کردینا یا مسجد و مدرسہ کے متولی و مہتمم کو دیدینا کہ صرف کرے اسلیے اس قسم کی وصیّت جائز و معتبر ہوتی ہے۔

(۵) جس چیز کی وصیّت کی ہے وہ قابل تملیک شئے ہو خواہ کوئی معیّن چیز مکان کپڑا زیور جانور وغیرہ ہو یا ایسا حق ہو جو مملوک ہوسکے مثلاً ایک مکان کی نسبت وصیّت کی کہ زید کو اسمین اتنی مدّت تک سکونت کرنے دینا یا فلان مکان مین ہمیشہ فقیر اور مسافر رہا کرین اس صورت مین مکان وارثونکی ملک ہوجائیگا مگر حقّ سکونت زید کو یا فقرا و مساکین کو حاصل رہیگا۔ پس اگر کسی ایسے حق کی وصیت کی جو قابل تملیک نہین تو وصیت صحیح و معتبر نہین ہوگی مثلاً زید سے کہا کہ مجھکو جو عمر پر مقدمہ ہتک عزّت دائر کرنے کا حق حاصل تھا وہ تجھے بخشتا ہون تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی ایسی چیز ہو جسکا بالکل وجود ہی نہین تو اُسکی بھی وصیّت صحیح نہین مثلاً وصیّت کی کہ ایک سال کے بعد جو میری گھوڑی کے بچّہ پیدا ہوگا وہ زید کو بخشتا ہون تو یہ وصیّت صحیح نہوگی۔

(۶) چھٹی شرط یہ ہو کہ جس شخص کے لیے وصیّت کی ہے وہ میّت کا وارث نہو۔ اگر وارث کے لیے وصیت ہوگی تو باطل اور غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث اسکو جائز رکھین اور منظور کرلین تو معتبر ہوجائے گی۔

شرح یہ جو بیان ہوا کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہین ہے یہان وہ وارث مراد ہے جو بوقتِ وفاتِ میّت شرعاً وارث ہو اور اُسکے مال سے حصّہ پاوے پس اگر کوئی شخص بوقتِ وصیت تو وارث تھا مگر مورث کی وفات کے وقت وارث نہین رہا تو اُسکے لیے جو وصیت ہوئی ہو وہ جائز ہوگی **مثال اوّل** جب زید نے بھائی کے لیے وصیت کی تو چار وارث موجود تھے ایک والدہ ایک زوجہ ایک ہمشیرہ ایک بھائی سب سمجھتے تھے کہ یہ وصیت باطل ہوگی مگر زید کے انتقال

سے دو روز پہلے اُسکے ایک بیٹا پیدا ہوگیا اب یہ بھائی صاحب وارث تو نہ رہے (کیونکہ بیٹے کی موجودگی مین میّت کا بھائی محروم رہتا ہے) مگر زید نے جو اُنکے لیے وصیّت کی تھی وہ صحیح ومعتبر ہوگئی کیونکہ بوقت وفاتِ زید وہ وارث نہین تھے **مثال دوم** زید نے اپنے بھائی کے لیے وصیّت کی بظاہر اسکو سب ناجائز سمجھ رہے تھے مگر اتفاق سے زید کی حیات ہی مین اُسکے بھائی کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیت جائز ومعتبر سمجھی جائیگی اور اس وصیت مین جسقدر مال وغیرہ زید نے اپنے بھائی کے لیے مقرر کیا تھا وہ زید کے بھائی کی اولاد وغیرہ کو ملجائیگا - اگر بھائی نہ مرتا تو یہ وصیت باطل تھی البتہ میراث سے حصّہ ملتا اب جبکہ بھائی مرگیا تو وہ وارث ہی نہ رہا اسلیے وصیت اُسکے لیے جائز ہوگئی اور اُسکے پس ماندگان کو دی گئی - (ملاحظہ ہو شرط سوم)

اسیطرح اگر کوئی شخص وارث تو کہلاتا ہے لیکن دوسرے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے اُسکے لیے بھی وصیّت جائز ومعتبر ہے **مثلاً** زید کے چچا بھی موجود ہے اور بھائی بھی تو زید کا چچا بوجہ موجود ہونے زید کے بھائی کے محروم ہے - لہذا چچا کے لیے وصیّت جائز ہے یا **مثلاً** میّت کے بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی تو پوتا چونکہ بیٹے کی موجودگی مین محروم رہتا ہے اسلیے پوتے کے واسطے اِس صورت مین وصیت جائز ہوگی -

اور اگر کوئی شخص پہلے سے وارث نہین تھا اور اُسکے لیے وصیّت کردی گئی تھی پھر بوقت مرگِ میّت وہ وارث ہوگیا تو یہ وصیّت باطل ہوگی **مثال** زید کے باپ دادا دونون زندہ تھے چونکہ باپ کے سامنے دادا وارث نہین ہوتا اسلیے زید نے دادا کے لیے کچھ وصیّت کردی بظاہر جائز تھی - تقدیر سے زید کی زندگی مین زید کے باپ کا انتقال ہوگیا - اب باپ کی جگہ دادا وارث ہوگئے اور وصیّت جو کچھ انکے لیے کی گئی تھی وہ باطل ٹھہری - **مثال دوم** زید کے بیٹا موجود تھا لہذا ہمشیرہ محروم تھی اُسکے لیے زید نے کچھ وصیّت کردی - بقضائے الٰہی زید کا بیٹا داغِ مفارقت دے گیا تو زید کی ہمشیرہ وارث ہوگئی لہذا اسکے لیے جو وصیّت کی تھی وہ بیکار اور باطل ہوگئی -

(۷) یہ شرط تو پہلے بار بار معلوم ہوچکی ہے کہ وہ وصیّت ثُلث سے زیادہ نہو اگر اتنی زیادہ وصیت کی ہے کہ ثلث مال مین پوری نہین ہوسکتی تو صرف ثُلث مین جاری ہوگی ثُلث سے زیادہ کا خرچ

کرنا وارثون کی رضامندی اور اختیار پر موقوف ہے۔ اور اگر کوئی وارث ہی موجود نہو تو ثلث سے زیادہ بلکہ کل مال کی وصیّت بھی جائز و معتبر ہے بشرطیکہ دین نہو۔

اہل اسلام مین سب سے پہلے جس شخص نے ثلث مال کی وصیّت کی وہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے۔ مدینہ منورہ مین حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر گرم ہوئی تھی لیکن تشریف نہ لائے تھے کہ آپ کی تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو پیام اجل آپہونچا۔ آہ کیسی حسرت کا وقت تھا اِدھر موت کا فرشتہ مہلت نہین دیتا۔ اُدھر شوقِ دیدار مرنے کی اجازت نہین دیتا۔ اس حالت مین نادیدہ مشتاق و جان نثار مجبور بحکم پروردگار نے وصیت کی کہ جب حضور انور تشریف لائین تو میرا ثلث مال آپ کی نذر کر دیا جائے براءؓ کے وارثون نے اُنکی آرزو کو پورا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص خادم کے ہدیہ کو قبول فرماکر بکمال سیر چشمی از طرف خود اُن کے وارثون کو عطا فرما دیا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ

اگرچہ تقسیم ترکہ اور وارثون کے لیے اَب نہ وصیّت کی ضرورت ہے اور نہ معتبر ہے شریعت نے خود حصّے مقرر فرماکر تقسیم کر دیا ہے اگر اُنکے خلاف وصیّت کریگا تو ہرگز اعتبار نہو گا اور گناہ بے لذت اور عذاب آخرت سر پر رہے گا لیکن دیگر اُمور کے لیے وصیت کر جانا اب بھی مستحب ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان پر دو راتین بھی ایسی نہ گذرنی چاہئین کہ اُسکے پاس وصیّت نامہ لکھا ہوا موجود نہو۔ اور بعض امور کی وصیّت کرنا واجب ہو جاتا ہے اور بعض وقت مکروہ اور حرام ہوتا ہے۔

واجب جس شخص کے ذمہ پر لوگون کے قرض ہون یا اسکے پاس امانتین ہون جنکی کوئی ایسی سند نہین جس سے قرضخواہ اور مالکِ امانت دعویٰ کر کے وصول کر سکے یا اسی قسم کے اور معاملات ہون جن مین بلا وصیت لوگون کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اُسپر لازم و واجب ہے کہ اگر وصیت کا موقع پائے تو وصیّت کر جائے اور اُن لوگون کے حقوق کو تحریراً یا تقریراً ظاہر کر جائے اسیطرح جس شخص نے اپنی کوتاہی سے بلا عذر شرعی نماز روزے قضا کر دیے ہون یا واجب شدہ حج و زکوٰۃ ادا نکیا ہو اُسپر بھی واجب ہے (بشرطیکہ مال موجود ہو) کہ اِن امور کے ادا کرنیکی وصیّت کر جائے۔ اگر وصیّت کا موقع پایا اور وصیت نہ کی تو گنہگار ہوکر آخرت مین مستحق عذاب ہوگا

چونکہ قرب الموت ہونے کی حالت مین وصیّت کا موقع پانے کا یقین نہین لہذا دینداری کی بات یہ ہے کہ انسان حالت صحت وحیات ہی مین اس قسم کے امور کی وصیّت کر دے۔

کسی شخص کے ذمہ پر واجب شدہ نماز روزہ کسی دوسرے شخص کے پڑھنے اور رکھنے سے ادا نہین ہو سکتا لہذا انکے ادا کرنیکی صورت یہ ہے کہ فدیہ دیا جائے ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم ہے جسکی مقدار انگریزی سیر سے تقریبًا دو سیر ہے اور ایک نماز[1] کا فدیہ بھی اسیقدر ہے۔ حج ادا کرنے کے لیے میّت کے وطن سے کوئی شخص بھیجا جائے اور پورا خرچ دیا جائے۔ لیکن اُجرت اور تنخواہ کچھ نہ دیجائے ورنہ میّت کی طرف سے حج ادا نہو گا۔ زکوٰۃ کی جسقدر وصیت کی ہے حساب لگا کر ادا کر دیجائے۔ اسی طرح کفّارہ اور صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ جن چیزون کی وصیت ہو ادا کر دی جائین مفصل مسائل میت کی طرف سے حج وغیرہ ادا کرنے کے کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہین اور کسیقدر فتاوے محمدیہ مین لکھے گئے۔

مستحب۔ بندیدہ اور مستحب ہے کہ وصیّت کر جائے کہ میرا کفن دفن بطریق مسنون کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ اور چیخنا چلّانا موقوف رکھین۔ اور رسوم خلاف شرع عمل مین نہ لاوین[2]۔

امور ضروریہ اور واجبہ کے سوا اگر مال مین سے وصیّت کرنا چاہے تو ہر حالت مین مستحب یہ ہے کہ ثلث مال سے کم کی وصیّت کرے۔ اگر اسکے وارثان شرعی پہلے سے غنی اور مالدار ہین یا اُسکی میراث مین سے اسقدر حصہ ملے گا کہ میراث پانیکے بعد بہت غنی اور دولتمند ہو جائین گے تو مال مین سے مدارس ومساجد وغیرہ کے لیے یا ایسے وارثون کے لیے جنکو حصہ نہین پہونچے گا وصیّت کر جانا مستحب ہے لیکن ثُلث مال سے کم وصیّت کرنا بہتر ہے۔

اور اگر وارثان شرعی پہلے سے بھی غنی نہین اور مال بھی اسقدر زیادہ نہین کہ میراث پاکر وہ لوگ دولتمند ہو جائین تو مستحب ہے کہ اپنے مال مین سے صدقہ وخیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سب ترکہ وارثون کے لیے چھوڑ دے کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس وحاجتمند ہین تو انکو بھی جو کچھ

---

[1] مذہب حنفی مین قضا شدہ وتر کا بھی فدیہ دینا ضروری ہے پس ایک روز کی پنجگانہ نماز مع وتر کا فدیہ بارہ سیر گندم بوزن انگریزی ہوا ۱۲

[2] جس شخص کے عزیز واقربا مین نوحہ کرنیکی عادت اور ناجائز رسوم کا رواج ہو اور اپنے مرنے کے بعد نوحہ وغیرہ کا گمان غالب ہو اُسکے لیے ان امورات کی ممانعت لازم اور ضروری ہے ۱۲

نفع اور فائدہ میت کے مال سے ہوگا اسکا ثواب ورا جرمیت کو مثل صدقہ اور خیرات[۱] کے بلکہ اُس سے بھی دوچند حاصل ہوگا۔

جائز۔ اگر کوئی وارث نہو تو کُل مال کی وصیت کردینا بھی جائز و معتبر ہے۔ اور اپنے تجہیز و تکفین وغیرہ کے لیے ایسے تمام اُمور کی وصیت کردینا جائز ہے جو شرعًا ممنوع و مکروہ نہون مثلاً یہ کہ فلان جگہ دفن کرنا فلان شخص نماز پڑھادے وغیرہ وغیرہ۔

مکروہ و حرام۔ مکروہ و حرام ہے اُن امور کی وصیت کرنا جو خلاف سنت ہین یا شریعت مین حرام ونا جائز ہین یا ایسے لوگون کے لیے وصیت کرنا جو معصیت خداوندی اور فسق و فجور مین مبتلا ہین اور غالب گمان یہ ہو کہ اسکے مال کو بھی اُسی مین صرف کرینگے

اللہ تعالیٰ نے مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ[۲] ارشاد فرماکر ایسی وصیت کرنیکی ممانعت فرمادی ہے جس سے وارثون کو ضرر پہونچے اور اسکی چند صورتین ہوسکتی ہین (۱) ثُلث سے زیادہ وصیت کرجائے۔ گو یہ پوری نہ کیجائیگی لیکن گناہ ہوگا اور گناہ بے لذت (۲) کسی شخص کی امانت کا یا قرض کا اقرار کرے اور فی الحقیقت اسکے ذمہ پر واجب نہو بلکہ وارثون کے حصہ مین کمی اور نقصان کرنا منظور ہو (۳) اپنا قرض جو دوسرون کے ذمہ پر واجب تھا اُسکے وصول پانیکا جھوٹا اقرار کرے تاکہ وارث اُس سے نہ لے سکین۔ (۴) کوئی نہایت بیش قیمت چیز بلا ضرورت صرف وارثون کا نقصان کرنیکے لیے بہت کم قیمت مین کسی کے ہاتھ فروخت کردے یا کوئی ردی اور کم درجہ چیز بڑی قیمت پر خریدے (۵) ثُلث مال کی وصیت کرے لیکن ثواب کی نیت اور کوئی ضرورت نہو وارثونکا حصہ کم کرنا منظور ہو (۶) بلا قصور وارثان زندگی مین سب مال کا فیصلہ کرکے وارثون کو محروم کرجائے۔ یہ سب[۳] تصرفات جائز و نافذ ہون گے لیکن گنہگار اور عاصی ہوجائیگا بعض مین بہت زیادہ بعض مین کم۔

۱؎ لقولہ علیہ السلام فی سوال جابرؓ للوصیۃ انک لن تنفق نفقۃ الا اُجرت فیہا الخ ۱۲ ۲؎ یعنی بطریق مذکورہ بالا میراث تقسیم کی جائے بعد وصیت پورا کرنے اور دین ادا کرنے کے۔ لیکن وصیت کرنے والے کو وارثونکا ضرر رسان نہ ہونا چاہیئے۔ ۱۲

۳؎ سوائے نمبر اول کے چنانچہ بیان ہوا۔ ۱۲

وصیّت کسطرح پوری کیجائے اور کونسی کیجاے اور کونسی نہ کیجائے

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ کفن و دفن اور اداے قرض وحقوق کے بعد جو مال باقی رہے اُسکے ایک ثلث مین وصیت جاری ہوتی ہو پس اگر میّت نے چند وصیتین کین جو ثُلث مال مین انجام نہین پا سکتی اور زیادہ خرچ کرنیکی وارثون نے اجازت نہین دی تو جو ضروری اور واجب اُمور کی وصیتین ہین اُنکو پہلے پورا کیا جا ئیگا اُنمین سے کچھ باقی رہے تو غیر ضروری وصیتین بھی پوری کیجائین۔ مثلاً اپنی نماز کا فدیہ دینے کی بھی وصیت کی ہے اور ایک کنوان بنوانیکی بھی وصیّت کی ہے اور دونون کام ثلث مال مین پورے نہین ہوسکتے تو نمازونکا فدیہ ادا کرین اور چاہ بنوانا ملتوی رکھین یا مثلاً اپنے قضا شدہ روزہ کے فدیہ کی بھی وصیت کی اور قربانی ادا کرنیکی بھی تو روزونکا فدیہ ادا کردین کیونکہ روزے زیادہ ضروری فرض ہین قربانی کم درجہ ہے فرض نہین واجب ہے۔ اسیطرح دوسری چیزونمین ضروری وصیتون کو مقدّم رکھین گو وصیّت کرنیوالے نے یہ ترتیب نہ رکھی تھی۔

اور اگر سب برابر درجے کی وصیتین ہین زیادہ ضروری اور غیر ضروری ہونیکا فرق نہین تو وصیّت کرنے والے نے جسکی وصیّت پہلے کی تھی اُسکو پہلے پورا کیا جائے پھر کچھ مال باقی رہے تو دوسری کو پورا کرین ورنہ نکرین مثلاً روزے کا فدیہ ادا کرنیکی وصیت بھی کی اور نماز کا بھی یہ دونون برابر ہین (کیونکہ دونون فرض ہین) اسلیے جسکی وصیت پہلے کی تھی اُسکو مقدم کرین۔ یا حج و زکوٰۃ ادا کرنیکی وصیّت کی تھی اور دونون پورے نہین ہوسکتے تو جسکی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر علما کا قول ہے کہ حج و زکوٰۃ اگر دونون ادا نہو سکین تو زکوٰۃ کو مقدم کرکے ادا کرا دینا چاہیے) یا مثلاً ایک ہزار روپیہ کی وصیّت مسجد کے لیے کی تھی اور ایک ہزار کی مدرسہ کے لیے اور اب ثلث مال صرف ایکہزار ہے تو جسکی وصیت پہلے کی تھی اُسکو پورا کیا جائے۔ اب وصیّت پورا کرنے کے متعلق مفید قواعد ومسائل ملاحظہ کرو۔

(۱) اگر حج کی وصیت کی ہے تو اُسکے وطن سے مکّہ معظمہ تک آمد و رفت اور سواری وغیرہ

جملہ ضروریات کا خرچ دیکر کسی کو حج کے لیے بھیجا جائے اگر ثلث مال مین اسقدر خرچ پورا نہ ہوسکے تو جسجگہ سے ممکن ہو بھیجا جائے مثلاً بمبئی سے کسی کو بھیجدینگے تو بیس پچیس روپیہ کی کفایت رہے گی اور اگر بہت ہی کم مال ہو تو جدّہ سے کسی کو مقرر کر دیا جائے لیکن پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اُجرت دینا جائز نہین ۔

(۲) اگر زید کی اولاد کے لیے ایک ہزار روپیہ کی وصیّت کی تو وہ روپیہ زید کی اولاد مین تقسیم کر دیا جائے اور لڑکے اور لڑکیون کو برابر حصّہ دیا جائے ۔ اور جب تک زید کے بیٹا بیٹی مین سے کوئی بھی موجود ہو گا پوتا پوتی اور نواسہ نواسی کو کچھ نہ ملے گا گو عرف مین انکو بھی اولاد کہتے ہین مگر اصل اولاد بیٹا بیٹی ہین ۔

(۳) اگر وصیت کی کہ پچاس روپیہ کے گندم فلان شخص کو دیدینا یا فقیرون کو دیدینا تو اسکی جگہ نقد روپیہ دیدینا بھی جائز ہے ۔

(۴) علیٰ ہذا القیاس اگر پچاس روپیہ نقد کی وصیت کی تو میّت کے گھر سے پچاس روپیہ کا غلّہ دیدینا بھی جائز ہے ۔

(۵) اگر کسی جانور یا مکان وغیرہ کو فروخت کر کے قیمت کو صدقہ کرنیکی وصیّت کی ہے تو اگر خود وہی چیز صاحبان وصیّت کو دیدی جائے تو جائز ہے ۔

(۶) اگر کسی کپڑے وغیرہ کو صدقہ کرنیکی وصیّت کی تو وارثون کو اختیار ہے کہ اُس کپڑے کی قیمت صدقہ کر دین اور اُسکو رکھ لین ۔

(۷) اگر کہا کہ پانسو روپیہ دیکر حج کرا دینا اور صرف چارسو روپیہ مین حج ادا ہوگیا تو باقی روپیہ وارثون پر تقسیم کیا جائے ۔

(۸) اگر حد سے زیادہ قیمتی کفن کی وصیت کی تو پوری نہ کیجائے بلکہ متوسط درجے کا کفن دیا جائے (جس کا بیان گذر چکا ہے)

(۹) اگر کسی شخص نے ٹاٹ خرید کر رکھا اور وصیت کی کہ مجھکو اسکا کفن دینا اور مجھکو طوق و زنجیر سے جکڑ کر قبر مین دفن کرنا تو یہ وصیت پوری نہین کیجائے گی بلکہ بقاعدہ مسنون کفن دفن کیا جائے گا ۔

(۱۰) اگر باوجود وسعت کے یہ وصیت کی کہ مجھکو صرف ایک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دینا یا

بقال صاحب (رحمہ اللہ)

صرف دو کپڑے کفن مین دینا تو اس وصیت کو پوری نہین کرینگے بلکہ کفن مسنون دینگے۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری نعش کو جانورون کے کھانے کے لیے ڈالدینا یا آگ مین جلا دینا تو یہ حرام ہے ہرگز پوری نہ کیجائے۔

(۱۱) جب قرض اسقدر ہو کہ ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے تو ہر قسم کی وصیت بیکار اور باطل ہی البتہ اگر قرض خواہ اپنا قرض معاف کردین تو جو کچھ مال رہجائے اُسکے ثلث مین وصیت پوری کیجائے۔ **فائدہ** اگرچہ قرآن مجید مین وصیت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور دین کا پیچھے لیکن اِس ترتیب سے بقاعدۂ لغت عرب یہ نہین سمجھا جاتا کہ اِن چیزون کے ادا کرنے مین بھی یہی ترتیب ہو بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتلا دیا کہ دین مقدم ہے اور وصیت اُسکے بعد قَالَ عَلِيٌّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَدَأَ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ الفاظِ قرآن مین ترغیب و تاکید کے لیے وصیت کو مقدم کیا گیا ہی کیونکہ اسکا پورا کرنا وارثون پر بہت شاق گذرتا ہے اور خوفِ خداوندی کے سوا کوئی تقاضا کرنے والا اور محرک بھی نہین ہوتا۔ دین اور قرض کے لیے تو قرضخواہ ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے اور وصول کر لیتا ہے۔

(۱۲) اگر وصیت کی کہ مجھکو میرے مکان ہی مین دفن کیا جائے تو یہ وصیت باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے (ہان اگر سب وارث اجازت دین تو دفن کر دیا جائے)

(۱۳) اگر کوئی میت کہے کہ یہ مال فلان شخص سے مینے بطریق ناجائز وصول کیا تھا تم اسکو صدقہ کر دینا تو اگر اُس مال کا اصل مالک زندہ ہے تو مال اُسی کو دیدینگے اور صدقہ نہ کرین گے۔ اور اگر وہ مالک اور اُسکے وارث بھی موجود و معلوم نہین تو مال کو صدقہ کر دیا جائے۔

(۱۴) جب کوئی میت کہہ جائے کہ فلان بزرگ میری نماز پڑھائین اور فلان جگہ دفن کیا جاؤن اور فلان قسم کا کفن دیا جائے تو اِن وصیتون کا پورا کرنا ضروری نہین البتہ اگر پورا کر دین تو بہتر ہے بشرطیکہ کوئی وجہ شرعی مانع نہو۔

(۱۵) اگر کہا کہ مجھکو فلان بزرگ کے مقبرے مین دفن کرنا اور وہان تک لیجانے مین صرف زیادہ ہوتا ہے تو اگر سب وارث اِس خرچ پر راضی ہون تو وصیت پوری کیجائے ورنہ نہین۔

(۱۶) اگر میت کہہ جائے کہ میرے بعد اسقدر طعام پکا کر حاضرین کو کھلانا تو یہ وصیت نامعتبر ہوگی

اگر یون کہا کہ فقرا و مساکین کو یا کہا کہ طالبعلمون کو کھلانا تو جائز ہے۔

(۱۷) اگر وصیت کی کہ زید میرے مکانمین رہا کرے تو جائز و معتبر ہے مکان مین رہنے کا زید کو مدۃ العمر اختیار رہے گا لیکن مالک نہ ہوگا اور اگر وصیّت کرنے والے نے اِس مکان کے سوا کچھ مال ہی نہین چھوڑا تو زید کو صرف ایک ثلث مکان مین رہنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۸) اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ایک گھوڑا یا فلان قسم کا کپڑا یا برتن دیا جائے تو جس چیز کی وصیت کی ہے وہ متوسط درجے کی میّت کے مال مین سے دیدینگے نہ بہت اعلیٰ قسم کی نہ کم درجہ۔ اور اگر وہ چیز میّت کے مال و اسباب مین موجود نہین تو اُسکی قیمت دیجائے۔

(۱۹) اگر یون کہا کہ میرے گھوڑون مین سے ایک گھوڑا زید کو دیدینا یا میری اشرفیون مین سے پانچ اشرفیان زید کو دیدینا اور میت کے مال مین یہ چیزین موجود نہین ہین تو وصیت بالکل باطل اور بیکار جاسے گی۔

(۲۰) اگر اپنے مقروض سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تم قرض سے بری ہو یہ بھی مثل وصیّت سمجھا جائے گا اور ثُلث مال سے معاف ہوسکے تو معاف ہوگا ورنہ وارثون کی رضا پر موقوف رہیگا

(۲۱) اگر وصیّت کی کہ میری کتابون کو یا فلان چیز کو دفن کر دینا تو یہ وصیت پوری نہ کیجائے البتہ اگر وہ کتابین یا چیزین ایسی ہون جنکو کوئی سمجھ نہین سکتا اور نفع نہین اُٹھا سکتا یا ایسی لغو اور خلاف حق اور باطل مضمون کی کتابین ہین جنکے شائع ہونے مین بڑی خرابی ہو تو دفن کر دیجائین

وصیّت سے پھر جانے کا بیان

جب وصیت کردی اور عام طور سے لوگون کو معلوم ہوگئی یا گواہ موجود ہین تو انکار کرنے سے وصیّت باطل نہین ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہوگا کہ مین نے وصیت نہین کی۔ البتہ اگر یون کہے کہ مین اِس وصیت سے رجوع کرتا ہون یا اسے جاری کرانا نہین چاہتا یا اس وصیت کو فسخ کرتا ہون تو وصیت باطل ہو جائے گی گویا کی ہی نہین تھی جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اسکو اسطرح وصیّت کو باطل کر دینے کا پورا اختیار رہے۔ اسی طرح اگر زندگی مین کوئی ایسا تصرف اور فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی مثلاً ایک زمین کی

کسی کے لیے وصیت کی تھی پھر اُسی زمین مین اپنا مکان بنا لیا یا بکری کی وصیت کی تھی اور
پھر اُسی کو فروخت کر دیا یا کسی کپڑے کی تھان کی وصیت کی تھی پھر اُسی کو قطع کر کے کپڑے بنوائے
تو ان سب صورتون مین سمجھا جائے گا کہ وصیت سے رجوع کیا اور پھر گیا۔
اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا کپڑے یا جانور وغیرہ کی وصیت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح
اسکے قبضہ سے نکل گیا یا ضایع ہوگیا یا مرگیا تو وصیت باطل ہوگی کیونکہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ موجود
ہی نہ رہی۔
اگر حالتِ مرض مین وصیتین کین اور پھر صحت یاب ہوگیا تو یہ وصیتین باطل نہونگی جب کبھی انتقال کریگا۔
اسکی موت کے بعد پوری کیجائینگی۔ اور اگر قید لگائی تھی کہ اگر مرض مین مرجاؤن تو فلان فلان کو
اسقدر دینا تو یہ وصیت صحتیاب ہونیکے بعد باطل ہوجائے گی۔

وصی کا ذکر

وصیت کرنیوالا میت جس شخص کو اپنی موت کے بعد تصرفات جاری کرنیکے لیے اپنا نائب اور وکیل مقرر
کردے اُسکو وصی کہتے ہین جسکو وصی بنایا تھا اگر اُسنے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اُسپر لازم ہوگیا
یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بنگیا لیکن
جبتک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کردے البتہ اُسکی
موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ اگر ایک شخص کو بعض اُمور کا وصی بنایا اور دیگر امور کا کچھ ذکر نہین کیا اور
نہ اُنکے لیے کسی کو وصی بنایا ہے تو تمام اُمور کا وصی یہی شخص سمجھا جائے گا۔ اگر تمام امور مین دو شخصونکو
وصی بنایا ہے تو اُن دونون کو باہم ملکر کام کرنا چاہیے صرف ایک شخص اگر تصرفات کرے گا تو ناجائز
ہونگے البتہ اگر تجہیز و تکفین کا انتظام اور میت کی اہل و عیال کی ضروریات کو ایک شخص بھی انجام
دیدے تو جائز و معتبر ہوگا۔
وصی بننا اور پھر دیانت داری سے کام کرنا نہایت ہی دشوار اور سخت مشکل ہے لہذا اس سے
حتی الوسع بچنا چاہیے اور ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے اور اگر بمقتضائے ضرورت و مصلحت کبھی
اختیار کرے تو مواخذہ خداوندی اور عذاب آخرت سے ڈر کر پوری دیانت داری اور خیرخواہی

سے کام کرنا چاہیے مال مفت سمجھ کر بیجا صرف کرنا اور بلا پس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز نہ چاہیے
البتہ اگر اُسکے انتظام مین اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت اپنے اخراجات اور
ضروریات کے لیے وصیت کرنیوالے کے مال سے لے لینا جائز ہے جسکا ذکر کتب فقہ مین مفصل موجود
ہے واللہ الموفق والمعین +

تیسرا باب محروم و محجوب وغیرہ کا بیان

فصل اول جو چیزین میراث پانیسے محروم کر دیتی ہین،

میت کا مال بوجہ ایک علاقہ اور تعلق اور رشتہ داری کے خدائے تعالیٰ نے اُسکے بعد موجودہ
وارثون کو عطا فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے تعلق نہ رہے اور ایک قسم کی
جُدائی اور علیحدگی اور نفرت ثابت ہوجائے تو اُس وارث کو میراث نہ ملے گی وہ امور یہ ہین قتل
مورث۔ اختلافِ دین۔ غلامی۔ اختلافِ ممالک و سلطنت۔ اب ان چارون امور کو علیحدہ علیحدہ
بیان کیا جاتا ہے۔

قتل[1]۔ اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم رہے گا خواہ
کسی کاٹنے والی دھاردار چیز سے قتل کیا ہو (مثلاً تلوار۔ چھرا۔ کرچ۔ سنگین۔ بانس کی تیز کھپاچ
وغیرہ) یا کسی بڑی موٹی بھاری زوردار چیز سے مارا ہو جسکے مارنیسے عموماً آدمی مر جاتے ہین (جیسے
موٹا لٹھ۔ بندوق۔ پتھر وغیرہ)، یا کسی چھوٹی چیز کے مارنے سے مر جائے جس سے عموماً لوگ مر نہین جاتے
(مثلاً پتلی چھڑی۔ چھوٹا پتھر۔ تھپڑ۔ طمانچہ وغیرہ) اور **خواہ** یہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یعنی قتل کرنیکے قصد
ہی سے مارا ہو یا خطاءً ایسا ہو گیا ہو یعنی غلطی سے مارا گیا **مثلاً** ہرن کو گولی یا تیر مارتا تھا نشانہ خطا
کر گیا اور مورث پر جا لگا۔ یا بندوق درست کر رہا تھا بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی۔ یا کوئی
چاقو یا بڑی چیز اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر مورث پر جا پڑی وہ اُسکے صدمہ سے مر گیا۔

---

[1] یہان عمد و شبہ عمد کے حکم مین چونکہ فرق نہین لہذا تفصیل غیر ضروری ہے خصوصاً للعوام و ترکت بعض تفاصیل ہذہ المسئلہ لئلا یجترء علیہ الناس من شرار و سواس الخناس ۱۲

اگر نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کردیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ نابالغ اور مجنون کے اکثر افعال شرعاً مستوجب سزا و جزا نہیں ہین۔ اسی طرح اگر ظلماً نہین مارا بلکہ مورث ناحق اسپر حملہ کرتا تھا اُسنے اپنے بچانے کے لیے اُسپر وار کیا اور وہ مورث مرگیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔ یا مورث پر سزا مین کسی وجہ سے شرعاً قتل واجب ہوا اور بادشاہ یا قاضی کے حکم سے وارث نے قتل کردیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اِن سب صورتون مین قتل ظلماً نہین ہے۔ اسی طرح اگر کسی اپنے رشتہ دار عورت کو زنا کی خطا پر مار ڈالا تو یہ مارنیوالا وارث محروم نہوگا بشرطیکہ یہ جرم گواہون سے ثابت ہوگیا ہو

اختلاف دین۔ اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا آریہ) تو اسکی میراث مسلمان کو نہین ملے گی بلکہ اگر اُسکے کافر وارث موجود ہون تو اُن کو دیجائیگی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال مین جمع کیجائیگی۔

اور اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر ہے تو اسکو بھی مورث کی میراث نہ ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہین اُنکو دیجائے مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہوگیا اب اُسکے انتقال پر باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا ہان اگر اُس بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو اُنکو ترکہ دیا جائے۔ اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہو تو بیت المال وغیرہ مین صرف کیا جائے۔

اسلام کے سوا جسقدر مذہب اور فرقے ہین اُنکا مقدمہ اگر اسلامی عدالت مین آوے تو اُنمین باہم میراث جاری کرائی جائے گی مثلاً بیٹا یہودی اور باپ نصرانی ہے تو انمین باہم میراث جاری ہونیکا حکم دیا جاتا ہے یا شوہر برہمن ہے اور زوجہ عیسائی میم صاحبہ ہین انمین سے اگر ایک مرجائے تو دوسرے کو میراث پہونچنے کا فیصلہ کیا جائیگا لیکن مسلمان کو اِن فرقون مین سے کسی کے مال مین سے بھی میراث نہین پہونچ سکتی۔ اور نہ مسلمان کے انتقال پر اِن فرقون مین سے کسی شخص کو کچھ حق مل سکتا ہے۔ مثلاً کسی ہندو کا بھائی مسلمان ہوگیا ہے اب اگر وہ مرجائے تو بھائی کو اُسکے ترکہ سے کچھ نہ ملے گا اور اگر بھائی مرجائے تو اِس مسلمان کو ہرگز کچھ نہ پہونچے گا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی مسلمان نے میم صاحب سے نکاح پڑھوا لیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو میراث نہ ملے گی البتہ مہر اگر ادا نکیا ہو تو دلایا جائے گا اور اگر میم صاحب شوہر کی زندگی مین کمپو کر گئین تو شوہر کو کچھ بھی نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے وہ بھی کافرون کے مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اُسکے مارے جانے یا کافرون سے مل جانیکے بعد اگر اُسکا مال اہل اسلام کے قبضہ مین ہو تو حالتِ اسلام مین حاصل کیا ہوا مال اُسکے مسلمان وارثون پر تقسیم کر دیا جائے اور حالتِ ارتداد کی کمائی یعنی اسلام سے پھر جانیکے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال مین داخل کیا جائے۔ عورت اگر دین سے پھر جائے اور کافرونسے ملجائے یا قتل کیجائے تو اُسکا مال مسلمان وارثون کو پہونچیگا خواہ حالتِ اسلام مین وہ مال اُسکو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونیکے بعد

مقلّد و غیر مقلد۔ شافعی و حنفی المذہب وغیرہ مین باہم بلاشبہ و بلا اختلاف میراث جاری ہوتی ہے۔ یعنی اگر کوئی مقلد مرجائے تو اُسکے غیر مقلد وارثون کو بھی میراث پہونچے گی۔ اسیطرح اگر کسی غیر مقلد کا انتقال ہو جائے تو مقلدونکو اُسکی میراث حسب قاعدۂ شرعیہ پہونچے گی۔ علیٰ ہذا القیاس شافعی المذہب میّت کے مال سے حنفی وارثونکو حصہ و ترکہ ملے گا اور حنفی میّت کے ترکہ مین سے شافعی المذہب رشتہ دار حصہ پائینگے۔

شیعہ و سُنّی مین اکثر علما کے نزدیک میراث جاری ہوتی ہے یعنی سُنّی میّت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہون گے اسیطرح شیعہ کے ترکہ مین اہل سُنت حسب قاعدہ حصّا در میراث پائین گے۔

غلامی۔ غلام چونکہ شرعًا قابلیت مالک ہونیکی نہین رکھتا اُسکے قبضہ مین جو کچھ آتا ہے وہ اُسکے مالک و آقا کی ملک ہو جاتا ہے لہذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مرجائے تو اُسکے مال مین سے غلام کو میراث نہ ملے گی بلکہ محروم رہے گا کیونکہ اگر اسکو حصّہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص کی ملک ہو جائیگا جو اُس مال کا مستحق نہ تھا۔ اور غلام کے انتقال پر اُسکے وارثون کو میراث اسلیے نہین ملتی کہ غلام جب حالتِ غلامی مین مرتا ہے تو اُسکا کچھ ترکہ ہی باقی نہین رہتا کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا۔ جو کچھ اسباب و مال اُسکے قبضہ مین ہو وہ زندگی مین بھی آقا اور مالک کا مملوک تھا اور غلام کے مرنیکے بعد بھی اُسی کا مملوک رہا اَب غلام کے وارثون کو کہانسے حصہ پہونچے اور کیسے میراث حاصل ہو۔

اختلاف ممالک و وطن۔ یعنی میّت اور وارث کے ملک ولایت کا مختلف ہونا۔ مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید ولایت اور مختلف ملک مین رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے محروم نہ رہے گا خواہ کتنا ہی بُعد المشرقین ہوا اور دونون کی سکونت مختلف سلطنتو نمین ہو۔ البتہ جو لوگ مسلمان نہین ہین اگر میت اور وارث دو مختلف ملکو نمین رہتے ہون اور اُن سلطنتون مین باہم صلح بھی نہو تو دوسرے

ملک کے رہنے والے میت کی میراث اُسکے وارث کو نہ پہونچے گی اور مختلف ملکون مین رہنا باعث محرومی میراث کا ہوجائیگا۔ فرض کرو کہ ہندوستان کی گورنمنٹ انگریزی اور روس کی گورنمنٹ مین صلح نہ رہے تو ہندوستان کا باشندہ شریعت اسلامی کے قاعدہ سے مملکت روس کے باشندے کی میراث اور ترکہ نہین پا سکتا۔ جیسا کہ بعض دوسرے مواقع پر بھی اس کتاب مین غیر ضروری امور کو محض تکمیل کتاب اور سرسری اطلاع کے لیے ذکر کردیا ہے۔ اسیطرح پر میراث سے محروم ہونے کے سوم وچہارم سبب کو ذکر کیا گیا ورنہ **غلامی** تو آج کل (خصوصاً ہندوستان مین) بالکل ہی مفقود ہے۔ اور چوتھا سبب یعنی **اختلاف ملک** بھی کہین نہین پایا جاتا۔ تمام سلطنتون مین باہم صلح ہے ایک حکومت کا سفیر دوسری جگہ رہتا ہے دوسرے بادشاہ کی رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے بھی زیادہ کیجاتی ہے باطنی مخالفت وقلبی عداوت کے ساتھ باضابطہ اور ظاہری صلح وآشتی نے بالکل تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى کا مصداق بنا دیا ہے۔ اور سلطنتون کا اختلاف اگر پایا بھی جاے تو اہل اسلام کے حق مین اسکا اعتبار نہین۔ صرف غیر مسلمون کے لیے ایسا اختلاف ممالک باعث محرومی میراث ہے لیکن اُنکو آج کل نہ اسلامی قاعدہ سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔

چار مذکورۂ بالا سببون کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے۔ یعنی یہ معلوم نہونا کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون مثلاً ایک جہاز مین بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہوگئے یہ معلوم نہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے یا مکان ودیوار گر کر چند آدمی مرگئے یہ معلوم نہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے۔ ایسی صورت مین ان لوگون مین سے کوئی دوسرے کا وارث نہوگا اور وقت موت کا معلوم نہونا گویا محرومی میراث کا باعث ہوجائیگا یہان یون سمجھینگے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہین نہ یہ اُسکا وارث ہوگا نہ وہ اسکا۔ انکے بعد جو وارث موجود رہے ہین اُنکو میراث دیجائیگی۔

مثال۔ احمد علی اپنے بڑے بیٹے رحمت علی کو ہمراہ لیکر غازی آباد سے ریل مین سوار ہوا وطن مین دو چھوٹے بیٹے قدرت علی اور عظمت علی رہے اور دو پوتے یعنی رحمت علی کے بیٹے نصرت علی اور شوکت علی۔ راستہ مین گاڑیان لڑگئین اور احمد علی ورحمت علی باپ بیٹے دونون مردہ پائے گئے اب اگر یون سمجھین کہ احمد علی کا انتقال پہلے ہوا ہے رحمت علی اُس کا بیٹا دو چار منٹ کے بعد

مرا ہے تو احمد علی کی جائداد تین حصون پر تقسیم ہو کر تینون بیٹون کو ایک ایک حصہ پہونچ گیا اور چونکہ رحمت علی کا بھی فوراً ہی انتقال ہو گیا لہذا اُسکا حصہ اُسکے بیٹون نصرت و شوکت کو پہونچگیا۔ لیکن ایسا نہین سمجھتے اور اسطرح تقسیم نہین کرتے بلکہ یون سمجھا جاتا ہے کہ احمد علی اور اُسکا بیٹا رحمت علی ساتھ مرے ہین لہذا رحمت علی کی جائداد دو حصہ ہو کر اُسکے دونون بیٹون قدرت و عظمت کو ملجائیگی پوتے محروم رہینگے کیونکہ انکے باپ رحمت علی کو کچھ حصہ ہی نہین ملا جو بیٹون تک پہونچتا بلکہ وہ گویا باپکے ساتھ ہی مرگیا اور کچھ میراث نہ پائی۔ غرض اس صورت مین موت کا حال اور وقت معلوم نہونیکی وجہ سے رحمت علی میراث سے محروم رہا اور اسی وجہ سے اُسکے بیٹے بھی محروم رہ گئے۔ معلوم نہین فی الحقیقت وہ باپ سے پہلے مرا تھا یا پیچھے۔

چھٹا سبب میراث سے محروم رہنے کا نبوت بھی ہو سکتی ہی کیونکہ انبیاء نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پا سکتے ہین نہ اُنکی میراث کسی کو پہونچتی ہے۔ چنانچہ میراث کی حقیقت مین اسکا بیان گذر چکا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری ناچیز کتاب صرف عام مسلمانون کے لیے لکھی گئی ہے لہذا اس چھٹے سبب کو مستقل اور خاص طور سے شمار کرنیکی ضرورت نہین۔ کجا انبیا اور کجا یہ کتاب ۶

فصل دوسری اُن اُمور کا بیان جو باعث محرومی نہین[۱]

صغر سنی یعنی کم عمر ہونیسے میراث اور حصہ مین کچھ کمی نہین آتی پس اگر ایک بیٹا نہایت قوی جوان پہلوان عالم فاضل عاقل ہو اور دوسرا ایک روز کا شیر خوار دمریض بچہ ہو تو دونون کو میراث مین برابر حصہ ملےگا۔

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے شوہر کی میراث سے محروم نہین ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہین جیسے پہلا نکاح جائز مسنون باعث ثواب ہے اسی طرح دوسرا ہے بلکہ پہلے نکاح سے بڑھکر اسکا ثواب و فضیلت ہے پس جو لوگ نکاح ثانی کو عار اور جرم سمجھکر اسکی وجہ سے عورتونکو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہین وہ نہایت سخت عذاب کے مستحق اور اعلیٰ درجہ کے گناہگار ہوتے ہین بلکہ اصرار کرنیسے اندیشہ کفر ہے کیونکہ یہ رواج محض ہندوستان وغیرہ کے کفار کا ہے جنھون نے عورتون کو

[۱] لیکن ... محرومی کا سبب ... میراث ... [illegible]

نکاح ثانی سے باز رکھنے اور روکنے کے لیے یہ سخت سزا یعنی محرومی میراث تجویز کی تھی۔ ایسے افعال اور اعتقاد شنیعہ سے توبہ کرکے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ عورت حسب قاعدۂ شرعی اسکے بعد دیگرے جسقدر دل چاہے نکاح کرے اپنے وفات یافتہ شوہرون کے مال مین سے علاوہ مہر کے میراث کی پوری مستحق و حق دار ہوگی ؛؛

نافرمان یا بدکار ہونیسے کوئی شخص میراث سے محروم نہین ہو سکتا اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور مطیع و فرمانبردار رہا اور دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا بلکہ رنج پہونچاتا رہا تو دونون بیٹے برابر میراث کے مستحق ہونگے اسیطرح اور کوئی رشتہ دار وارث جو ہمیشہ درپئے آزار و مخالف رہا گو اس ایذا رسانی کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن میراث سے محروم نہ ہوگا اگرچہ میت نے زبانی تحریری کلی وا لی سے اسکو عاق و محروم بھی کردیا ہو تو بھی محروم نہوگا اور نہ عاق کردینے سے عاق ہوگا۔ ایسی صورت مین مناسب یہ ہے کہ جو کچھ کسی کو دینا چاہتا ہے زندگی مین دیکر قبضہ کرا جاوے اور جب میت کے بعد مال ہی نہوگا تو یہ وارث جو نافرمان اور ایذا رسان تھا خود ہی محروم ہو جاوے گا۔ لیکن بلا وجہ و ضرورت شرعی کسی وارث کو حق سے محروم رکھنا بڑا گناہ اور معصیت ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص (بلا وجہ شرعی) اپنے وارث کا حق قطع کرے گا، اللہ تعالیٰ اسکا حق جنت سے قطع کردینگے (اسکا بیان باب اوّل کی فصل دوم مین یعنی میراث کی حقیقت کے آخر مین گذر چکا ہے) ؛؛

فصل تیسری حجب کا بیان

وارثون کے حصّون کے بیان مین آپ پڑھینگے کہ بعض رشتہ دارونکی موجودگی مین بعض وارثون کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصّہ بالکل مارا جاتا ہے مثلاً جب میّت کے اولاد نہو تو میّت کی والدہ کو کل ترکہ مین سے ایک ثلث ملتا ہے اور اگر میّت کی اولاد موجود ہو تو میّت کی والدہ کو سُدس یعنی صرف چھٹا حصہ ملے گا۔ اور میّت کے بیٹے کی موجودگی مین بھائی بالکل محروم رہجاتا ہے پس اسی طرح کسی وارث کے حصہ کو بالکل روک دینے یا کم کردینے کو حجب کہتے ہین۔ بعض وارث ایسے ہین جنکی وجہ سے بعض عزیزون کی میراث بالکل رُک جاتی ہے یعنی وہ بالکل محروم ہو جاتے ہین اسکو حجب حرمان کہتے

ہین۔ اور بعض ایسے ہین کہ اُنکی وجہ سے دوسرونکا حصہ کم ہوجاتا ہے اسکو حجب نقصان کہتے ہین پس جاننا چاہیئے کہ۔

(۱) **بیٹا اور بیٹی** کبھی محروم نہین ہوسکتے اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے اُنکا حصّہ کم نہین ہوسکتا۔ یہ امر دیگر ہے کہ خود بیٹے اور بیٹیون کی تعداد زیادہ ہوکر تقسیم ہونیکی وجہ سے ہر ایک کو بہت کم حصّہ پہونچے لیکن کسی دوسرے رشتہ دار کی یہ مجال نہین کہ انکے حصونمین خلل انداز ہوسکے۔

(۲) ماںؔ۔ باپؔ۔ زوجہؔ۔ شوہرؔ۔ ایسے وارث ہین کہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یہ نہین ہوسکتا کہ انکی میراث بالکل رُک جائے۔ ہان کبھی کبھی انکا حصّہ میّت کی اولاد وغیرہ کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے (جسکا بیان آگے آتا ہے اور وارثونکے حصونکے بیان مین مفصّل مذکور ہوگا۔ ملاحظہ ہو باب چہارم فصل ۱ و ۴ و ۵ و ۶)

شبہہ۔ قاعدۂ اوّل و دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوجہ و شوہر کبھی میراث سے محروم نہین ہوسکتے حالانکہ جب بیٹا مسلمان ہو اور باپ کافر ہو تو بیٹا میراث سے بالکل محروم رہجاتا ہے اور بیٹا پہلے مرجائے تو باپ محروم رہتا ہے اسیطرح زوجہ یا شوہر مین سے ایک کافر ہو یا ایک وارث دوسرے کو قتل کردے تو میراث سے محروم رہتے ہین ؟

جواب۔ یہان اُن وارثون کا ذکر ہو رہا ہے جن مین محرومیٔ میراث کے مذکورۂ بالا سببون مین سے کوئی بھی نہ پایا جائے یہان جو بعض جگہہ کہا جاتا ہے کہ فلان کی وجہ سے فلان محروم رہیگا اُسکا یہی مطلب ہے کہ دوسرے کی وجہ سے بالکل محجوب ہوجائیگا اور کچھ میراث نہ پائیگا یہان وہ چارقسم کی محرومی مراد نہین جو پہلے مذکور ہوئی۔ جو وارث اُن سببونکی وجہ سے محروم ہین وہ تو گویا شرعاً موجود ہی نہین ہین اُنکا وجود وعدم برابر ہے البتہ جو باپ بیٹا شوہر وغیرہ ایسے ہون کہ محرومیٔ میراث کے سبب اُنمین نہ پائے جائین وہ کبھی میراث سے خالی نہین رہ سکتے۔ اور جابجا جو وارثونکا ذکر اور احکام اِس کتاب مین آنے ہین سب جگہ وہی وارث مراد ہین جو شرعاً قابل اعتبار اور ناقابل میراث نہ ہون اور اسباب محرومی سے پاک ہون۔

(۳) دادی۔ نانی۔ ہر قسم کی بہنین۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ پوتی پڑپوتی۔ دادا۔ پڑدادا۔ بھائی۔ بھتیجا چچا۔ بھانجا۔ بھانجی۔ نواسہ۔ نواسی۔ نانا۔ مامون۔ خالہ۔ پھوپھی۔ ایسے وارث ہین کہ بعض صورتون

ین وارث ہوتے ہین اور بعض دفعہ بوجہ موجودگی دوسرون کے بالکل لاوارث اور محروم ہوجاتے ہین۔

حجب نقصان والونکا بیان

یعنی جنکا حصہ دوسرونکی وجہ سے کم ہوجاتا ہے۔

(۱) میت کی مان اور باپ کا حصہ تہائی سے کم ہوکر چھٹا رہجاتا ہے جبکہ میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی۔ کوئی موجود ہو۔

(۲) میت کی مان تہائی سے چھٹے حصے کی طرف گرجاتی ہے جبکہ میت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی موجود ہون۔

(۳) میت کی مان کا حصہ کم ہوجاتا ہے جبکہ زوجہ اور باپ دونون زندہ ہون۔ اسیطرح اگر میت کا باپ، اور شوہر زندہ ہون جب بھی مان کا حصہ کم ہوجاتا ہے (دیکھو باب ۴ فصل ۶)

(۴) شوہر کا حصہ نصف کی جگہ ربع ہوجاتا ہے بوجہ زوجہ کی اولاد کے۔

(۵) زوجہ کا حق بجائے چوتھے حصہ کے آٹھوان رہجاتا ہے بوجہ شوہر کی اولاد کے۔

(۶) پوتی کو بجائے نصف کے چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی موجود ہو۔

(۷) علاتی بہن کا حصہ نصف کی جگہ چھٹا حصہ رہجاتا ہے جبکہ ایک بہن حقیقی موجود ہو۔

(۸) دادا کو بجائے تہائی کے صرف چھٹا ملے گا جبکہ میت کی اولاد موجود ہو (اور باپ نہو) اور یہی حال پردادا کا سمجھو۔

حجب حرمان والون کا بیان

یعنی جو وارث دوسرونکی وجہ سے بالکل محروم رہتے ہین۔

(۱) اخیافی یعنی مان کا شریک بھائی محروم ہوجاتا ہے میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی باپ دادا کے سامنے۔

(۲) پوتا پوتی۔ محروم ہوتے ہین بیٹے کے سامنے۔

(۳) پڑپوتا۔ پڑپوتی محروم ہوتے ہین بیٹے کی موجودگی میں بھی اور پوتے کی موجودگی میں بھی

(۴) پوتی محروم رہتی ہے جبکہ میّت کی دو بیٹیاں موجود ہوں ا۔ یا کوئی بیٹا ہو۔

(۵) دادیاں اور نانیاں سب محروم رہتی ہیں اگر میّت کی ماں زندہ ہو۔

(۶) صرف دادیاں محروم رہتی ہیں باپ کے موجود ہونیکی وجہ سے۔

(۷) بھائی بہن ہر قسم کے محروم رہتے ہیں۔ اگر میّت کے بیٹا پوتا یا باپ دادا کوئی زندہ ہو

(۸) علاتی بہن محروم رہتی ہے (بشرطیکہ عصبہ نہ ہوئی ہو) جبکہ دو سگی بہنیں موجود ہوں یا ایک سگا بھائی موجود ہو۔ (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل دہم)

(۹) اخیافی بھائی بہن بالکل محروم ہوجاتے ہیں اگر میّت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ دادا کوئی موجود ہو

۵ یعنی میت کے ماں باپ کا حصہ

(۱۰) دادا اور پڑدادا محروم رہتے ہیں جبکہ باپ زندہ ہو۔

(۱۱) پڑدادا محروم رہتا ہے جبکہ دادا زندہ ہو۔

(۱۲) بھتیجا محروم رہتا ہے جبکہ میت کے باپ بھائی بیٹا پوتا کوئی موجود ہو۔

(۱۳) چچا محروم رہتا ہے اگر میّت کے باپ دادا پڑدادا بیٹا پوتا بھائی بھتیجا کوئی موجود ہو۔

(۱۴) نواسا نواسی۔ نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپھی۔ وغیرہ جملہ ذوی الارحام محروم ہوجاتے ہیں بوقت موجود ہونے ذوی الفروض یا عصبات کے۔

(۱۵) نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپی وغیرہ ذوی الارحام محروم ہوجاتے ہیں نواسہ نواسی کی موجودگی میں۔

(۱۶) بھانجا بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپی وغیرہ محروم ہوجاتے ہیں۔ نانا۔ نانی کی موجودگی میں

(۱۷) خالہ ماموں پھوپی وغیرہ محروم ہوجاتے ہیں جب بھانجا بھانجی موجود ہوں۔

حاجب نقصان یعنی حصّہ کم کرنیوالوں کا بیان

بیٹا۔ پوتا میّت کے ماں باپ کا حصّہ بجائے تہائی کے چھٹا کر دیتا ہے۔ شوہر کا بجائے نصف کے ربع کر دیتا ہے۔ زوجہ کا ربع سے آٹھواں کر دیتا ہے۔

بیٹی۔ زوجہ کا حصّہ چوتھے سے آٹھواں کر دیتی ہے۔ شوہر کا نصف سے ربع کر دیتی ہے پوتی کا بجائے نصف کے چھٹا کر دیتی ہے۔ باپ ماں کا حصّہ بجائے ثلث کے چھٹا کر دیتی ہے۔

پوتی پڑپوتی میّت کی ماں کا حصّہ تہائی سے چھٹا کردیتی ہے۔ زوجہ اور شوہر کا حصّہ کم کردیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کردیتے ہین۔

باپ۔ اگر میّت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث نہین حاصل ہونے دیتا بلکہ زوجہ یا شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسمین سے ثلث دلواتا ہے۔

حقیقی بھائی اگر دو ہون یا دو سے زیادہ ہون تو ماں کے حصّے کو تیسرے سے چھٹا کرا دیتے ہین اسیطرح اگر ایک بھائی ایک بہن ہو تو بھی چھٹا کرا دیتے ہین۔

حقیقی بہن علاتی بہن کو نصف سے گرا کر چھٹے حصہ پر پہونچا دیتی ہے۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ہمشیرہ ہون تو ماں کو چھٹے حصہ پر پہونچا دیتی ہین۔

واضح ہو کہ ذوی الفروض مین سے آٹھ وارث ایسے ہین جو کسی کے حصّہ کو کم نہین کرتے اگرچہ بعض اُن مین سے بعض وارثون کو بالکل محروم کردیتے ہین لیکن انکی وجہ سے حصّہ کم کسی کا نہین ہوتا باپ۔ دادا۔ شوہر۔ زوجہ دادی و نانی۔ اخیافی بھائی۔ اخیافی بہن۔ والدہ ؎

حاجب حرمان یعنی محروم کرنے والون کا بیان

بیٹا۔ ہر قسم کے بھائی بہن کو محروم کردیتا ہے میّت کی حقیقی بہن کو اور پوتے اور پوتی کو محروم کردیتا ہے۔ چچا وغیرہ جملہ قسم کے عصبات کو محروم کردیتا ہے۔

پوتا۔ یہ بھی اُنھین کو محروم کرتا ہے جنکو بیٹا کرتا تھا مگر پوتی اور پوتے کو محروم نہین کرتا۔

باپ۔ دادا اور دادی کو محروم کردیتا ہے ہر قسم کے بھائی بہنون کو محروم کرتا ہے۔

دادا۔ اُن سب کو محروم کرتا ہے جنکو باپ کرتا ہے سوائے دادا دادی کے۔

ماں۔ ہر قسم کی نانیون اور دادیون کو محروم کرتی ہے۔

بیٹی۔ اخیافی بھائی بہن کو محروم کردیتی ہے۔ دو بیٹیان ہون تو پوتی کو بھی محروم کردیتی ہین (بشرطیکہ وہ عصبہ نہوئی ہو)۔

بہن حقیقی۔ دو ہون تو علاتی بہن کو محروم کردیتی ہین بشرطیکہ وہ عصبہ نہوئی ہو۔

بھائی حقیقی۔ علاتی بھائیون کو اور ہر قسم کے بھتیجون کو اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ہے۔

بھائی علاتی۔ ہر قسم کے بھتیجون کو اور چچا کو اور چچا کی اولاد کو محروم رکھتا ہے۔
یاد رکھو کہ اِن چار وارثون کی وجہ سے کوئی دوسرا وارث محروم نہین ہوتا۔ شوہر۔ زوجہ۔ دادی نانی۔ اخیافی بھائی بہن

فرق۔ حجب کے بیان مین ہمنے جس جگہ لکھا ہے کہ فلان محروم ہے اس سے محجوب بحجب الحرمان مراد ہے یعنی دوسرے کی وجہ سے اُسکی میراث اسقدر رد کی گئی کہ اُسکو ایک حبّہ بھی نہ ملیگا۔ اگر یہ روکنے والا نہوتا تو اُسکو ضرور میراث پہونچتی۔ اور میراث سے محروم کرنیوالی چیز دیکھن جو محروم لکھا گیا ہے وہان یہ مراد ہے کہ اُس شخص مین میراث پانے کی قابلیت اور لیاقت ہی نہین رہی بس یہی فرق ہی محجوب و محروم مین کہ جو شخص بالکل محجوب ہوگیا ہے اُسمین میراث کی قابلیت موجود ہے اگر یہ حاجب اُٹھ جائے تو میراث مل جائے جیسے کسی آئینہ پر دیوار کے حائل ہوجانیکی وجہ سے آفتاب کا نور نہین پہنچ سکتا اگر دیوار کی آڑ نہ رہے اور دیوار ہٹ جائے تو آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑکر اُسیوقت چمک اُٹھے جو شخص محرومیِ میراث کے اسباب سے محروم ہوا ہے اُسمین میراث لینے کی قابلیت ہی نہین رہی جیسے سیاہ پتھر دیا سخت زنگ خوردہ آئینہ اگو آفتاب کے سامنے رکھا ہی مگر روشن نہین ہوتا کیونکہ خود نا قابل ہی اگرچہ کوئی حائل اور آڑ نہین ہے۔

یہانتک حجب کا ضروری بیان اور حاجب محجوب کا ذکر تمام ہوگیا اب چند مفید باتین اسی بحث کے مناسب اور متعلق ذکر کیجاتی ہین۔

فصل چوتھی اُن رشتہ دارونکا بیان جو شرعًا وارث نہین ہین

بعض ایسے بھی قرابت مند اور عزیز رشتہ دار ہین جنکو ناواقف لوگ بوجہ تعلقات اور میل ملاپ کے وارث سمجھتے ہین اور مسئلہ دریافت کرنیکے وقت میّت کے وارثون مین اُنکو شمار کرایا کرتے ہین اور اُن کا حصہ پوچھا کرتے ہین لہذا دو چار قاعدے بیان کرکے اور ہر قاعدے کے نیچے چند صورتین لکھکر ایسے وارثون کا ذکر کیا جاتا ہی۔

قاعدۂ اوّل سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو باہم میراث مین کچھ حق اور حصّہ نہین ہے۔ لہذا
(۱) زوجہ کی اولاد جو کسی پہلے شوہر سے موجود ہو موجودہ شوہر (یعنی اپنے سوتیلے باپ) کی کچھ میراث نہیں پا سکتی

(۲) یہ باپ بھی اس سوتیلی اولاد کی میراث نہین پاسکتا۔
(۳) شوہر کے بیٹے جو کسی دوسری زوجہ سے ہون اپنے باپ کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی مان) کے مال سے کچھ حصّہ نہین پاسکتے۔
(۴) اس سوتیلی مان کو بھی شوہر کی اولاد سے کچھ میراث نہین ملے گی۔
تنبیہ۔ یہ جو تبلایا گیا کہ سوتیلے مان باپ سے سوتیلی اولاد کو میراث نہین پہونچتی۔ اس سے مطلب یہ ہر کہ سوتیلی اولاد کو اولاد ہونیکی وجہ سے کچھ میراث نہین ملتی اگر کسی دوسرے علاقہ سے سوتیلے مان باپ کی میراث ملجائے تو کچھ تعجب نہین۔ پس اگر کوئی لڑکا کسی شخص کا سوتیلا بیٹا بھی ہو اور بھتیجا بھی ہو تو اُسکو اگر عصبہ ہونیکی وجہ سے میراث ملجائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہین۔ اسی طرح اگر ان دونون مین ایک دوسرے کا عصبہ بعید ہونیکی وجہ سے باہم میراث جاری ہو جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہین۔ علیٰ ہذا القیاس سوتیلی مان اگر خالہ بھی ہو تو اس علاقہ سے اُسمین اور سوتیلی اولاد مین باہم میراث جاری ہوسکتی ہے۔
قاعدۂ دوم۔ شوہر کے جسقدر اقربا ہین مان باپ بھائی بہن وغیرہ وہ سب زوجہ کے حق مین بالکل اجنبی اور غیر سمجھے جاتے ہین۔ نہ شوہر کے عزیزون کی میراث زوجہ کو پہونچتی ہے نہ اس زوجہ کا مال شوہر کے عزیز لے سکتے ہین۔ اسلیے
(۱) کوئی عورت اپنے خُسر اور خوشدامن (یعنی ساس) کے مال سے میراث نہین پاسکتی اور نہ دیور اور نند (یعنی شوہر کے بھائی بہن) کے مال مین اسکا کچھ حق ہے۔ **فائدہ** اگر کسی عورت کا شوہر اپنے باپ کے سامنے مر گیا اور مہر ادا نہین کیا اور کچھ مال نہین چھوڑا تو یہ عورت اپنے خُسر کی جائداد و مال سے اپنا مہر وصول نہین کرسکتی اور نہ اُسپر مہر کا دعویٰ کرسکتی ہے۔
(۲) علیٰ ہذا القیاس یہ لوگ بھی اپنی بھاوج (یعنی بھائی کی زوجہ) کے مال سے حصّہ نہین پاسکتے نہ خُسر اور خوشدامن اپنی بہو (یعنی بیٹے کی زوجہ) کے وارث ہوسکتے ہین۔
قاعدۂ سوم۔ زوجہ کے عزیز و اقربا شوہر کے حق مین دربارۂ میراث بالکل غیر ہین نہ زوجہ کے رشتہ دار اپنے داماد کی میراث لے سکتے ہین۔ نہ داماد ان لوگونکا ترکہ لے سکتا ہے۔
(۱) داماد اپنے خُسر اور خوشدامن اور سالون اور سالیونکی میراث نہین پاسکتا۔
(۲) خُسر اور خوشدامن اپنے داماد کی نسبت میراث مین بالکل غیر سمجھے جائینگے انکو کچھ بھی نہ پہونچے گا اور

نہ سالے اور سالیان اپنے بہنوئی کے مال سے کچھ پا سکتے ہین۔

تنبیہ۔ یہ جو عرض کیا گیا کہ شوہر کے مان باپ رشتہ دار وغیرہ زوجہ کی میراث نہین پائینگے اور زوجہ کے اقربا اپنے داماد کی میراث نہین لے سکتے مدعا اس سے یہ ہے کہ خاص اس نکاح اور دامادی اور زوجیت کے علاقہ سے میراث نہین پا سکتے کسی دوسرے علاقہ سے میراث ملجائے تو ممکن ہے مثلاً کسی شخص کا خسر اُسکا چچا بھی ہو تو اس داماد مین جو بھتیجا ہے اور اُس خسر مین جو چچا ہے عصبہ اور چچا بھتیجا ہونیکی وجہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے علیٰ ہذا القیاس اگر سالہ و بہنوئی چچا زاد بھائی بھی ہون تو اس علاقہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔ اسیطرح اگر خسر اور داماد مین ماموں بھانجے کا علاقہ ہو یا داماد اور خوشدامن مین خالہ بھانجے کا علاقہ یا پھوپی بھتیجا ہونیکا علاقہ ہو تو بوقت نہونے دیگر ورثہ کے ایک دوسرے کی میراث مل سکتی ہے۔ یا مثلاً کسی عورت کا خسر اُسکا چچا بھی ہو یا خوشدامن اُسکی خالہ و پھوپھی ہو تو میراث ملنے مین مضائقہ نہین۔ حاصل یہ کہ اگر کسی دوسرے خاندانی علاقہ اور قرابت سے شوہر و زوجہ کے خاندان مین ایک کی میراث دوسرے کو پہونچ جاوے تو اُسکا انکار نہین۔

بعض دفعہ ایک دوسری وجہ سے شبہہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگون مین باہم میراث جاری ہوئی ہے۔ مثلاً زید کی خوشدامن کے انتقال پر اُسکی زوجہ کو بوجہ بیٹی ہونیکے والدہ کی میراث پہونچی اور پھر زوجہ مرگئی تو شوہر صاحب مالک ہوگئے آپ ناواقف سمجھتے ہین کہ زید صاحب خوشدامن کے وارث ہوئے ہین لیکن فی الحقیقت ایسا نہین کیونکہ وہ تو اپنی زوجہ کا وارث ہوا ہے یا خسر کے مرجانے کے بعد رُقیہ کا شوہر اپنے باپ کی جائداد کا مالک ہوا اور شوہر کے بعد زوجہ رُقیہ کو قبضہ و تصرف حاصل ہوا تو شبہہ ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے خسر کی میراث پہونچی حالانکہ واقع مین رُقیہ کو اپنے شوہر کی میراث پہونچی ہے۔ اسیطرح اور بعض صورتون مین کسی دوسرے کے ذریعہ سے میراث و مال پہونچ جاتا ہے علاقہ دامادی و خسر وغیرہ سے کبھی میراث نہین ملتی۔

قاعدہ چہارم۔ جو مرد ہمارا وارث ہو سکتا ہے اور ہم اُسکے ہو سکتے ہین یہ نہین ہوتا کہ اُسکی زوجہ بھی ہماری وارث ہو اور ہم اُسکے ہون۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقہ سے اُسکی زوجہ ہین اور ہم مین میراث جاری ہو جائے تو مضائقہ نہین۔ خیال فرمایئے کہ۔

(۱) بیٹا وارث ہے مگر اُسکی زوجہ وارث نہین نہ ہم اُسکے وارث۔ ہان اگر بیٹے کی زوجہ بھانجی یا بھتیجی وغیرہ بھی ہو اور اس علاقہ سے ہم مین اور اُسمین بعض صورتون مین میراث جاری ہو جائے تو انکار نہین۔

(۲) باپ سے ہمکو میراث کا بہت بڑا علاقہ حاصل ہے لیکن اُسکی زوجہ نہ ہماری وارث نہ ہم اُسکے تاُنکو جو میراث

ملتی ہی یا اُس سے ہمکو پہونچتی ہے وہ والدہ ہونیکے علاقہ اور رشتہ سے پہونچتی ہے باپ کی زوجہ ہونیکی وجہ سے نہین پہونچتی چنانچہ باپ کی دوسری عورتون کے ساتھ ہمکو علاقہ میراث حاصل نہین ہوتا۔ جو مان ہوتی ہے اُسی کے ساتھ میراث جاری ہوتی ہے حالانکہ باپ کی زوجہ ہونے مین سب برابر ہین۔

(۳) دادا وارث ہی مگر اُسکی زوجہ سے ہمکو علاقہ میراث نہین۔ دادی سے جو ہم میراث لیتے ہین یا اُس کو ہماری میراث ملتی ہے وہ باپ کی والدہ ہونیکی وجہ سے ملتی ہے دیکھو دادا کی دوسری بیبیان جو ہمارے باپ کی مان نہ ہون ہمسے بالکل بےعلاقہ ہین ہم مین اور اُنمین میراث جاری نہین ہوتی۔

(۴) نانا کی دوسری زوجہ جو ہماری مان کی مان نہو نہ ہمکو میراث دیگی نہ لے گی حالانکہ نانا ہمارا وارث اور ہم اُسکے وارث ہین۔

(۵) پوتے اور دادا مین علاقہ میراث حاصل ہے مگر پوتے کی زوجہ سے دادا کو میراث کا کچھ بھی علاقہ نہین (البتہ اگر پوتے کی زوجہ اُسی دادا کی نواسی ہو تو علاقہ ہے)

(۶) نواسا ذوی الارحام وارث نہین ہے مگر اسکی زوجہ کا نانا کی میراث مین کچھ حق نہین ہے نہ دیتی ہے نہ لیتی ہے (ہان اگر نواسے کی زوجہ پوتی بھی ہو تو حق ہے)

(۷) بھائی بہت بڑا عصبہ وارث ہی مگر بھائی کی زوجہ (بھاوج) سے ہمکو میراث کا کچھ تعلق نہین نہ اُسے ہماری میراث سے کچھ ملتا ہے نہ اسکی میراث سے ہمکو (البتہ کسی دوسرے علاقہ سے ہم مین اور اُسمین میراث جاری ہوسکتی ہے مثلاً وہی بھاوج چچا کی بیٹی یا پھوپی کی بیٹی بھی ہو یا مامو کی یا خالہ کی بیٹی ہو تو اس دوسرے علاقہ سے بعض صورتون مین میراث دیسکتی اور لے سکتی ہے (ملاحظہ کرو ذوی الارحام و عصبات درجہ چہارم نمبر ۳ و ذوی الارحام درجہ چہارم قسم دوم نمبر)

(۸) چچا ہمارا اور ہم اُسکے عصبے اور وارث ہین لیکن اُنکی زوجہ یعنی چچی صاحبہ بالکل غیر ہین نہ ہم سے میراث لیتی ہین نہ دیتی ہین (لیکن اگر خالہ بھی وہی ہو تو علاقہ میراث ہی)

(۹) ہم مین اور ماموصاحب مین ذوی الارحام کا علاقہ اور میراث کا تعلق ہے لیکن اُنکی زوجہ یعنی ممانی صاحبہ نہ ہمسے میراث لیتی ہین نہ دیتی ہین (ہان اگر ماموں کے نکاح مین پھوپی صاحبہ ہون تو پھوپی کے رشتہ سے ہم اور وہ ذوی الارحام اور وارث ہین۔

قاعدہ پنجم۔ جو عورت آپکی وارث ہوسکتی ہے اور آپ اُسکے وارث ہوسکتے ہین یہ نہین ہوتا کہ اُسکا شوہر بھی

آپ سے میراث لے اور آپ کو دے آپکا وہ وارث ہو اور آپ اُسکے۔

(۱) بیٹی اپنے باپ کی میراث لیتی ہے اور اپنی میراث باپ کو دیتی ہے لیکن اُسکا شوہر یعنی داماد یہ علاقہ نہین رکھتا (بشرطیکہ بھتیجا نہو۔)

(۲) والدہ مین اور آپ مین بہت بڑا علاقہ میراث کا حاصل ہے لیکن اُسکے ہر ایک شوہر سے تعلق میراث بیٹے کو حاصل نہین بلکہ میراث لینا دینا اُسی کے ساتھ ہوگا جو والدہ کا شوہر ہونیکے ساتھ اپنا والد بھی ہو۔ والدہ کے دوسرے شوہر جو سوتیلے باپ کہلاتے ہین بالکل غیر سمجھے جاتے ہین نہ زوجہ کے بیٹے کو میراث دیتے ہین نہ اسکی میراث کے مستحق ہیں البتہ اگر والدہ کا دوسرا شوہر چچا بھی ہو تو چچا ہونیکے علاقہ سے اپنے بھتیجو نکی میراث پا سکتا ہے۔

(۳) دادی سے میراث دینے اور لینے کا علاقہ حاصل ہوتا ہے لیکن اُسکا ہر ایک شوہر اس علاقہ کا مستحق نہین ہو سکتا یہ تعلقِ میراث دادی کی اُسی شوہر سے ہوگا جو اِن پوتا پوتی کے والد کا والد بھی ہو۔

(۴) نانی سے میراث دینے اور لینے کا رشتہ ہے لیکن نانی کا ہر ایک شوہر نواسہ نواسی سے تعلقِ میراث نہین رکھے گا۔ وراثت اُسی کے ساتھ جاری ہوگی جو نانی کا شوہر ہونیکے ساتھ مان کا باپ یا دادا بھی ہو

(۵) پوتی کے ساتھ علاقۂ میراث ہے لیکن اُسکے شوہر کے ساتھ نہین (مگر جبکہ نواسا بھی وہی ہو۔)

(۶) نواسی سے میراث کا تعلق ہے مگر اُسکے شوہر سے بالکل نہین (ہان اگر پوتا بھی وہی ہو تو امر دیگر ہے)

(۷) بہن کے ساتھ علاقۂ میراث سب کو معلوم ہے لیکن اُسکا شوہر یعنی بہنوئی دربارہ میراث بالکل غیر سمجھا جائیگا (البتہ اگر اُس سے کوئی دوسرا خاندانی علاقہ چچا زاد وغیرہ ہونے کا حاصل ہو تو اجنبی اور غیر نہ سمجھا جائیگا)

(۸) پھوپی وارث ہے اور ہم اُسکے وارث ہین لیکن پھوپا صاحب میراث کے معاملہ مین ہمسے کچھ علاقہ نہین رکھتے (ہان اگر ماموبھی وہی ہون تو علاقہ حاصل ہے)

(۹) خالہ صاحبہ چوتھے درجہ کے ذوی الارحام مین داخل ہین اور آپ اُنکے درجۂ سوم کے ذوی الارحام ہین لیکن اُنکا شوہر یعنی خالو بالکل غیر اور بے علاقہ سمجھا جاتا ہے نہ میراث دیتا ہے نہ لیتا ہے (البتہ اگر خالو بھی ہو اور چچا بھی ہو تو مضائقہ نہین)

قاعدۂ ششم۔ جو شخص وارث نہو وہ خدمت و پرورش اور غمخواری کرنے اور اپنا مال صرف کرنیسے وارث نہین ہو سکتا اور نہ خدمت و احسان کی وجہ سے کسی وارث کا حصہ کچھ بڑھ سکتا ہے کیونکہ حقیقتِ میراث مین آپکو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ میراث معاوضہ کسی مروت و احسان اور خدمت کا نہین بلکہ جب انسان

کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو جو سامان اسکو مستعار عطا ہوا تھا وہ دوسرونکو دلوا دیا جاتا ہے البتہ اپنی خاص عنایت سے اتنی رعایت خدائے تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ یہ مال واسباب اُن لوگون کو دلوایا ہے جو میت سے علاقہ اور نسبت رکھنے والے ہین۔ اگر بلا تعلق و علاقہ عام مسلمانون کو بھی دلوا دیا جاتا تو نامناسب نہین کہہ سکتے تھے۔ پس۔

(۱) جو شخص شرعاً کسی بچہ کا وارث نہین اگر اُسکو پرورش کرے تعلیم پر روپیہ صرف کرے اُسکے نکاح و شادی مین مال لُٹاوے اب اگر وہی لڑکا بڑا ہو کر کچھ مال چھوڑ کر مرجاوے تو یہ پرورش کرنیوالا شخص بالکل محروم رہے گا اور دور دراز کے ایسے وارث آکر مال کے مستحق ہوجائینگے جنھون نے نہ کبھی اُس لڑکے کی بات پوچھی نہ صورت دیکھی

(۲) اگر کسی ایسے شخص نے جو وارث شرعی نہین ہے کسی مفلس و محتاج کی ہمیشہ اعانت و امداد کی اور ہر طرح اُسکی ضروریات مین اپنا مال صرف کیا اور اُسکے وارثون اور عزیزون نے کبھی خبر نہ لی تو اُسکے انتقال کے بعد جو کچھ مال مکان واسباب وغیرہ ہوگا وہ اُسکے بے مروت وارثون اور عزیزون ہی کا حق ہوگا۔ اس امداد و اعانت کرنیوالے کو اسکے مال مین سے کچھ بھی نہ ملے گا البتہ آخرت مین بہت بڑا ثواب اور درجہ حاصل ہوگا۔

(۳) اگر کسی بوڑھے ضعیف مالدار کی کسی غیر شخص نے بدل وجان خدمت کی اور طرح طرح کی تکلیف اسکی خدمت مین اُٹھائی اور اُسکی اولاد و اقارب ہمیشہ دُور دُور رہے اور کبھی آکر قدم بھی نہ رکھا تو مرنیکے بعد یہی لوگ وارث ہوجائینگے یہ خادم قدیم صاحب ایک کوڑی بھی نہ پائینگے لہذا ایسے موقع مین مناسب ہے کہ اپنے خادم و مددگار کے لیے کچھ وصیت کر جائے یا زندگی مین اُسکو کچھ مال اسباب جائداد دیکر اُسکا قبضہ اور تصرف کرادے تاکہ وہ اپنے حق الخدمۃ سے محروم اور بے نصیب نہ رہے۔

(۴) دو وارثون مین سے ایک ہمیشہ دل و جان سے حاضر اور معین و مددگار رہا اور دوسرا کبھی پاس بھی نہ بھٹکا تو میراث مین کسی کی کچھ زیادتی کمی نہوگی جو حصہ شریعت سے مقرر ہے وہی پہونچے گا مروت و احسان و اعانت کرنے والے کا حصہ زیادہ نہ ہوگا بے مروت کا حصہ کم نہ ہوگا۔

مسئلہ اگر کسی ایسے عزیز و قریب نے جس کو میراث نہین پہونچتی کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی وغیرہ تقریبات مین اپنا بہت سا مال صرف کیا اور اتفاق سے وہ لڑکا لڑکی اپنا بہت سا مال چھوڑ کر مر گئے (جو انکو اپنے والدین کی طرف سے پہونچا تھا) تو اب جو صاحب وارث شرعی ہین مال انھین کا حق ہوگا اس رشتہ دار کو نہ میراث مل سکتی ہے اور نہ اپنے خرچ کی مقدار اُسکے مال سے وصول کر سکتا ہے کیونکہ نابالغ نے اپنی شادی کے خرچ کثیر کی اجازت

---

[1] مگر ہان ضروری خرچ وصول کر سکتا ہے مثلاً خسر کے مکان تک زوجہ اور شوہر کی آمد و رفت کا خرچ یا مہر اگر اسنے ادا کیا ہو بشرطیکہ معمولی رواج سے زیادہ نہوا

دی تھی اور نہ اُسکی اجازت معتبر ہے۔ مثلاً[1] ماموں اور چچا موجود تھے اور ماموں نے اپنا مال خرچ کیا تو میراث چچا کو ملے گی ماموں محروم ہوگا۔ یا بھائی[2] اور بہنوئی موجود ہیں اور خرچ اُٹھایا بہنوئی نے تو میراث بھائی لیگا بہنوئی محروم رہے گا۔

قاعدہ ہفتم کسی شخص کو وارث کے مانند مان لینے اور بنا لینے سے وہ شرعاً وارث اور مستحق میراث نہیں ہو جائیگا۔

(۱) پس اگر کسی مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کو منھ بولا بیٹا بیٹی متبنّیٰ اور لے پالک بنا لیا تو یہ لڑکی[3] لڑکا اسکا وارث ہوگا اور شرعاً اُسکی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ نہ متبنّیٰ ہونیکی وجہ[4] سے اس لڑکے یا لڑکی کو کچھ میراث ملے گی اور نہ متبنّیٰ بنانیوالوں کو اُنکی میراث ملے گی اور میّت کی اولاد کی وجہ سے جو زوجہ اور شوہر اور والدین کا حصّہ کم ہو جایا کرتا ہے۔ وہ اِس متبنّیٰ لڑکے اور لڑکی کی وجہ سے کم ہوگا اور بیٹے یا بیٹی کی وجہ سے جو وارث محروم ہو جایا کرتے تھے وہ متبنّیٰ کے سبب سے محروم ہوں گے غرض اولاد کے لیے جو حکم شرعاً ثابت ہیں اُنمیں سے کوئی بھی متبنّیٰ پر صادق و ثابت ہوگا[5]۔ لہٰذا اگر اپنے متبنّیٰ کو کچھ دینا منظور ہو تو صحت و حیات میں اُسکو دیکر قبضہ دلا دے اور قانونی جھگڑے سے بچنے کے لیے داخل خارج وغیرہ عدالت کی کارروائی کامل کرا دے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا دینی بھائی یا دینی بہن بنا کر تمام معاملات اسکے ساتھ مثل رشتہ داروں اور وارثوں کے کرے تو اُس سے وہ رشتہ داری اور علاقہ ثابت نہ ہوگا اور اس رشتہ کی وجہ سے جو باہم میراث جاری ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور کوئی حکم وارث ہونیکا ثابت نہ ہوگا۔

فرق۔ وارثوں کی اقسام کے بیان میں یہ لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا بیٹی ہے تو نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ لڑکا لڑکی مستحق میراث ہوں گے۔ اُسمیں اور متبنّیٰ میں یہ فرق ہے کہ وہاں یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شخص میری اولاد ہے اسلیے وہاں یہ شرط ہے کہ وہ لڑکا لڑکی مجہول النسب ہو اُسکے باپ دادا وغیرہ کوئی معلوم و مشہور نہ ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ جس لڑکے لڑکی کی نسبت اقرار کرتا ہے اُسکی اتنی عمر ہو کہ اس اقرار اور دعویٰ کرنے والے کی اولاد بن سکے اگر تیس برس کا آدمی بیس برس کی عمر کے مجہول النسب لڑکے کو اپنا بیٹا کہے تو معتبر نہ ہوگا اور متبنّیٰ میں فی الحقیقت اولاد ہونیکا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ اُسکو غیر کی اولاد تسلیم کرکے اپنی اولاد کے قائم مقام بنانا چاہتا ہے اسلیے متبنّیٰ میں مجہول النسب ہونا شرط نہیں اور عمر کی قید نہیں اور اسوجہ سے میراث نہیں ملتی۔ بالکل یہی فرق ہے کسی کو اپنا بھائی تسلیم کر لینے میں (جسکا ذکر وارثوں کی قسموں میں مقرلہ

---

[1] یہی مثال جسمیں مال خرچ کرنیوالا وارث ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے محروم رہا ۱۲
[2] ایسی مثال جسمیں مال خرچ کرنیوالا بالکل وارث ہی نہیں یعنی بہنوئی ۱۲
[3] سوا اسکے کہ معروف النسب اور مجہول النسب ۱۲
[4] اگر کسی دوسرے علاقہ عصبیہ یا ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے ملجائے تو مضائقہ نہیں
[5] یہانتک کہ متبنّیٰ کی زوجہ سے متبنّیٰ بنانے والے باپ کو نکاح جائز ہے اسی طرح متبنّیٰ بنائی ہوئی بیٹی سے نکاح درست ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا علاقہ حرمت کا موجود نہو۔ ملاحظہ فرماؤ۔ ہدایۃ المتقین صـ۲ واللہ اعلم ۱۲

بالنسب علی الغیر کی مثال مین آیا تہا) اور کسیکو دینی بہائی بہن بنا لینے مین حقیقی قرابت کا اقرار نہین ہوتا اسی وجہ سے میراث نہین ملتی اور وہان مُقر لہ مین حقیقی قرابت کو تسلیم کرتا ہے اور مجہول النسب ہونا شرط ہے۔

قاعدۂ ہشتم۔ زنا کی وجہ سے کوئی علاقہ اور تعلق میراث کا حاصل نہین ہوتا لہذا۔

(۱) جو اولاد زنا سے پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی وارث ہنوگی اور نہ یہ باپ (زانی) اُنکا وارث ہوسکتا ہے نہ اس ولاد کی وجہ سے زانی کی زوجہ اور والدین کا حصّہ کم ہوسکتا ہے اور نہ انکی وجہ سے کوئی محروم ہوسکتا ہی۔ دلیکن اس ولاد کو مانکی طرف سے میراث ملے گی اور مان کو اِس اولاد کی میراث پہونچے گی اور اس اولاد زنا کی وجہ سے زانیہ کے والدین اور شوہر کا حصّہ کم ہوجائے گا اسیلیے باب چہارم کی فصل چہارم مین بیان کیا گیا تھا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو رُبع ترکہ ملتا ہے خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے یا زنا سے۔

(۲) اگر کسی عورت کو گھر مین ڈال لیا اور تمام تعلقات مثل زن و شوہر کے باہم جاری رہے اور خاندان مین بھی وہ عورت اُسکی زوجہ سمجھی جاتی رہی لیکن شرعی ضابطہ اور قاعدہ سے نکاح اور ایجاب و قبول نہین کیا گیا تھا تو وہ عورت اِس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہوگی اور نہ اُسکو کچھ میراث ملے گی اور اگر اولاد پیدا ہوئی ہو تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائیگی اور باپ کے ترکہ سے قطعاً محروم رہے گی۔

تنبیہ بعض دفعہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کرکے (بلا طلاق) نکاح کر لیا جاتا ہے اور پہلا شوہر بوجہ نفرت و بے رغبتی یا بوجہ مجبوری اُسکے درپے اور مزاحم نہین[1] ہوتا۔ اور کبھی طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی مدت ختم ہونیسے[2] پہلے نکاح کر دیا جاتا ہے یہ نکاح بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہین اِن صورتون مین بھی عورت و مرد گنہگار اور زناکار ہوتے ہین اور اولاد ان کی والد الزنا سمجھی جاتی ہے ایسی عورتین شوہر[3] کی میراث اور مہر سے محروم رہتی ہین اور انکی اولاد بھی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے۔

---

[1] ایسی صورت مین شوہر پر واجب ہے کہ حتی الوسع مزاحمت کرے اور دوسری جگہ نکاح ہنونے دے مایوس و مجبور ہوجائے تو طلاق دیدینا چاہیے

[2] بعض دفعہ اِس مصلحت سے نکاح کر دیا جاتا ہے کہ دوسری جگہ نکاح نہ کرسکے۔ اگرچہ یہ بھی گناہ و معصیت ہے لیکن اگر عدت ختم ہونیکے بعد از سرِ نو نکاح کر لیا جائے تو صحیح و درست ہوجائے ۱۲۔

[3] فی الحقیقت وہ شوہر نہین لیکن چونکہ لوگ سمجھتے تھے اِسلیے شوہر لکھدیا گیا ۱۲۔

چوتھا باب

ایک مقدمہ اور ذوی الفروض کی بارہ فصلین۔

مقدمہ۔ وارثون کا بیان اور اُنکی قسمین

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہین وہ تین طرح کے ہوتے ہین اور اس زمانہ مین ہندوستان مین تو ان تین قسموں کے سوا کسی کا وجود ہی نہین۔

وہ تین قسم کے وارث یہ ہین

(۱) **ذوی الفروض** یعنی وہ وارث جنکے حصّہ اور میراث کی مقدار شریعت مین مقرر و معین فرما دی گئی ہے۔

(۲) **عصبات نسبی** ۔ یعنی میّت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جنکے رشتہ مین عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہو اور شریعت مین اُنکا کچھ حصّہ مقرر نہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصّے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے اُن کو ملجائے اور اگر باقی نہ رہے تو محروم رہجائین۔

فائدہ عصبات نسبی وہ ہین جو نسب مین میّت کے شریک ہون۔ اور نسب کا اعتبار شریعت اسلامی مین مردؔ کی طرف ہی ہے لہذا عصبات نسبی وہی لوگ ہونگے کہ اُنمین اور میّت مین بلا واسطہ عورت علاقہ موجود ہو اور خود بھی مرد ہون۔ پس چچا کا بیٹا عصبہ ہوگا کیونکہ یہ میّت کے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ نہین۔ اور نواسہ اور بھانجا میّت کی بہن کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ ظاہر موجود ہے۔ اور چچا کی بیٹی اور پھوپھی صاحبہ عصبہ نہین اسلیے کہ اگرچہ واسطہ عورت کا درمیان مین نہین لیکن خود مرد نہین اور یہان عصبہ کے لیے مرد ہونا شرط ہے۔

لہ چنانچہ اگر کسی شخص کی والدہ سیدزادی ہو اور باپ شیخ ہو تو وہ شخص اپنے آپ کو سید کہنے اور حسنی حسینی لکھنے کا مجاز نہ ہوگا البتہ ایک تفضیلت اُسکو والدہ کی طرف سے حاصل ہوجائے گی ۱۲

(۳) **ذوی الارحام** - وہ وارث ہین جنکا حصّہ بھی شریعت مین مقرر نہو اور عصبہ بھی نہون بلکہ میّت مین اور اُن مین عورت کے علاقہ اور وسیلے سے رشتہ اور قرابت ہو یا خود عورت ہون -

دیکھو خالہ ذوی الارحام ہی کیونکہ نانی کی بہن ہی - ایسے ہی پھوپی بھی ذوی الارحام ہے کیونکہ خود مرد نہین، اگرچہ واسطہ مرد کا ہے یعنی باپ کی بہن ہے - پوتی اگرچہ مرد نہین لیکن اسکو ذوی الارحام نہ کہین گے اسلیے کہ اسکا حصّہ شریعت مین مقرر شدہ ہی - جو بہن صرف مان مین شریک ہے وہ خود بھی عورت ہی اور واسطہ بھی عورت کا ہے لیکن ذوی الارحام نہین اسلیے کہ یہ ذوی الفروض مین داخل ہے حصّہ اسکا مقرر ہے - بھتیجی ذوی الارحام ہے مگر بھتیجا ذوی الارحام نہین کیونکہ یہ میّت کے بھائی کا بیٹا ہے نہ اسمین عورت کا علاقہ آیا نہ خود عورت ہی پھر بھلا عصبہ کیسے ہو سکتا ہے -

یہ تین قسم کے وارث جو بیان ہوئے انمین نمبر اوّل کے وارث یعنی **ذوی الفروض** سب سے مقدم ہین جب تک انکا حصّہ پورا نہ ملجائے قسم دوم وسوم یعنی عصبہ و ذوی الارحام کو کچھ نہین مل سکتا -

مثال - ایک عورت مسماۃ راشدہ کا انتقال ہوا اُسنے تین ذوی الفروض چھوڑے یعنی - شوہر[۱] - بیٹی[۲] - والدہ[۳] - اور دو عصبے یعنی ایک بھائی[۱] اور چچا[۲] اور دو ذوی الارحام یعنی ایک خالہ ایک ماموں پس جب تک زوجہ اور بیٹی اور والدہ کو مقررشدہ حصّہ نہ ملجائے کسی اور وارث کو کچھ نہ پہونچے گا کیونکہ شوہر اور والدہ اور بیٹی ذوی الفروض ہین[۱]

دوسرا درجہ قسم دوم کے وارثون یعنی **عصبات** کو حاصل ہے - اگر ذوی الفروض کے حصّے دیکر کچھ باقی رہجائے تو عصبات کو وہ باقی ماندہ مال ملجاتا ہے - اور اگر ذوی الفروض مین سے کوئی بھی موجود نہین تو عصبات کو تمام ترکہ اور کُل مال ملجائیگا - قسم سوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہ ملے گا -

پہلی مثال - رحمت علی کا انتقال ہوا تو اُسنے - زوجہ - دختر - والدہ - اور ایک بھائی چھوڑا رحمت علی کا مال چوبیس سہام کرکے تین زوجہ کو دیے گئے (آٹھوان حصّہ) اور چار والدہ کو دیے گئے (یعنی چھٹا حصہ) اور بارہ سہام دختر کو دیے گئے (یعنی کُل مال کا نصف) اب ذوی الفروض کے حصّے نکالنے کے بعد چوبیس مین سے پانچ سہام باقی رہ گئے وہ رحمت علی کے بھائی عظمت علی کو دیدیے گئے کیونکہ یہ عصبہ ہے اور بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ عصبہ کا حق ہوتا ہے -

دوسری مثال ایک واقعہ - رحیمن مریض ہوئی اسکی ایک ہمشیرہ ایک شوہر ایک چچا تیمارداری مین ایک ماہ تک مصروف رہے - اگر یہ اس حالت مین مرجاتی تو چچا صاحب محروم رہتے کیونکہ نصف ترکہ شوہر کو اور

---

[۱] صورت اس مسئلہ کی یہ ہوگی مسئلہ ۱۲ شوہر ۳ والدہ ۲ دختر ۶ بھائی ۱ چچا محروم ماموں محروم خالہ محروم واللہ اعلم بالصواب ۱۲

نصف ہمشیر کو پہونچتا۔ تقدیر خداوندی کے کرشمے دیکھو۔ شوہر طاعون مین مبتلا ہو کر تین ہی دنمین رخصت ہو گیا۔ (اب اگر رحیمن کا انتقال ہوتا تو نصف میراث ہمشیرہ کو پہونچتی اور نصف چچا کو۔ لیکن) رحیمن کی ہمشیرہ طاعون سے ڈر کر اس مکان مین نہ رہ سکی بہن کو سخت بیمار چھوڑ کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ چورون کو خبر لگی کہ رحیمن کی ہمشیرہ بہت مال اسباب لیکر آئی ہی۔ شب کو نقب لگا کر سر پر آ کھڑے ہوئے اور دھمکی دی کہ مال بتلاؤ۔ اس غریب کے پاس کچھ بھی نہ تھا کیا بتلا دیتی۔ جب بار بار ڈرانے دھمکانے سے نہ بتلایا تو چھرا مار کر چلے گئے۔ صبح تک اسکا کام ہو گیا۔ رحیمن تو عرصہ سے صبح شام کی مہمان تھی کچھ شوہر کے رنج اور بہن کی ناگہان موت نے نڈھال کر دیا۔ اگلے روز سب مال و متاع چھوڑ کر لحد کے گوشہ مین چھپ گئی۔ اب کوئی ذوی الفروض تو رہا ہی نہ تھا چچا صاحب عصبہ تھے وہی تشریف لائے اور سب مال پر قبضہ کر کے مکان کو قفل لگا کر پورے مالک و وارث بنگئے

قاعدہ۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اگر کچھ باقی رہجائے تو عصبات کا حق ہوتا ہے لیکن اگر ذوی الفروض کے حصّے دینے کے بعد کچھ باقی رہجائے اور عصبہ کوئی موجود نہو تو جو کچھ باقی رہا ہے اُسکو دوبارہ اُنھین موجودہ ذوی الفروض پر اُسی حساب سے تقسیم کر دین جس حساب سے پہلے تقسیم ہوا تھا (اِسکو رد کہتے ہین۔ چونکہ اسکا مستقل ذکر آیندہ ہوگا اسلئے یہان زیادہ تشریح اور مثال وغیرہ کی ضرورت نہین ۔

ذوی الارحام تیسری قسم اور تیسرے درجہ کے وارث ہین انکو میراث اسیوقت ملسکتی ہے جبکہ نمبر اول و دوم کا کوئی وارث موجود نہو یعنی جب میّت کا کوئی ذوی الفروض وارث اور کوئی عصبہ موجود نہو جب یہ مستحق ہوتے ہین لیکن اگر میّت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اسکی وجہ سے محروم نہون گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصّہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ ذوی الارحام لینگے (اس سے زیادہ تشریح ذوی الارحام کے بیان کی ابتدا مین کر دی گئی ہے ملاحظہ فرماؤ شروع باب ششم

تین قسم کے وارث (جو عموماً پائے جاتے ہین) مذکور ہو چکے اور تین ہی قسم کے وارث اور بھی ہین۔

(۱[1]) **مولیٰ عتاقہ**۔ جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے وہ اُسکا **معتق** (آزاد کرنیوالا) اور **مولیٰ عتاقہ** کہلاتا ہے۔ اگر یہ آزاد شدہ بردہ مرجائے اور اُسکے ذوی الفروض در عصبات مین سے کوئی موجود نہ ہو۔ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہجائے اور آزاد شدہ کی عصبات مین سے کوئی نہو تو اسکی میراث اسکے مولیٰ عتاقہ یعنی آزاد کنندہ کو ملجائے گی۔ خواہ یہ آزاد کنندہ عورت ہو یا مرد اور اگر مولیٰ عتاقہ خود موجود نہین وہ اپنے آزاد کردہ کی زندگی ہی مین مرگیا ہے تو یہ میراث مولیٰ عتاقہ

[1] اگر ابتدا سے شمار کرین تو چہارم نمبر ہے اور اگر ان تین وارثون کو علیحدہ رکھین تو نمبر اوّل ہے اِسلیے نمبر ۱ و ۴ ڈالے گئے ۱۲

کے عصبون کو ملے گی کسی عورت کو ہرگز نہین پہونچے گی الحاصل مولیٰ عتاقہ یا اُسکے عصبات اگر موجود ہونگے تو ذوی الارحام سے مقدم رہینگے ذوی الارحام اِنکے سامنے محروم ہونگے۔

(۵ــــ) **مولی الموالاۃ**۔ کوئی مجہول النسب شخص (مرد ہو یا عورت) جسکا نسب اور رشتہ کچھ معلوم نہ ہو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان[1] ہوکر یہ کہے کہ تم ہمارے مولیٰ (یعنی سردار و کفیل کار) ہو۔ اگر مین آپکے سامنے مرگیا تو آپ میرے ترکے کے مستحق ہونگے اور اگر مین کسی جگہ قصور کرکے آؤن تو تاوان بھی آپکو دینا پڑیگا۔ جب وہ دوسرا شخص اسکو قبول کرلے تو وہ عرف مین مولی الموالاۃ کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب اُسکی زندگی مین مرجائے تو اُسکی میراث مولی الموالات کو پہونچے گی کیونکہ میّت کا اور کوئی وارث تو کسی قسم کا ہے ہی نہین۔ البتہ مجہول النسب مرنیوالے کا شوہر یا اُسکی زوجہ موجود ہوسکتی ہے اُسکا حصّہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ مولی الموالاۃ کو ملیگا۔

(۶ــــ) **مقرلہ بالنسب علی الغیر** یعنی وہ آدمی جسکی نسبت میّت نے اپنے وارثون مین داخل ہونے اور اپنے نسب مین شریک ہونیکا اسطرح اقرار کیا ہو کہ اس آدمی کا علاقہ نسب کسی دوسرے سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اسکا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہون۔ البتہ میّت اسکو اپنے وارثون مین اور نسب مین آخری دم تک داخل مانتا رہا ہو۔ جو شخص اس قسم کے اقرار سے وارثون مین داخل ہوا ہے اُسکو اقرار کرنیوالے میّت کی میراث ملجائے گی بشرطیکہ مذکورۂ بالا اقسام کے وارثون مین سے کوئی بھی موجود نہو جب پانچ اقسام کے وارثون مین سے کوئی بھی نہو تب اس چھٹے نمبر کے وارث کا حق ثابت ہوتا ہے البتہ اگر میّت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو اور کوئی وارث کسی قسم کا بالکل نہو تو شوہر یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ اس مقرلہ کو دیا جائیگا

مثال مقرلہٗ کی۔ زید ایک مجہول النسب لڑکے کی نسبت کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور لڑکے کی عمر اس قابل ہے کہ اسکا بھائی ہوسکے یعنی زید کے باپ سے پندرہ بیس برس چھوٹا ہے۔

اب زید کے اسکو بھائی ماننے اور اپنے وارثون مین داخل کرنیسے یہ لازم آیا کہ یہ لڑکا اُسکے باپ کا بیٹا ہے لیکن

---

[1] اُسی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا شرط نہین اگر مجہول النسب اس سے قبل بطور خود یا کسی کے ہاتھ پر ایمان لاچکا ہو اور پھر کسی دوسرے شخص سے ایسا اقرار کرلے تو جائز و درست ہے چونکہ یہی دستور تھا کہ جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اُسی کو مولی الموالاۃ بنا لیتے تھے اس لیے اسلام لانے کا ذکر کیا جاتا ہے جبتک مولی الموالاۃ نے کسی قسم کا تاوان اس کی طرف سے ادا نہین کیا اُس وقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے پھر جانا اور مولی الموالاۃ کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ جب مولی کوئی تاوان اس کی طرف سے بھر چکا اُسوقت علیحدہ ہونا اور اقرار توڑنا جائز نہین۔ اگر دو مجہول النسب شخص جانبین سے باہم ایسا اقرار کرین تو جانبین سے مولی الموالاۃ ہو جائینگے اور پہلے مرنیوالے کی میراث دوسرے کو پہونچے گی ۱۲۔

زید کے باپ نے اسکی نسبت کبھی اقرار نہین کیا اور نہ گواہ ہین کہ یہ لڑکا زید کے باپ کا بیٹا ہے ایسی صورت مین زید کا اقرار اپنے حق مین صحیح ہوگا اور یہ لڑکا مُقرلہ کہلائیگا اور زید کے وارثون مین داخل ہوجائیگا لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بن جائیگا بلکہ **مقرلہ** ہی رہیگا اور اگر کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہوا سکو میراث پہونچیگی جیسا ابھی ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ مُقرلہ زید کے باپ کا بیٹا نہین بن جائیگا اور زید کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہین ہوگا کیونکہ زید کو یہ اختیار نہین کہ باپ وغیرہ کسی دوسرے شخص کے نسب مین کسی کو داخل کردے۔

تنبیہ یہ وہ صورت بیان ہوئی ہے جسمین میّت نے کسی کو اپنا وارث ایسی طرح بنایا کہ یہ شخص دوسرے کے نسب مین داخل ہواجاتا تھا لیکن اگر کوئی میّت کسی شخص کی نسبت اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے اور اس لڑکا لڑکی کا کوئی نسب مشہور بھی نہین بلکہ مجہول النسب ہے، اور عمر بھی اتنی زیادہ نہین کہ اقرار کرنیوالا اسکا باپ نہو سکے تو یہ نسب ثابت ہوجائیگا اور یہ بیٹا بیٹی حقیقی اولاد کی مانند عصبہ و ذوی الفروض مین داخل ہوجائینگے اور پوری طرح بلا تکلف میراث پائینگے۔

مُقرلہ کے ذکر پر وارثون کی باقی تین قسمون کا بھی بیان ختم ہوگیا لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ان قسمونکا وجود اس زمانہ مین نہین ہے۔ اسجگہ صرف بیان کو کامل کرنیکے لیے انکو ذکر کردیا ہے۔ آیندہ (سوائے ایک نقشہ کے) انسے بحث نہوگی صرف مذکورہ سابقہ تین قسمون کا ایک نمبروار نقشہ لکھتے ہین جسمین جملہ قسمونکا مجملاً حال مع دلیل شرعی معلوم ہوجائیگا۔ (ملاحظہ فرماؤ نقشہ نمبر اوّل)

بیت المال حقیقت میراث مین یہ معلوم ہوچکا ہے کہ دنیا کے چندروزہ مسافر کا مال بوقت رخصت خدائے تعالیٰ نے اُسکی تسلّی کے لیے ایسے لوگون کو دلوا دیا ہے جو اُس سے قرابت کا تعلق رکھتے ہون جنکو وارثان شرعی کہتے ہین لیکن اگر کسی میّت کے فی الحقیقت کوئی وارث اقسام مذکورہ بالا مین سے موجود ہی نہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اُس مسافر کے پس ماندہ اسباب کے تمام مسلمان مستحق ہونگے جو اسلامی تعلق میّت سے رکھنے والے ہین لیکن اگر تقسیم کیا جائے تو ایک ایک ذرہ بھی کسی کے حصہ مین نہ آوے لہذا شرعی حکم یہ مقرر ہوا کہ وہ مال بادشاہ اسلام کے خزانہ مین داخل کیا جائے جسکو **بیت المال** کہتے ہین وہانسے وہ ایسے مفید خلائق اور رفاہ عام کے کامون مین خرچ ہوگا، جس سے بلاخصوصیت عام مسلمانون کو نفع پہونچے۔ مثلاً جہاد کے لیے فوج ولشکر تیار کرنا سرحدون پر حفاظت کیلئے چھاؤنیان اور چوکیان قائم کرنا۔ دریاؤن کے پُل اور سڑکین بنانا۔ مدارس و مہمانسرائے پر خرچ کرنا۔

اس زمانے میں چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے لہذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقرا پر صرف کر دیا جائے خواہ یہ فقرا مدارس کے طلبہ و مدرس ہوں یا خانقاہوں کے صوفی اور درویش یا مساجد کے امام و خادم لیکن یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو اجرت میں نہ دیا جائے اور نہ کسی مالدار غنی شخص کو دیا جائے۔

تنبیہ۔ جب کوئی مسافر پردیس میں مرجائے تو اہل شہر اور محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ اسکا مال بلا تکلف فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں بلکہ اول خط بھیجکر یا کسی دوسرے ذریعہ سے خوب تحقیق کر لیا جائے کہ کوئی بعید و قریب وارث موجود ہے یا نہیں اگر تحقیق سے کوئی وارث معلوم ہو جائے تو اسکو دیا جائے ورنہ جب یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ کوئی وارث نہیں ہے اسوقت فقرا پر صرف کر دیں۔

فائدہ۔ جب شرعی وارث کوئی موجود نہو تو میراث او مال کو بیت المال میں داخل کرنا واجب ہے چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں لہذا فقرا پر صرف کرنیکا حکم دیا جاتا ہے لیکن اگر میت کے بعض ایسے عزیز و قریب مفلس و غریب موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں تو عام فقرا سے وہ لوگ مقدم ہونگے اور بموجب فتویٰ علمائے قدیم بوجہ فقر و احتیاج اس بعید رشتہ دار میت کا مال و ترکہ انکو دلوا دیا جائیگا لیکن بقاعدۂ میراث و حصۂ شرعی نہیں۔ بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کی وجہ سے انکو دیگر فقرا سے مقدم سمجھکر مثلاً رضاعی بہن یا سوتیلی اولاد یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہوں تو یہ عام فقرا سے مقدم ہو کر ترکہ اور مال میت کا لے سکتے ہیں [۱]۔

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جنکا حصّہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے تیرہ شخص ہیں چار مرد اور نو عورتیں

باپ [۱]۔ دادا [۲]۔ اخیافی بھائی [۳]۔ شوہر [۴]۔ زوجہ [۵]۔ والدہ [۶]۔ بیٹی [۷]۔ پوتی [۸]۔ حقیقی بہن [۹]۔ علاتی بہن [۱۰]۔ اخیافی بہن [۱۱]۔ جدّہ [۱۲]۔ یعنی دادی نانی [۱۳]۔

[۱] یہ مضمون مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور اشباہ و نظائر اور ذخیرہ میں اور جامع الرموز میں موجود ہے اور احادیث میں اکبر خزانہ اور معتق کو میراث دیا جانا اسکا مؤید ہے واللہ اعلم ۱۲۔

نقشہ نمبر اول متعلقہ باب چہارم مشتمل بر شش اقسام وارثان مع تفصیل دلیل شرعی جملہ اقسام

وارثان نمبر اقسام	اقسام وارثان	کس دلیل سے ثابت ہے — نام وارث	کس دلیل سے ثابت ہے — نام دلیل	تفصیل دلیل	ترجمہ و تشریح وغیرہ
اول ۱ [illegible]	ذوی الفروض	بیٹی	قرآن مجید	فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۔	بیٹیان اگر (دو ہون) دو سے زیادہ ہون تو اُن کو ترکہ مین سے دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو کل مال مین سے نصف
	″	پوتی	حدیث رسول اللہ و اجماع صحابہ و عامۃ الفقہا	ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ مین نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نصف بیٹی کو چھٹا حصّہ پوتی کو باقی بہن کو دیا جاوے (بخاری شریف) اور صحابہ و فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب بیٹی نہ ہو تو پوتی تمام حالتون مین اُسکی قائم مقام ہے ۔	
	″	مان باپ	قرآن مجید	وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	اگر میّت کے اولاد موجود ہو تو اُسکے مان اور باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا اگر اولاد نہ ہو تو مان کو ایک ثُلث (اور باقی باپ کو) اور اگر میّت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنین ہون تو بھی مان کو چھٹا حصّہ ملتا ہے ۔
	″	دادا	اجماع اُمّت		ابو بکر ابن عباس ابن زبیرؓ فرماتے تھے کہ الجد اب یعنی جب باپ زندہ نہو تو دادا بھی باپ ہی کے حکم مین ہے ۔ اور باوجودیکہ صحابہؓ اُسوقت بکثرت موجود تھے لیکن یہ نہین سُنا گیا کہ کسی نے اس بارہ مین ابو بکرؓ کا خلاف کیا ہو (بخاری شریف)
	″	شوہر	قرآن مجید	وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ	اگر تمھاری بی بیون کے اولاد نہو تو اُنکے ترکہ مین سے تم کو نصف ملیگا ۔ اور اگر اُن کے اولاد ہو تو تم کو ربع حصّہ ملے گا ۔
	″	زوجہ	قرآن مجید	وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ	جب تم لوگون کے اولاد نہو تو تمھاری بی بیون کو تمھارے ترکہ مین سے چوتھائی ملے گا ۔ اگر تمھارے اولاد ہو تو اُن کو آٹھوان حصہ ملے گا ۔
	″	اخیافی بھائی اخیافی بہن	قرآن مجید	وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ	اگر کسی مورث مرد یا عورت کے اولاد اور والدین نہون اور اُسکے کوئی (اخیافی بھائی یا بہن موجود) ہو تو ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اگر (اخیافی بھائی بہن) اس سے زیادہ ہون تو وہ سب ایک تہائی مین شریک ہیں
	″	ہمشیرہ حقیقی علاتی	قرآن مجید	اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ	اگر ایسا شخص مر جائے جسکے والدین اور اولاد نہو اور اُسکے ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو اُسکو ترکہ مین سے نصف ملیگا ۔ اگر دو (یا دو سے زیادہ) ہون تو سب کے لیے دو ثلث ہے ۔

″	″	جدّہ دادی نانی	حدیث شریف و آثار صحابہؓ	ابو سعید اور قبیصہ بن ذویب اور مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدّہ کو چھٹا حصہ عطا کرایا۔ بُریدہ کہتے ہین کہ آنحضرتؐ نے جدّہ کے لیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جبکہ اُس سے قریب میّت کی کوئی مان موجود نہو ابو بکرؓ نے دو جدّہ کو سدس مین شریک کرادیا (ترمذی ابوداؤد دارمی ابن ماجہ وغیرہ)	
قسم دوم	عصبات	بیٹا بیٹی / بیٹے کی اولاد / باپ دادا / باپ کی اولاد / دادا کی اولاد	قرآن مجید و حدیث رسول اللہؐ و اجماع اُمّت	يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۝ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۔ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۝ الحقوا الفرائض باهلها فما بقي فهو لاولى رجل ذكر (بخاری و مسلم)	پہلی آیت مین بیٹا بیٹی کے عصبہ ہونیکی حالت کا بیان ہے۔ دوسری مین باپ کے عصبہ ہونیکا حال ہے۔ تیسری مین حقیقی اور علاتی بھائی بہنون کا ذکر ہے بخاری و مسلم کی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض کے حصّے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ اُس مرد کا حق ہے جو میّت سے سب سے زیادہ قریب علاقہ اور قرابت رکھتا ہو
قسم سوم	مولی عتاقہ	خود عصبات	حدیث رسول اللہؐ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک آزاد کرنے والے کو فرمایا کہ اگر یہ تمھارا آزاد کردہ غلام مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو تم ہی اُسکے عصبہ ہوجاؤ گے اور فرمایا کہ آزاد کردہ کسی قوم کا اُنھیں مین داخل سمجھا جاتا ہے۔	
قسم چہارم	ذوی الارحام	میّت کی اولاد / میت کے اصول / باپ کی اولاد / دادا دادی کی اولاد	قرآن مجید و آثار صحابہ و حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ الخ (سورہ نسار) وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (سورہ انفال) الخالُ وارثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ ابنُ اُختِ القوم منهم (بخاری)	پہلی آیت سے توریث ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند الحنفیہ منسوخ نہین بلکہ میراث ذوی الارحام مراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ جسکا کوئی وارث نہو اُسکا وارث ماموں ہے اور فرمایا ہے کہ بھانجا بھی اُسی قوم مین شمار ہوتا ہے۔ یہان سے ذوی الارحام کی میراث ثابت ہوئی
قسم پنجم	مولی الموالاۃ	خود	قرآن مجید و حدیث	وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ قال عليه السلام لتميم الداری هو اخوك ومولاك فانت احق بحياته ومماته	اس آیت سے مولی موالاۃ کی میراث ثابت اور تمیم داریؓ نے جناب رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ جو شخص میرے ہاتھ پر اسلام لاکر میرا مولی موالات بنجائے اُسکا کیا حکم ہے آپنے فرمایا کہ وہ تمہارا بھائی اور مولی ہوگیا تم اُسکی موت و حیات مین سب سے زیادہ مستحق ہوگے۔ (ترمذی دارمی وغیرہ)
قسم ششم	مقرلہ بالنسب	خود	قرآن مجید و قیاس	مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۔ ولان المرء يوخذ باقراره ۔	ایسے شخص کی میراث فی الحقیقت وصیّت کے حکم مین داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہوگا اور چونکہ اسکے سوا کوئی وارث نہین اسلئے کل مال مین جاری ہوگی۔ نیز جب میّت نے اُسکو رشتہ دار مان لیا اس اقرار کی وجہ سے اپنا مال بطور میراث اُسکو دینا پڑے گا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرائض مین جسقدر رشتے بیان کیے جاتے ہین وہ سب مرنے والے کے لحاظ سے بیان کیے جاتے ہین۔ مثلاً جب ہم لکھتے ہین کہ باپ کو چھٹا حصہ اور زوجہ کو آٹھوان۔ تو یہان مرنیوالے کی زوجہ مراد ہے اُسی کے اعتبار سے زوجہ لکھا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ باپ کی زوجہ کا یہ حصہ ہے کیونکہ اگر ہمکو باپ کی زوجہ کا حال لکھنا ہوتا تو میّت کی والدہ یا مان لکھتے زوجہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی غرض ہر جگہ خیال رہے کہ باپ۔ دادا۔ زوجہ۔ والدہ۔ ہمشیرہ۔ بیٹا وغیرہ جو کچھ کسی جگہ لکھا ہے وہان میّت کی ہمشیرہ زوجہ بیٹا وغیرہ مراد ہین اسمین اکثر دھوکا ہوجاتا ہے

فصل اوّل۔ باپ کی میراث کا حال اور حصے

خوب یاد رکھو کہ باپ کا حق چھٹے حصے سے کم کبھی نہین ہوتا۔ ہان بعض دفعہ ترکہ مین سے تہائی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ ملجاتا ہے اور اگر باپ کے سوا میّت کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو کُل مال باپ کو ملجاتا ہے غرض باپ کے تین حال ہین۔

(۱) صرف چھٹا ملتا ہے جبکہ میّت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑی ہو

مثال زید متوفی — مسئلہ ۲۴ — زوجہ ۳ — والد ۴ — پسر ۱۷

(۲) اگر مرنیوالے کے کوئی مذکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ مین بھی نہو بلکہ بیٹی[1] یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو مرنے والے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت مین باپ ذوی الفروض بھی رہا کیونکہ اسنے اپنا وہ مقرّرہ حصہ لیا جو شریعت نے اسکے لیے مقرر کردیا ہے اور عصبہ بھی رہا کیونکہ اسنے باقی مال لے لیا اور عصبہ اُسی کو کہتے ہین جو ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا مستحق ہو۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسنے پانچ وارث چھوڑے باپ دادا بیٹی زوجہ والدہ اسکے مال کا آٹھوان حصہ زوجہ کو چھٹا والدہ کو نصف بیٹی کو دیا گیا اور چھٹا حصہ حسب قاعدہ باپ کو دیا گیا۔ اب ذوی الفروض کے یہ سب حصے پورے ملجانیکے بعد جو کچھ باقی رہا وہ بھی باپ کو مل گیا یعنی کل مال کے چوبیس حصے کرکے مین سہام زوجہ کو چار والدہ کو اور بارہ بیٹی کو اور چار والد کو دیے گئے ذوی الفروض کے کل حصے

[1] بیٹی کی اولاد کا اعتبار نہین ۱۲

تیئس ۲۳ سہام مین پورے ہوگئے اب جو ایک باقی رہا وہ بھی باپ کو ملجائیگا۔ اِس صورت مین باپ دو وجہ سے حصہ کا مستحق ہوا۔ چار سہام یعنی کل مال کا چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونیکی وجہ سے پایا اور ایک حصہ یعنی کل مال کا چوبیسوان حصہ عصبہ ہونیکے لحاظ سے پایا۔ غرض چوبیس مین سے پانچ حصے باپ کو وصول ہوئے اس طرح

مسئلہ ۲۴				زید متوفی
زوجہ	والدہ	دختر	والد	دایۂ
آٹھوان ۳	چھٹا	نصف	چھٹا	باقی

تنبیہ - یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جب میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو تو وہان باپ کو اپنے چھٹے حصے کے علاوہ ہمیشہ ایک ہی حصہ ملتا ہے بلکہ جو کچھ باقی رہے وہ دیا جاتا ہے زیادہ ہو یا کم ہو۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ مین اگر میت کی مان زندہ نہوتی تو پھر بھی زوجہ کو تین سہام ملتے دختر کو بارہ باپ کو چھ اور باقی ماندہ پانچ بھی عصبہ ہونیکی وجہ سے باپ کو حاصل ہوتے۔ اسطرح مسئلہ ۲۴

(۳) اگر میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے کی نہ پڑپوتے کی تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب باپ کو ملجائیگا اس صورت مین باپ کا کوئی حصہ مقررہ نہین۔ نمبر دوم مین اور اسمین یہی فرق ہے کہ وہان مقررہ حصہ چھٹا بھی ملتا تھا اور باقی ماندہ بھی ملتا تھا اور یہان حصہ مقررہ کچھ نہین صرف باقی ماندہ ملتا ہے لیکن یہان خدا کے فضل سے باقی ماندہ اسقدر ہوتا ہے کہ نمبر دوم مین جو کچھ ملتا تھا اُس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

مثال بکر کا انتقال ہوا اُسنے چار وارث چھوڑے۔ زوجہ ۱ ۔ نواسی ۔ والدہ ۳ ۔ باپ ۲ نواسی چونکہ ذوی الارحام مین ہے اور ذوی الارحام کو جب ہی حصہ ملتا ہے کہ ذوی الفروض مین سے کوئی نہو اسلیے نواسی محروم رہی۔ زوجہ کو چوتھا حصہ دیا گیا اب جو کچھ باقی رہا اسمین سے ایک ثلث والدہ کو دیا۔ اب جو کچھ باقی رہا وہ باپ کا حق ہے۔ یعنی کل مال کے چار حصے کرکے ایک زوجہ کو دیا اسکو دینے کے بعد تین باقی رہے اُنمین سے تہائی یعنی ایک سہام والدہ کو دیدیا باقی دو سہام والد کا حق ہین اس حالت نمبر ۳ مین باپ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے ذوی الفروض نہین اور حالت دوم مین عصبہ بھی تھا اور ذوی الفروض بھی اور پہلی حالت مین صرف ذوی الفروض تھا عصبہ نہ تھا۔ باپ کی میراث کے جو تین حال ہمنے بیان کیے ان سوا چوتھا حال قیامت تک نہین ہو سکتا ؎

فصل دوم میت کے دادا کے حصے اور میراث کا بیان

لہ قیمت بچے دکھلانے کی غرض سے خلاف والدہ والد کا نام دیدیا گیا ۱۲

یہ بات یاد رکھو کہ اگر میت کا باپ زندہ ہوتا ہے تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا وہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے اُسکی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہو تو دادا کو بالکل اُسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے تھے جیسا کہ اب مفصّل بیان ہوتا ہے۔ پس دادا کے بیانمین ہر جگہ یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب میت کا باپ زندہ نہو تب دادا کو یہ حصے ملینگے۔

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ مرنیوالے کے کوئی بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا یا پڑپوتے کی مذکر اولاد کسی درجہ میں موجود ہو مثال مسئلہ ۲۴ زوجہ دادا بیٹا ۲ مسئلہ ۱۲ شوہر دادا پڑپوتا

(۲) اگر مرنیوالے کے کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی موجود نہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ بھی ملجاتا ہے۔

مثال سعیدہ نے انتقال کیا اور شوہر اور دادا اور بیٹی چھوڑے۔ کُل ترکہ کا چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادا کو دیا جائیگا یعنی بارہ سہام میں سے تین شوہر کو چھ بیٹی کو اور دو دادا صاحب کو دیے اور کُل گیارہ سہام میں ان وارثان ذوی الفروض کے حصے پورے ہو گئے اب ایک سہام جو باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونیکے دادا کو مل گیا اس صورت میں دادا ذوی الفروض بھی ہوا عصبہ بھی رہا

(۳) جبکہ میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ پوتی ہے نہ پوتا نہ پڑپوتی نہ پڑپوتا۔ تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ سب دادا صاحب کو ملجائیگا۔

مثال عمرو کا انتقال ہوا اُسنے دادا زوجہ والدہ تین وارث چھوڑے چوتھا حصہ زوجہ کو دیا گیا اور کُل مال کا تہائی حصہ والدہ کو دیا گیا۔ جو کچھ باقی رہا وہ عصبہ ہونیکی وجہ سے دادا کا حق ہے یعنی کُل ترکہ اوّل بارہ سہام پر تقسیم کرکے تین زوجہ کو دیے گئے چار والدہ کو دیے گئے اور باقی ماندہ پانچ سہام دادا نے پائے۔

اس صورت میں دادا صرف عصبہ ہے اور حالت نمبر اول میں صرف ذوی الفروض تھا اور حالت نمبر دوم میں ذوی الفروض بھی تھا اور عصبہ بھی۔

ان تینوں حالتوں میں باپ اور دادا کا حصہ بالکل یکسان ہے ایک بہت خفیف فرق ہے جس سے بعض صورتوں میں والدہ کے حصہ کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے لیکن حصہ کا نام اور تعداد پھر بھی وہی رہتی ہے۔ اور دادا میں یہ زیادتی کمی نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۵ شوہر بیٹی دادا فقط

فرق اگر میّت نے صرف زوجہ اور والدین چھوڑے ہیں یا صرف شوہر اور والدین چھوڑے ہوں تو زوجہ اور شوہر کا حصّہ دیدینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُسمیں سے ایک ثُلث والدہ کو ملیگا اور باقی باپ کو اس صورت میں باپ کو باقی ماندہ ملا لیکن زیادہ ملا کیونکہ والدہ کا حصّہ گھٹ گیا۔ اگر کل مال میں سے ثُلث ملتا تو زیادہ ملتا اب شوہر کو دینے کے بعد باقی ماندہ میں سے ثُلث والدہ کو ملا تو کم ملا لیکن باپ کا حصّہ بڑھ گیا۔

اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو یہ کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ حسب دستور والدہ کو کل مال کا ثُلث دیا جائیگا۔ **یعنی** اگر کوئی میّت صرف شوہر اور والدہ اور دادا چھوڑے یا کوئی میّت صرف زوجہ اور والدہ اور دادا چھوڑے تو یہ ہوگا کہ زوجہ یا شوہر کا حصّہ علیحدہ کرکے باقی مال میں سے ایک ثُلث والدہ کو دیں بلکہ کل مال میں سے ثُلث دیا جائیگا۔ مثالوں سے فرق ظاہر ہو جائیگا کہ جسجگہ باپ ہے وہاں والدہ کو باقی ماندہ کا ثُلث دلایا گیا ہے اور جسجگہ دادا ہمراہ ہے وہاں کل مال کا ثُلث والدہ کو دلایا گیا ہے۔

مثال اوّل

۲ / ۴ — زوجہ ۱، والد ۱، والدہ ۲

۶ — شوہر ۳، والدہ ۱، والدہ ۲

۳ / ۱۲ — زوجہ ۳، والدہ ۴، دادا ۵

۴ / ۶ — شوہر ۳، والدہ ۲، دادا ۱

(۴) چوتھا حال دادا کا یہ ہے جسکو ابتدا ہی میں بخوبی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ جب باپ موجود ہوتا ہے تو دادا بالکل محروم رہجاتا ہے۔

واضح ہو کہ پڑدادا اور سکڑدادا کے بھی یہی حصّے ہیں اور یہی حال ہے جو دادا میں مذکور ہوا لیکن دادا کے سامنے پڑدادا محروم ہوتا ہے اور پڑدادا کے سامنے سکڑدادا

فائدہ۔ شریعت اور لغت میں دادی کے باپ کو اور دادی کی ماں کے باپ وغیرہ کو بھی جدّ یعنی دادا کہتے ہیں لیکن یہ لوگ ذوی الفروض میں داخل نہیں۔ ذوی الفروض وہی دادے کا باپ اُنہیں لوگوں کو جدّ صحیح کہتے ہیں اور انھیں کی میراث اور حصّے کا حال اسجگہ بیان ہوا ہے۔ جن دادوں کے

۵ / ۱۲ — زوجہ ۱، دختر ۴، باپ ۳، دادا محروم

رشتے میں عورت کا واسطہ آگیا ہو وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں اور انکو جدِ فاسد کہتے ہیں انکا بیان چھٹے باب کی دوسری فصل میں آئیگا۔

فصل تیسری اخیافی بھائی کی میراث کا بیان

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے اُسکو اخیافی کہتے ہیں یہ ذوی الفروض میں داخل ہے عصبات میں شمار نہیں کیونکہ عصبۂ نسبی وہی ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو۔ ایسے بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ میت کے باپ دادا موجود نہوں اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہو۔ پس اسکے تین حال ہوئے۔

(۱) اگر صرف ایک بھائی ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ[۱] پائیگا

(۲) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا بھائی بہن ہوں تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ پہونچیگا۔ اگر دو ہوں جب بھی یہی اور اگر بالفرض سو ہوں تب بھی یہی ایک ثلث ہے۔ اسی کو باہم برابر تقسیم کرلیں نہ تعداد کی زیادتی کا فرق ہے نہ عورت مرد کا تفاوت بلکہ ہمیشہ برابر تقسیم ہوگا۔ یہ خصوصیت صرف اخیافی بھائی بہنوں کی ہے کہ مرد و عورت کو برابر حصہ ملتا ہے ورنہ انکے سوا ہر جگہ للذکر مثل حظ الانثیین[۲] کا قاعدہ جاری ہے۔

فصل چوتھی شوہر کے حصوں اور میراث کا بیان

شوہر کی میراث کی دو حالتیں ہیں انکے سوا تیسری نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی ایسی صورت ہے جسمیں شوہر محروم[۳] ہوجائے۔ میراث پانیکی دو حالتیں یہ ہیں۔

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اُسنے کوئی بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی نہیں چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ[۴] کا نصف حصہ ملتا ہے۔

مثال

	شوہر	والدہ	بیٹا
۱۲	چوتھا	چھٹا	باقی
	۳	۲	۷

	شوہر	ہمشیرہ	چچا
۲	نصف	نصف	محروم
	۱	۱	

[۱] والدہ برادر اخیافی حقیقی بھائی [۲] یعنی مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے ۱۲ [۳] البتہ اگر ان چار اسباب محرومی میں سے کوئی سبب پایا جائے تو محروم ہوسکتا ہے لیکن یہاں اُن سے بحث نہیں مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب محرومی نہ پائے جائیں تو شوہر کی کوئی حالت ایسی نہیں جسمیں میراث نہ پاتا ہو ۱۲ [۴] ہر جگہ وہی ترکہ مراد ہے جو بعد تجہیز و تکفین اور بعد ادائے قرض و وصیت کے باقی رہا ہو ۱۲

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا یا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل مال مین سے ربع یعنی چوتھائی پہونچے گا۔

مثال

شوہر	والدہ	بیٹا		شوہر	بیٹی	چچا		شوہر	پڑپوتا	باپ
چوتھا	چھٹا	باقی		چوتھا	نصف	باقی		چوتھا	باقی	چھٹا

ضروری بات یہ جو بیان ہوا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اسکا یہ مطلب نہین کہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو بلکہ جس وقت زوجہ کی اولاد موجود ہوگی شوہر کو چوتھا حصہ پہونچیگا خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا اس سے پہلے شوہر کی ہو یا دونون شوہرون سے اولاد ہو۔

مثال اوّل نعیمہ کا انتقال ہوا تو اسکے موجودہ شوہر سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا۔ اس صورت مین شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا اور باقی بیٹا بیٹی کو۔ یہ اولاد شوہر کی بھی ہے اور زوجہ کی بھی **مثال دوسری** رشیدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود تھا دوسرا نکاح کیا مگر اس شوہر سے کچھ اولاد نہوئی تو شوہر کو چوتھا ملیگا کیونکہ مرنیوالے کی اولاد موجود ہے گو اس موجودہ شوہر سے نہین بلکہ سابق شوہر سے ہے **مثال تیسری** زاہدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے دوسرے شوہر سے بھی ایک لڑکا لڑکی پیدا ہوئے تو اب زاہدہ کے انتقال پر موجودہ شوہر کو چوتھا حصہ میراث کا ملیگا اسلیے کہ زاہدہ کے ہر قسم کی اولاد موجود ہے **مثال چوتھی** عظیم خان کی پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہین زبیدہ سے نکاح کرلیا وہ لاولد مرگئی تو زبیدہ کے ترکہ مین سے عظیم خان شوہر کو نصف حصہ ملیگا حالانکہ اولاد موجود ہے اسلیے کہ یہ اولاد زبیدہ کے بطن سے نہین اور جب زوجہ کے اولاد نہین ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے لہٰذا یہان بھی وہی نصف ملیگا۔ ان سب مثالون سے واضح ہوگیا کہ اولاد ہونے نہونے مین مرنیوالی عورت کا اعتبار ہے اگر اُسکے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی کوئی ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا اور اگر انمین سے کوئی بھی نہوگا تو شوہر کو نصف ترکہ ملجائے گا علی ہذا القیاس اور جبکہ کہتے ہین کہ اگر اولاد ہو تو والدین کو چھٹا حصہ ملتا ہے اگر اولاد نہو تو والدہ کو ایک ثلث ملتا ہے وہان بھی میت کی اولاد کا اعتبار ہوتا ہے۔ **دو شوہرون کا بیان** مسلمان عورت کے ایک وقت مین ایک سے زیادہ شوہر نہین ہوسکتے لہٰذا جب مریگی ایک ہی کے نکاح مین انتقال کریگی وہی اُسکا وارث ہوگا لیکن اگر بالفرض کسی طرح دو شوہر ثابت ہوجائین تو جو چوتھا حصہ ایک شوہر کا مقرر ہے اُسی کو باہم نصفا نصف تقسیم کرلین یہ نہوگا کہ ہر ایک کو پوری میراث علیحدہ علیحدہ دیجائے مثلاً دو شخصون نے ایک عورت کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ گذرانے کہ میری زوجہ تھی اور گواہون کو تاریخ

ف یہان تک کہ اگر عورت کے صرف زنا کی اولاد ہو تب بھی شوہر کو ربع ملیگا ۱۲

اور وقت بیان نہیں کیا یا دونوں شخصوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت و تاریخ بیان کیا تو یہ دونوں شخص شوہر سمجھے جائینگے اور جو کچھ ایک شوہر کو حصہ دیا جاتا ہے اسکو باہم تقسیم کر لیں اگر گواہوں نے مختلف تاریخیں بیان کیں تو جسکا نکاح پہلے ہوا ہے وہی شوہر سمجھا جائیگا۔ اور مستحق میراث ہوگا جسکے گواہ پیچھے کی تاریخ بیان کرتے ہیں وہ محروم رہیگا۔

ذوی الفروض مرد و عورت صرف چار تھے انکا بیان ختم ہوا اب عورتوں ذوی الفروض کا حال لکھا جاتا ہے اور شوہر و زوجہ کے حالات کو متصل و قریب رکھنے کیلئے عورتوں میں سب سے پہلے زوجہ کا حال بیان کیا جاتا ہے کیونکہ شوہر و زوجہ کے بعض حال بالکل یکساں ہیں اور بہت سی باتوں میں ان دونوں کا ایک حکم ہے ورنہ سب سے پہلے والدہ کا حال بیان کرنا مناسب تھا اور ذوی الفروض عورتوں میں وہ سب سے مقدم ہونیکی مستحق تھی۔

فصل پانچویں[۵]۔ زوجہ کی میراث کے حالات

جسطرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتا زوجہ بھی محروم نہیں رہ سکتی اور جیسے شوہر کی میراث کی دو حالتیں تھیں زوجہ کے بھی دو حال ہیں صرف حصوں کے کم و بیش ہونیکا فرق ہے

(۱) اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اسکے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی سکڑپوتا سکڑپوتی موجود نہو تو کل[۵] ترکہ میں سے زوجہ کو ربع (یعنی چوتھائی) دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملتا ہے۔

شرح یہ جو عرض کیا گیا ہے کہ اگر شوہر کے اولاد (یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ) موجود ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اولاد اسی زوجہ سے ہو جو موجود ہے اور آٹھویں حصے کی مستحق ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مرنیوالے نے اولاد چھوڑی ہو خواہ وہ اولاد اسی عورت کے بطن سے ہو یا کسی پہلی زوجہ کے پیٹ سے یا دونوں قسم کی ہو یعنی اس زوجہ سے بھی ہو اور پہلی بیویوں سے بھی۔

مثال اول مسعود کا انتقال ہوا اور اسکے پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں بالفعل جو زوجہ زندہ ہے اس سے کچھ بھی اولاد نہیں تو اس زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملیگا **مثال دوم** زید کے انتقال کے وقت دو زوجہ موجود ہیں پہلی سے کچھ اولاد نہیں دوسری سے ایک لڑکی ایک لڑکا ہے اس صورت میں ہر دو زوجہ کو میراث کا آٹھواں حصہ دیا جائے باہم اسی کو تقسیم کر لیں **مثال سوم** عزیز بیگ کے پہلی زوجہ سے

مسئلہ ۸

زوجہ	تین پسر از زوجہ سابقہ
۱	۷

۵ یعنی تجہیز تکفین قرض وصیت کے بعد جو کچھ باقی رہے۔

سے ایک دختر اور دوسری زوجہ سے جو زندہ ہے دو پسر ہیں تو عزیز بیگ کے انتقال پر موجودہ زوجہ کو آٹھواں حصہ دیا جائیگا

چار سے زیادہ زوجہ کوئی مسلمان ایک وقت میں نہیں رکھ سکتا لہذا کسی میت کے انتقال کے وقت چار سے زیادہ زوجہ وارث نہیں ہو سکتیں لیکن چار تک جسقدر زوجہ موجود ہونگی وہ سب آٹھویں حصے میں شریک ہونگی خواہ ایک ہو یا دو تین چار۔ یہ نہوگا کہ ہر زوجہ کو علیحدہ آٹھواں دلایا جائے۔

عدت گزرنیسے پہلے شوہر و زوجہ میں ایک قسم کا علاقہ باقی رہتا ہے اسیوجہ سے عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور اور اگر مرد کے پاس تین زوجہ موجود ہوں اور چوتھی عدت گذار رہی ہو تو جب تک اسکی عدت نہ گزرجائے مرد کو پانچویں زوجہ سے نکاح حلال نہیں۔ غرض عدت میں گویا عورت اسی شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی ہے لہذا اگر طلاق رجعی یا طلاق بائنہ دینے کے بعد عدت گزرنیسے پہلے شوہر نے انتقال کیا تو عورت کو میراث میں سے حسب قواعد مذکورہ بالا ضرور چوتھائی یا آٹھواں حصہ ملیگا خواہ یہ طلاق مرض الموت میں دی ہو یا اُس سے پہلے۔ اور اگر عورت نے کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لی یعنی خلع کرلیا یا بلا معاوضہ شوہر سے طلاق بائنہ مانگ لی تو میراث کی مستحق نہوگی خواہ عدت کے بعد شوہر نے انتقال کیا ہو یا عدت گزرنیسے پہلے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے مرض الموت میں اسکو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدی یا خلع منظور کرلیا تو شوہر میراث کا مستحق نہوگا کیونکہ اسنے اپنے اختیار سے علاقہ زوجیت کو توڑا ہے (اسی قسم کا بیان اقرار لیض کے حال میں فصل سوم باب دوم میں گذر چکا ہے)

شوہر اور زوجہ کے حصوں کو پڑھکر ناظرین معلوم کرلینگے کہ خدائے تعالیٰ نے انکے حصوں میں اللذکر مثل حظ الانثیین کی رعایت رکھی ہے یعنی مرد کو دوچند عورت کو اکہرا یعنی میت کی اولاد نہونیکی حالت میں زوجہ کو ربع ملتا ہے اور شوہر کو اس سے دوچند یعنی کل ترکہ میں نصف۔ اور اگر میت کے اولاد ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور شوہر کو اس حالت میں دوچند یعنی کل مال میں سے چوتھائی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ زوجہ کی اولاد موجود ہونیسے شوہر کا حصہ کم ہوجاتا ہے اور شوہر کی اولاد سے زوجہ کے حصے میں خلل آتا ہے۔ اب صرف اس بات پر دوبارہ غور کرلینا چاہیئے کہ جس اولاد کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم ہوجاتا ہے وہ یہ اولاد ہے

بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتے کا بیٹا یا بیٹی (یعنی پڑپوتا پڑپوتی) پس اگر کسی میت کے بیٹی کی اولاد یعنی نواسا نواسی۔ یا نواسی کی اولاد ہو یا پوتی کی اولاد ہو تو اسکی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصوں میں کمی نہ آویگی۔

فصل چھٹی ماں کی میراث اور حصوں کا بیان

والدہ کو چھٹے حصے سے کبھی کم نہیں ملتا اور نہ کسی دوسرے وارث کیوجہ سے کبھی محروم ہوتی ہے اور اسکے تین حال ہیں۔

مسئلہ ۵۱

زوجہ	دختر زوجہ اول	پسر زوجہ ثانیہ
۱	۷	۲

حالت اول ۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملیگا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملیگا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی یا علاتی یا اخیافی جب ایک سے زیادہ ہونگے والدہ کو چھٹے حصے سے زیادہ نہ ملسکیگا خواہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں یا بھائی بہنیں دونوں ملے ہوئے ہوں۔

(۲) اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اسکی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہیں یا عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ دونوں موجود ہیں تو شوہر یا زوجہ کا حصۂ شرعی مقرر شدہ نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اسمیں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے۔

(۳) اگر مذکورۂ بالا وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہو تو میت کی والدہ کو کل مال میں سے تہائی ملیگا یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کیلئے تین شرطیں ضروری ہیں۔

میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی کوئی نہو۔

میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہوں۔

میت کا شوہر اور باپ دونوں اکھٹے زندہ نہوں۔ اگر انمیں سے کوئی ایک زندہ ہو تو مضائقہ نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس میت اگر مرد ہے تو اسکی زوجہ اور باپ دونوں اکھٹے زندہ نہوں اگر صرف زوجہ ہو یا صرف باپ ہو تو مضائقہ نہیں

فرق دادا کے حال میں بتلادیا گیا تھا کہ باپ جب شوہر یا زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے تو میت کی والدہ کا حصہ کم کردیتا ہے اور اگر بجاے باپ کے شوہر یا زوجہ کے ساتھ میت کا دادا ہو تو والدہ کا حصہ کم نہیں ہوتا۔

سوال میت کی اولاد نہونیکی صورت میں ہر جگہ باپ کی رعایت کیلئے کسی جگہ ماں کا حصہ کم کرکے باپ کا حصہ بڑھایا گیا اور کسی جگہ ذوالفروض کے بعد باقی ماندہ مال باپ کو دلوا دیا گیا حالانکہ ماں جو کچھ محنت و مشقت بچے کی پیدائش اور پرورش وغیرہ میں اٹھاتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں نیز عورت خود مال نہیں حاصل کرتی اسلئے زیادہ محتاج ہے پس اگر ماں کا حصہ باپ سے زیادہ نہیں مقرر کیا گیا تو ہر جگہ برابر ہونا تو مناسب تھا

جواب ۔ والدہ کی تکلیف و محنت کا شریعت نے بخوبی لحاظ کیا اور زندگی میں صلہ رحمی اور سلوک کا حق بیٹے کے ذمہ بہ نسبت باپ کے دوچند مقرر کردیا بیٹے کے ذمہ پر لازم کیا کہ ماں کی خدمت اور صلہ رحمی اور سلوک باپ سے دو تین حصے زیادہ کیا کرے گویا ماں کو ایک قسم کی ترجیح حاصل ہوگئی کیونکہ میراث صرف اسی بیٹے سے ملتی ہے جو مالدار ہو اور ماں باپ کا ہم مذہب بھی ہو اور خدمت ہر ایک بیٹے کے ذمہ پر لازم ہے ماں کی خدمت بھی دوچند ہوئی اور میراث میں بھی ہر جگہ حصہ لیا۔

فصل ساتویں بیٹی کے حصوں اور میراث کا بیان

بیٹی کبھی محروم نہیں ہوتی۔ اگر اس کا بھائی یعنی میت کا بیٹا ساتھ ہوتا ہے تو عصبہ بنجاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اسلیے اسکے تین حال ہیں

(۱) اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہو تو میت کے ترکہ میں سے اسکو نصف حصہ ملتا ہے (اور اگر اور کوئی وارث بالکل نہو تو باقی نصف بھی اسکو ملجاتا ہے اس کا ذکر ردّ کے بیان میں آویگا)

(۲) اور اگر دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی بیٹا نہو تو ان بیٹیوں کو ترکہ میں سے دو ثلث پہونچیگا اس دو ثلث کو باہم تقسیم کرلیں خواہ کتنی ہی بیٹیاں ہوں دو ثلث میں شریک رہینگی اور برابر تقسیم کرلینگی

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسنے زوجہ۔ باپ۔ دو بیٹیاں چھوڑیں آٹھواں حصہ زوجہ کو دو تہائی بیٹیوں کو باقی باپ کو ملیگا۔ دو ثلث کو دونوں بیٹیاں باہم نصفا نصف کرلیں اور اگر بجائے دو کے چار پانچ یا آٹھ دس بیٹیاں ہوں تب بھی دو ثلث (یعنی چوبیس میں سے سولہ) اُنکو ملینگے اسکو تقسیم کرلیں۔ اس طرح۔

۲۴

زوجہ آٹھواں	دختر دو ثلث	دختر	باپ باقی
۳	۸	۸	۵

۲۴

زوجہ آٹھواں	دختر دو ثلث	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	باپ باقی
۳	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۵

(۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ جسقدر بیٹے کو ملیگا اس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملیگا خواہ ایک بیٹی ہو یا دو چار ہوں۔ اس حالتمیں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہی بلکہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بالغیر ہوگئی ہیں۔

شرح اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور اسکے دو شوہروں سے اولاد موجود ہے تب بھی یہی حال ہے جو مذکور ہوا یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو ثلث ترکہ انکو ملیگا اور اگر بیٹا بھی ساتھ ہو تو ہر ایک بیٹی کو بیٹے سے نصف ملیگا خواہ بیٹا پہلے شوہر سے ہو یا دوسرے سے اور یہ بیٹیاں بھی خواہ اول شوہر کی ہوں یا ثانی کی۔ اس سے کچھ بحث نہو گی بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ بوقت وفات میت کیا کیا اولاد موجود تھی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر مرد کا انتقال ہو تو اُسکی بیٹیوں میں یہ تفصیل و تمیز نہ کرینگے کہ ایک ماں سے ہیں یا دو سے اور اگر انکے ساتھ بیٹا ہو گا تو یہ نہ پوچھینگے کہ وہ پہلی زوجہ سے ہے یا دوسری سے یہ نہو گا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال پر قبضہ کرلے اور دوسرے کی اولاد نصف لے لیں بلکہ جتنی اولاد کی تعداد ہوگی اسیقدر حصے ملینگے لیکن مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا دیا جائیگا پس اگر کسی شخص کی ایک زوجہ سے صرف ایک لڑکی ہو اور دوسری سے پانچ بیٹے ہوں تو گیارہ حصے ہو کر ایک حصہ بیٹی کو پہونچیگا اور دو دو حصے پانچوں بیٹوں کو۔

فصل آٹھویں پوتی کے حصوں کا بیان

عُرف میں بیٹے کی دختر و پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص ہی مراد نہیں بلکہ پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں اور اگر بیٹے کی بیٹی موجود ہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہو تو پڑپوتے کی بیٹی ایسے حصوں کی مستحق ہوگی پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حال کو بھی اسی کے تحت میں داخل کر کے دس گیارہ حالتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہو صرف ایک پوتی ہو تو اسکو ترکہ میں سے نصف ملیگا جیسے بیٹی کو ملتا تھا گویا اس صورت میں بیٹی کے قائم مقام ہوگئی (اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہوگا)

(۲) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو دو پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو اُنکو کل مال میں سے دو تہائی دیا جائیگا اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اور جسطرح بیٹیاں دو ثلث کو باہم تقسیم کر لیتی تھیں اسیطرح یہ بھی کر لینگی خواہ دو پوتیاں ہوں یا زیادہ ہوں (اگر پوتی کوئی نہو تو پڑپوتیوں کا یہی حال ہوگا)

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور اُنکے ساتھ کوئی پوتا ہو تو جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اُسکو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کر لیں (اسجگہ پڑپوتی قائم مقام پوتی کے نہیں ہو سکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے۔

(۴ الف) اگر میت [1] کے بیٹا بیٹی نہو اور کوئی پوتا بھی نہو ایک یا کئی پوتیاں ہوں اور پڑپوتا ہو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو یہ پوتیاں اور پڑپوتا باہم تقسیم کر لیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا (اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی کوئی نہیں پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہیں تب بھی ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کر لیں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ط

(۴ ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا موجود نہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملیگا۔ خواہ ایک پوتی ہو یا دو چار ہوں۔

(۴ ج) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا موجود نہو اور پوتی بھی موجود نہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصہ ملیگا خواہ ایک ہو یا چند۔

(۵) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا نہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ ہوں تو پوتی بالکل محروم رہیگی۔

---

[1] وہذا الی آخرہ تفصیل لما فی السراجیۃ الاان یکون بحذائہن او اسفل منہن غلام فیعصبہن ترکت زیادۃ التفصیل لکونہا خارجۃً عن فہم عامۃ المسلمین ۱۲

(ب ۵) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا نہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پڑپوتی بالکل محروم رہے گی۔

(۶) اگر میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتیاں پڑپوتیاں سکڑپوتیاں سب محروم رہینگی۔

(ب) اگر میت کے پوتا موجود ہو تو پڑپوتیاں اور سکڑپوتیاں سب محروم رہینگی۔

(ج) اگر میت کے پوتی موجود ہو تو پڑپوتیاں سب محروم رہینگی۔

شرح ۔ پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اسمیں ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہوں یا سب پڑپوتیاں ایک پوتے سے ہوں بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو انکے بھی وہی حصے ہیں۔ مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہو اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہیں تو اب اگر ان کو دو ثلث ملینگے تو باہم اسکے چھ حصے کر کے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا یہ نہیں ہوگا کہ جو بیٹی اپنے باپ کی تنہا ہو اسکو کچھ زیادہ حصہ دیدیں اسیطرح پوتوں کے ساتھ ملکر عصبہ ہونے میں یہ ضرورت نہیں کہ وہ پوتی اور پوتے سب ایک شخص کی اولاد ہوں بلکہ اگر پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہیں اور انکے ساتھ جو پوتا ہے وہ میت کے دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو تو بھی عصبہ ہو جائینگے نیز پوتیوں کے محروم ہونیکے لئے یہ شرط نہیں کہ میت کا بیٹا جو موجود ہو وہ انکا باپ ہو بلکہ اگر پوتیوں کا باپ مرگیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو جو ان لڑکیوں کا باپ نہیں ہے تب بھی محروم رہینگی۔

اب بھائی بہنوں کا حال شروع ہوتا ہے لہٰذا آیندہ آسانی اور سہولت کیلئے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہو سکتے ایک عینی یعنی حقیقی بھائی بہن جنکا باپ دونوں میں شریک ہوتے ہیں اور سگے بھائی بہن کہلاتے ہیں۔ دوسرے علاتی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف باپ میں شریک ہوں ماں علیحدہ علیحدہ ہو انکو سوتیلے بھائی بہن کہتے ہیں تیسرے اخیافی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں باپ سب کا علیحدہ ہو انکو بھی سوتیلے بھائی بہن کہا جاتا ہے ان تین قسموں میں سے اخیافی بھائی کا ذکر تو اسی باب کے تیسری فصل میں گذر چکا ہے علاتی اور حقیقی بھائی ذوی الفروض میں داخل نہیں لہٰذا انکے حالات آئندہ باب میں عصبات میں مذکور ہونگے یہاں صرف تینوں قسم کی بہنوں کے حصے اور میراث کا حال بیان کرنا منظور ہے لیکن یہاں بھی ان تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت یہ یاد کر لینا چاہیے کہ اگر میت کے باپ دادا وغیرہ یا بیٹا یا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا موجود ہو تو ہر قسم کے بھائی بہن میراث کے بالکل مستحق نہیں ہوتے چنانچہ ہر ایک کے مفصل حال میں یہ بات معلوم ہو جائیگی۔

فصل نویں حقیقی ہمشیرہ یعنی سگی بہن کے حالات

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہو ایک ہمشیرہ ہو تو اسکے میت کل ترکہ میں سے نصف مال ملیگا۔

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی نہو اور دو ہمشیرہ ہون یا زیادہ ہون تو ان سب کو ترکہ مین سے دو ثلث یعنی دو تہائی مال پہونچیگا اسکو باہم برابر تقسیم کرلین۔

(۳) اگر میت کے بیٹی پوتی یا پڑپوتی یا سکڑپوتی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا زیادہ) تو اس صورت مین ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ میت کی ہمشیرہ کو ملیگا۔

مثال زید کا انتقال ہوا اور ایک بیٹی ایک زوجہ ایک ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال مین سے نصف بیٹی کو ملیگا آٹھوان حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو۔ اسیطرح اگر بیٹی نہو پوتی یا پڑپوتی ہو جب بھی ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال مین سے نصف بیٹی کو ملیگا۔ آٹھوان حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو۔ اسیطرح اگر بیٹی نہو پوتی یا پڑپوتی ہو جب بھی ہمشیرہ کو باقی ماندہ ملیگا

زوجہ دختر ہمشیرہ زوجہ پوتی ہمشیرہ

روایت حضرت ابوموسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مین کوفہ کے حاکم اعلیٰ تھے اور سلیمان بن ربیعہ[1] قاضی تھے ایک شخص فی ان دونون حضرات سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے ایک بیٹی ایک پوتی ایک بہن چھوڑی اسکا ترکہ کسطرح تقسیم کیا جائے دونون صاحبون نے فرمایا کہ نصف ترکہ بیٹی کا حق ہے اور نصف پوتی کا ہمشیرہ محروم ہے[2] اور تم جاکر اس مسئلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی دریافت کرنا وہ بھی ہمارے موافق جواب دینگے سائل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اپنا سوال اور ان صاحبونکا جواب بیان کیا اور یہ بھی کہدیا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہماری موافقت کرینگے عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھلا مین کیسے انکی موافقت کرسکتا ہون اگر اس مسئلہ مین انکی موافقت کرون تو گمراہ ہوجاؤن کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے خلاف سنا ہے مین وہی فیصلہ کرتا ہون جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا نصف بیٹی کو چھٹا حصہ پوتی کو دیا جائے اور باقی ہمشیرہ[3] کو سائل نے واپس ہوکر حضرت عبداللہ اور سلمان رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو دونون صاحبون نے اسکو قبول فرمایا اور اپنے قول سے رجوع فرمایا اور فرمایا کہ جبتک یہ متبحر عالم یہان موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

سبحان اللہ کیا شان تھی صحابہؓ کی کہ ابوموسیٰؓ نے باوجود فضل وکمال اور حکومت وریاست کے خود مسئلہ بتلاکر دوسرے صحابی کے پاس تحقیق وتوثیق کے لیے بھیجدیا اور جب وہان سے

---

[1] ان کے صحابی ہونے مین اختلاف ہے ۱۲ [2] آپ بھی کوفہ کے حاکم رہ چکے تھے۔ اس واقعہ سے بہت مدت پہلے حکومت سے علحدہ ہوکر وہین قیام کرلیا تھا ۱۲ [3] اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی موجودگی مین ہمشیرہ محروم نہین ہوتی بلکہ عصبہ ہوتی ہے۔ جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ دیا جائے جیساکہ ابھی ہمشیرہ کی حالت نمبر ۳ مین ہم نے بیان کیا ہے۔ اور ایک بیٹی کے سامنے پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ فصل آٹھوین نمبر ۴ مین بیان ہوا تھا ۱۲

خلاف امید لیکن بجا اور معقول مخالفت کی صدا آئی تو کلمۂ حق کو بدل وجان قبول فرما کر مخالفت کرنیوالے ہمعصر کے علم کی تعریف اور انکی فضیلت کا اقرار فرمایا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو پہلے سے انکو نہیں پہونچی تھی سنکر سر جھکا دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ہمشیرہ کے یہ تین حالات جو بیان ہوئے اُسوقت ہیں کہ ان حقیقی بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی حقیقی موجود نہو۔ پس

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی (ایک یا زیادہ) موجود ہوں تو بہن اُسکے ساتھ ملکر عصبہ ہوجائیگی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو یہ بھائی بہن باہم تقسیم کرلیں ہر ایک بھائی کو دُہرا بہن کو اکہرا حصہ ملیگا۔

مثال ۱ نجیبہ نے انتقال کیا۔ ایک شوہر ایک والدہ ایک بیٹی ایک ہمشیرہ ایک بھائی چھوڑا کل مال میں سے اول ذوی الفروض کا حق دیا گیا شوہر کو چوتھا والدہ کو چھٹا بیٹی کو نصف اب جو کچھ باقی رہا وہ بھائی اسطرح تقسیم کرلیں کہ مرد کو دُوہرا عورت کو اکہرا۔

۳۶				
شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
چوتھا	چھٹا	نصف	باقی	
۹	۶	۱۸	۱	۲

مثال ۲

۹۶					
زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
آٹھواں	چھٹا	نصف	باقی		
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

مثال ۳ (۲۴)

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

مثال ۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

لیکن ہمشیرہ حقیقی عصبہ بنکر بھائی کے شریک اسوقت ہوگی کہ وہ بھائی حقیقی ہو اگر وہ بھائی صرف باپ میں شریک ہے تو یہ ہمشیرہ حقیقی اُس سے مقدم ہوکر بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ کو لے لیگی اور وہ محروم رہجائیگا (چنانچہ علاتی بھائی کے حال میں باب ۵ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲ میں یہ بات ذکر کیجائیگی یہاں تک جو چار حالات ہمشیرہ حقیقی کے بیان ہوئے یہ اُسوقت ہیں کہ میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا اور باپ دادا پڑدادا موجود نہوں۔

(۵) اگر میت کے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو تو ہمشیروں کو کچھ حصہ نہ ملیگا بالکل محروم رہینگی۔

فصل دسویں۔ علاتی بہن کے حصے

حقیقی بہن موجود نہو تو علاتی بہن اُسکے قائم مقام ہوجائے گی اور وہی حالات ہونگے جو اُسکے بیان ہوئے لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی بلکہ اُسکے سامنے محروم ہوجائیگی۔ اور حقیقی بہن کے سامنے اسکے حالات بدل جاتے ہیں چنانچہ تفصیل اُسکے حالات کی یہ ہے۔

(۱) اگر میت کی کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہو اور علاتی بہن صرف ایک ہو تو اس کو میت کے ترکہ میں سے نصف ملے گا (مانند حقیقی ہمشیرہ کے)

(۲) اگر میت کی کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہو اور علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انکو کل ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی ملیگا اُسکو باہم تقسیم کرلیں (گویا حقیقی بہنوں کے قائم مقام ہوگئیں)

(۳) اگر میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مگر حقیقی ہمشیرہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ علاتی بہن کو ملجائیگا۔ اس صورت میں یہ بہن عصبہ بالغیر ہوگئی۔ مثال[۱] اسکی بالکل وہی ہے جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۳ میں گذری صرف ہمشیرہ حقیقی کی جگہ ہمشیرہ علاتی لکھدیا جائے کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بوقت نہونے ہمشیرہ حقیقی کے یہ علاتی ہمشیرہ اُسکے قائم مقام ہوگئی ہے۔

(۴) اگر میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی کوئی موجود نہیں لیکن ہمشیرہ حقیقی موجود ہے تو علاتی بہن کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اگر ایک ہوگی تو تنہا چھٹے حصے کی مالک ہوجائیگی اور اگر دو چار علاتی بہنیں ہوں تو اُس سُدس یعنی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

یہ چار حالتیں اُسوقت تھیں کہ جب علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی موجود نہو۔ پانچویں حالت یہ ہے
(۵) اگر میت کے جس طرح علاتی بہنیں موجود ہیں ایسے ہی کوئی علاتی بھائی بھی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا چند) تو یہ اپنے علاتی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجائینگی جو کچھ ذوی الفروض سے باقی بچے اسکو یہ بھائی بہن تقسیم کرلیں مرد کو دُہرا حصہ دیں عورتوں کو اکہرا لیکن شرط یہ ہے کہ انکے ساتھ والا بھائی بھی انہیں کی مانند ہو یعنی جیسے یہ صرف باپ میں میت کے ساتھ شریک تھے اسیطرح بھائی بھی صرف باپ میں شریک ہو، اگر خدانخواستہ وہ میت کا حقیقی بھائی ہوگا تو علاتی بہنیں محروم رہجائینگی اور اگر اخیافی ہوگا تو نہ عصبہ ہوگا نہ کسی کو اپنے ساتھ عصبہ بنائے گا بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہجائیگا۔
چار مثالیں جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۳ میں بہ تفصیل لکھی گئی تھیں وہی یہاں کارآمد ہوسکتی ہیں صرف فرق

---

[۱] مثال اول زوجہ ۱ دختر ۴ ہمشیرہ علاتی ۳ — مثال دوم زوجہ ۱ پوتی ۴ ہمشیرہ ۳ — واللہ اعلم ۱۲

یہ ہے کہ وہاں حقیقی ہمشیرہ اور حقیقی بھائی لکھتے تھے یہاں علاتی لکھدو۔
یہاں تک علاتی بہن کی پانچ حالتیں ایسی بیان ہوئیں جنمیں اُسکو کچھ نہ کچھ ملجاتا تھا۔ اب اسکی محرومی کے حال سنو۔

(۶) میت کے حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی بھی علاتی ہمشیروں کو اکثر محروم کردیتی ہے جسکی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔
اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہے تو علاتی بہن (بلکہ علاتی بھائی بھی) میراث سے محروم رہیں گے اور انکو کچھ حق نہیں پہونچیگا۔
اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی دونوں موجود ہوں تو سب علاتی محروم رہینگے۔ جبکہ میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہو نہ علاتی اور نہ کوئی بیٹی ہو لیکن ہمشیرہ حقیقی دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو علاتی بہنیں بالکل محروم رہینگی (اس صورت میں اگر علاتی بھائی اسکے ساتھ ہوتا تو عصبہ بنکر ضرور اسکو حصہ میں اپنے ساتھ شریک کرلیتا جس حالت میں میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہے نہ علاتی اور ہمشیرہ حقیقی بھی دو نہیں صرف ایک ہے لیکن میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے وہاں علاتی بہن کا کچھ حق اور حصہ نہیں۔ (اس صورت میں علاتی بہن میت کی بیٹی وغیرہ کی وجہ سے محروم نہیں ہوئی بلکہ میت کی بیٹی و پوتی وغیرہ کی موجودگی میں چونکہ حقیقی بہن عصبہ بن گئی ہے اسلیے سب باقی ماندہ مال اُسنے لیا)۔

(۷) جب میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو یا باپ دادا پڑدادا زندہ ہو تو علاتی بہن بالکل محروم اور لاوارث رہتی ہے۔ یہ کچھ علاتی بہن کی خصوصیت نہیں یہ غریب تو کم درجہ ہے ان لوگوں کے سامنے تو حقیقی بھائی بہن محروم رہجاتے ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ بیٹا پوتا اور باپ دادا وغیرہ کے سامنے ہر قسم کے بھائی بہن میراث سے محروم ہوتے ہیں چنانچہ اسی باب کی فصل ہشتم کے آخر میں تحریر ہوا۔

فصل گیارھویں۔ اخیافی بہن کی میراث کا بیان

یہ بات چند مرتبہ بیان کردی گئی ہے کہ ایسے بھائی بہن جو صرف والدہ میں میت کے شریک ہوں اور

مسئلہ ۳۶

ہمشیرہ اخیافی	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
[illegible]	۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مسئلہ ۳ — ۹۶

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

مسئلہ — ۲۴

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ اخیافی	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

مسئلہ ۴ — ۲۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

باپ جدا جدا ہوں اسی وقت میراث پا سکتے ہیں کہ میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہوا ور باپ دادا اور پڑدادا بھی موجود نہو پس اس بات کو لحاظ رکھنے کے بعد ایسی بہنوں کے مستحق میراث ہونیکے دو حال ہو سکتے ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو بھائی کوئی نہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائیگی

(۲) اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا تہائی حصہ ملیگا۔ اس ایک تہائی میں سب اخیافی بھائی بہن باہم شریک رہینگے بھائی بہنوں کی تعداد کسیقدر ہو اس ایک تہائی کے برابر حصے کر کے سب کو بحصہ مساوی تقسیم کر دیا جائے (اخیافی بھائی بہنوں میں مرد وعورت کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔

یہ دو حالتیں اخیافی بہن کو حصہ ملنے کی تھیں تیسری حالت محرومی کی سنو۔

(۳) اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ ایک بھی موجود ہو تو اخیافی بہن کو کچھ حق نہیں ہوپہنچتا بالکل محروم رہتی ہے نیز اگر میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہو تو بھی اخیافی بہن وارث نہیں ہو سکتی۔

فصل سوم میں اخیافی بھائی کا حال مع مثالوں کے گذر چکا ہے بالکل وہی مثالیں اس جگہ کارآمد ہو سکتی ہیں کیونکہ اس قسم کے بھائی بہنوں کا حال بالکل یکساں ہوتا ہے اسلیے اگر ہم اخیافی بہن کے حال کو مستقل طور سے علیحدہ نہ لکھتے تب بھی کچھ نامناسب نہ تھا لیکن عام فہم بنانے کی غرض سے سابق ذکر پر حوالہ نہیں کیا بلکہ مکرر بیان کر دیا ہے۔

اب گیارہ ذوی الفروض کے حال سے فراغت کرنیکے بعد دادی اور نانی کا طویل اور مشکل حال سب سے آخر میں بیان کیا جاتا ہے۔ انکا حال ختم ہونیکے ساتھ ہی ذوی الفروض کا باب کامل اور تمام ہو جائیگا ومن اللہ التوفیق۔

فصل بارھویں۔ جدہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا حال

عربی میں دادی اور نانی دونوں کو جدّہ کہتے ہیں اسلیے شریعت میں ان دونوں کی میراث کا حال بالکل یکساں اور دونوں کا ایک ہی حصہ ہے اور کتب عربیہ میں ان کا حال ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور تعداد ذوی الفروض کی بارہ لکھی ہے لیکن ہندی زبان میں دادی اور نانی علیحدہ علیحدہ بولی جاتی ہیں اس لحاظ سے اگر ہم انکو جدا جدا دو فصلوں میں بیان کریں تو تعداد ذوی الفروض کی تیرہ ہو جائے

اور سب کتابوں سے مخالف نظر آئے لہٰذا ہم انکے حال کو ایک ہی فصل میں بیان کرتے ہیں لیکن سمجھانے کے لیے دادی اور نانی کا حال جُدا جُدا لکھتے ہیں۔

دادیوں کے حصے کا بیان

دادی سے مراد صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں (یعنی باپ کی نانی) وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدّہ کہتے ہیں (اور یہ سب ذوی الفروض میں داخل ہیں) اسی وجہ سے ایک شخص کے کئی کئی دادیاں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے دادا کی ماں یعنی پردادی بھی موجود ہو اور دادی کی ماں بھی اور دادا کی نانی بھی زندہ ہو۔ اسیطرح کئی پشت تک سلسلہ چل سکتا ہے۔ اور اگر ہم چار پیڑھی تک شمار کرنے لگیں تو ہر ایک شخص کے پندرہ دادیاں نکل سکتی ہیں، اور اگر اس سے زیادہ اوپر تک پشتوں میں شمار کریں تو تعداد بہت بڑھ جاوے لیکن ان سب دادیوں کی میراث پانے اور حصہ کی مستحق ہونے میں دو قاعدوں کا لحاظ ضروری ہے۔

قاعدہ اوّل۔ دادیاں دو قسم کی ہیں صحیحہ اور فاسدہ۔ فاسدہ دادیاں ذوی الفروض میں داخل نہیں بلکہ ذوی الارحام کے درجۂ دوم میں داخل ہیں۔

چار پشت تک اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کی پندرہ دادیوں میں سے دس دادیاں صحیحہ نکلتی ہیں اور پانچ فاسدہ۔ فاسدہ دادیوں کا بیان ذوی الارحام میں آئیگا۔ دادیاں صحیحہ جو ذوی الفروض میں داخل ہیں چار پشت تک ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

پہلی پشت	باپ کی ماں	(اس پشت میں صرف ایک ہی دادی ہوسکتی ہے)	
دوسری پشت	دادا کی ماں	دادی کی ماں	
تیسری پشت	پردادا کی ماں	پردادی کی ماں ۔	باپ کی نانی کی ماں
چوتھی پشت	دادا کی دادی	پردادا کی نانی	پردادی کی نانی۔ باپ کی نانی کی نانی

ان دس دادیوں کو احقر نے نقشہ نمبر ۲ میں مفصل لکھدیا ہے اور کئی کئی طرح سے رشتہ بتلادیا ہے تاکہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہو۔

قاعدۂ دوم۔ اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً اول پشت کی دادی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی دادیاں محروم رہینگی۔ اسیطرح اگر پہلی پشت

کی دادی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی دادیاں حصہ پاوینگی لیکن انسے نیچے والی یعنی تیسری اور چوتھی پشت والیاں محروم ہونگی۔ البتہ اگر پہلی اور دوسری پشت کی سب دادیاں مرگئی ہوں تو تیسری پشت والی دادیاں حصہ لینگی۔ اور اگر اتفاق سے تینوں پشتوں کی دادیاں مرگئی ہوں تو چوتھی پشت کی جو دادیاں موجود ہوں اُنکو حصہ ملیگا کیونکہ جب تک قریب درجہ والی ایک موجود ہوگی نیچے والی یعنی دور کی پیڑھی کی دادی کو کچھ حصہ نہ ملیگا۔

جب آپ کو یہ دو قاعدے محفوظ ہوگئے کہ صرف صحیح دادی کو حصۂ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ والی محروم رہتی ہے تو اب دادی کا حصۂ مقررہ سنو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو تین ہوں بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ (اور ایک ہی پشت) کی ہوں ورنہ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ قریب کے سامنے بعید کو کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دادیاں ہوں تو وہ سب اُسی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

(۲) اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی درجہ (یعنی اسی پشت) کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہے تو وہ نانی بھی اس ایک دادی یا چند دادیوں کے ساتھ شریک ہوجائیگی اور چھٹا حصہ نانی اور دادیوں میں باہم تقسیم ہوجائیگا لیکن اگر نانی صاحبہ دادیوں سے نیچے درجہ کی ہوں تو ایسی نانی کو دادیوں کے ساتھ شریک نہ کیا جائیگا بلکہ نیچے درجہ والی محروم رہنگی (مثلاً دادی دوسری پشت کی ہے اور نانی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو یہ دادی کے ساتھ شریک نہ ہوگی) نقشہ نمبر دوم سے آپکو یہ بات بخوبی معلوم ہوجائیگی کہ کونسی دادی اور نانی ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں فرق ہے یعنی اوپر نیچے درجے کی ہیں۔

(۳) اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

(۴) اگر میت کے دادا موجود ہو تو بھی دادیاں محروم رہتی ہیں۔ لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیاں دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں[۱]۔ ان کے سوا سب دادیاں دادا کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

[۱] چونکہ ہم نے چار پشت تک حساب لکھا ہے اسلیے چار دادیاں شمار کیں ورنہ اوپر تک اسیطرح سلسلہ چل سکتا ہے کہ جو دادیاں بلا واسطہ دادا کے علاوہ رشتہ رکھتی ہیں وہ سب وارث ہونگی مثلاً باپ کی نانی کی پڑنانی وغیرہ۔ وسقوط الابویات بالجد اذا کان بعد الجد عن المیت بدرجۃ واحدۃ واما اذا کانت بدرجتین فانہ یرث مع ابویتان ولم نفصلہ لدقتہ ۱۲

(۵) اگر میت کی کوئی نانی قریب درجے کی زندہ ہو اور دادی بعید درجے کی ہو تو دادی محروم رہیگی اور نانی حصہ پائیگی مثلاً دادی تیسری پشت کی ہے اور نانی اول یا دوم پشت کی ہے تو دادی محروم رہی گی نانی حصہ پائیگی کیونکہ وہ قریب ہے (نانی اور دادی کا قریب یا بعید ہونا یا ایک درجہ میں داخل ہونا نقشہ نمبر ۲ سے معلوم ہوگا)

نانیوں کے حصے کا بیان

جس طرح دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں نانی سے بھی صرف ماں کی ماں مراد نہیں بلکہ ماں کی نانی اور نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہیں اور ذوی الفروض وارثوں میں داخل ہیں اسی وجہ سے ایک شخص کی چند نانیاں ہو سکتی ہیں مثلاً میت کی ماں کی ماں بھی موجود ہو اور ماں کی نانی بھی اسیطرح اگر ہم چار پشت یعنی چوتھی پیڑھی تک شمار کریں تو ہر شخص کی پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں اور اگر اوپر تک زیادہ پیڑھیوں کی دادیوں کا حساب لگادیں تو بڑھتی چلی جاویں لیکن ہر ایک نانی کو بلا تکلف میراث نہیں مل سکتی بلکہ دو قاعدوں کی پابندی ضروری ہے۔

قاعدہ اول۔ دادیوں کی مانند نانیاں بھی دو قسم کی ہیں ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ۔ فاسدہ نانیاں انکو کہتے ہیں جنکے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے (مثلاً ماں کے باپ کی ماں یا ماں کے دادا کی ماں) فاسدہ نانیوں کا کوئی حصہ شریعت میں مقرر نہیں اور یہ ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام کے دوسرے درجے میں انکا حال بیان ہوگا۔

صحیحہ نانیاں وہ ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا علاقہ درمیان میں نہو (مثلاً ماں کی ماں نانی کی ماں) انکو جدہ صحیحہ کہتے ہیں اور یہی نانیاں ذوی الفروض میں داخل ہیں کسی شخص کی چار پشت تک اگر خیال کریں تو صرف چار نانیاں صحیحہ نکلتی ہیں یعنی ہر شخص کی چار پشت تک جو پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں انمیں گیارہ فاسدہ ہیں اور چار نانیاں صحیحہ یہی چاروں نانیاں ذوی الفروض ہیں جنکی میراث کا یہاں ذکر ہو رہا ہے تفصیل انکی یہ ہے۔

پشت اول ۱	ماں کی ماں (نانی)
پشت دوم ۲	نانی کی ماں (یعنی والدہ کی نانی)
پشت سوم ۳	نانی کی نانی (یعنی والدہ کی پرنانی)

پشت چہارم نانی کی پرنانی (یعنی والدہ کی سگڑنانی)

ان نانیوں کو ہم نے نقشہ منبر ۲ میں لکھدیا ہے۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے کچھ نہ ملیگا مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی نانیاں بالکل محروم رہینگی اور اگر پہلی پشت کی نانی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی نانی جو زندہ ہے وہ حصہ پائیگی لیکن تیسرے اور چوتھے درجے والی نانیاں اگر زندہ ہونگی تو محروم رہینگی۔ کیونکہ ان سے قریب پیڑھی والی زندہ اور موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس و التقدیر کسی کی تمام پشتوں کی نانیاں مرگئی ہوں مگر دسویں پشت کی نانی موجود ہو وہی وارث ہوجائیگی لیکن جب اس سے کوئی قریب درجہ والی موجود ہوگی تو نیچے کے درجہ والی یعنی دور کی پیڑھی والی کو کچھ نہ ملیگا۔ جب یہ دو قاعدے ذہن میں جم گئے کہ صرف صحیح نانی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ کی نانیاں محروم رہتی ہیں۔ تو اب انکے مقرر شدہ حصے دیکھو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلا شرکت غیرے نانی اُس چھٹے حصے کی مالک ہوتی ہے جبکہ کوئی دادی میت کی اسی پشت کی موجود نہو۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں بھی اسی درجہ کی موجود ہیں جس پیڑھی کی نانی ہے تو چھٹا حصہ جو نانی کا حق ہے اسی میں دادی بھی شریک ہوجائیگی اور نانی و دادیاں اِس حصہ کو باہم برابر تقسیم کرلیں لیکن شرط یہی ہے کہ وہ دادی بالکل اُسی درجہ کی ہو جس درجہ اور جس پشت کی نانی ہے کیونکہ اگر دادی نیچے کے درجہ کی ہے تو وہ اس قریب درجہ والی نانی کے ساتھ شریک نہیں ہوگی بلکہ یہ محروم رہے گی۔ مثلاً نانی دوسری پشت کی ہے اور دادی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی کیونکہ نانیوں دادیوں میں جو قریب ہوتی ہے وہ حصہ پاتی ہے اور جو بعید ہوتی ہے وہ محروم رہتی ہے۔

نقشہ نمبر ۲ سے تم کو یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے گی کہ کونسی نانی و دادیاں ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں باہم فرق ہے۔

تشریح ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ جب نانی کے ساتھ دادیاں بھی اُسی درجہ کی ہوں تو چھٹے حصے کو باہم تقسیم کرلیں اسکا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ چھٹے حصے میں سے آدھا نانی کو دیدیں اور آدھا دادیوں کو

خواہ ایک دادی ہو یا دو چار نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جسقدر[1] ایک نانی کو دیا جائے اسیقدر
ہر ایک دادی کو دیا جائے۔ پس اگر کسی میت کا کل مال چھتیس ۳۶ روپیہ تھا تو نانی دادیوں کا حق
چھٹا حصہ یعنی چھ روپیہ نکلے۔ اب اگر ایک نانی ہے اور اسی پشت کی دو دادیاں ہیں تو ان چھ روپیہ میں
سے دو دو روپیہ نانی کو اور دو دو روپیہ ہر ایک دادی کو ملجائیگا یہ نہ ہوگا کہ چھ میں سے تین روپیہ نانی
کو دیدیں اور باقی تین روپیہ دادیاں تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں قریب ہوں
یا بعید ہوں۔

فرق دادیوں کے حال میں لکھا گیا ہے کہ باپ اور دادا کی موجودگی میں دادی محروم رہتی ہے
نانی میں یہ بات نہیں۔ باپ دادا وغیرہ کی موجودگی میں بھی نانی حصہ پاتی ہے۔ میت کے باپ دادا
کا موجود ہونا اسکو مضر نہیں البتہ میت کی ماں کے موجود ہونیسے کسی نانی کا کچھ حق نہیں رہتا جس
طرح دادیاں محروم ہوجاتی ہیں ایسے ہی نانی محروم ہوجاتی ہے۔

(۴) اگر میت کی ایک یا کئی دادیاں قریب درجے کی موجود ہوں اور نانی اُن سے نیچے درجے
کی ہو تو نانی محروم رہیگی مثلاً دادی اوّل پیڑھی کی زندہ ہے اور نانی دوسری پیڑھی کی ہے تو
چھٹا حصہ دادی کو ملجائیگا نانی اسمیں شریک نہ ہوگی محروم رہیگی کیونکہ نانی دادی شریک جب
ہوتی ہیں کہ دونوں ایک ہی پشت کی ہوں۔

ذکر نقشہ چونکہ کئی دفعہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ نانیاں اور دادیاں اگر ایک درجے
کی ہوں تو چھٹے حصے میں شریک ہوجاتی ہیں اور اگر اوپر نیچے کے درجے کی ہوں
تو نیچے والی محروم رہتی ہیں لہذا ہم چار پشت تک صحیح دادیوں اور صحیح نانیوں کا نقشہ لکھتے ہیں فاسدہ
کو یہاں نہیں لکھا کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں۔ چونکہ یہ کتاب بلحاظ ضرورت اور عام
لوگوں کیلئے لکھی گئی ہے اور چار پشت سے زیادہ نانی و دادی کسی میت کی عموماً موجود نہیں رہتی
بلکہ اس زمانہ میں تو دو تین پشت کے وارث بھی شاذ و نادر موجود ہوتے ہیں لہذا چار پشت سے
زیادہ سلسلہ بڑھاکر ذہن مسلمین کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔
مکرر لکھا جاتا ہے کہ چار پشت تک ہر شخص کی پندرہ دادیاں اور پندرہ نانیاں ہوسکتی ہیں اُنمیں

[1] یعنی چھٹے حصے میں سے ۱۲

سے پانچ دادیاں اور گیارہ نانیاں تو فاسد ہیں اور باقی جو دس دادیاں اور چار نانیاں صحیحہ ہیں انکو نقشہ میں بہ ترتیب لکھا جاتا ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ دادیوں میں کونسی قریب درجہ یعنی نزدیک پشت کی ہے اور کونسی نیچے درجے اور بعید پشت کی ہے علیٰ ہذا القیاس نانیوں میں کونسی قریب ہے اور کونسی بعید ہے۔ اور نقشہ کا نمبر اور ترتیب دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجائیگا کہ کونسی نانی و دادی ایک درجہ اور ایک پشت کی ہیں جو باہم چھٹے حصے میں شریک ہوتی ہیں اور کونسی مختلف ہیں یعنی اوپر نیچے ہیں کہ اوپر والی مستحق اور نیچے والی محروم ہوتی ہے۔ صحیحہ دادیوں کی چونکہ تعداد زیادہ ہے اور بعض دفعہ فرق کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا کئی طرح سے ایک ایک رشتہ کو بتلا دیا گیا ہے اور اُسکے بعد عربی میں بھی رشتہ لکھدیا گیا ہے تاکہ عالمانِ عربی صحیح و غلط میں تمیز کرلیں۔

صحیحہ اور فاسدہ کے فرق کی وجہ سے دادیوں نانیوں کے حال کا سمجھنا بہت مشکل ہے احقر نے حتی الوسع اس ذکر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے اسلیے یہ بیان اس قدر طویل ہوگیا کہ کسی ذوی الفروض کا حال اتنا دراز نہیں۔ پس امید ہے کہ ناظرین ہمارے اس طول فضول اور تکرار عبارت کو معاف فرمادیں۔

اگرچہ حد سے زیادہ طول ہوگیا ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ذکر کو چھوڑ دیں لیکن کتاب کے کامل کرنے کے لیئے مختصراً یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نانی یا دادی ایسی ہو کہ وہ میت سے دُہرا رشتہ اور قرابت رکھتی ہو اور اُسی درجہ اور اُسی پشت کی کوئی نانی دادی صرف اکہرا رشتہ رکھتی ہو تو چھٹا حصہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہوجاویگا یہ نہیں کہ دُہرے رشتہ والی کو حصہ بھی دُہرا ملے

مثال۔ ہندہ ایک عورت ہے جو زید کی ماں کی نانی بھی ہے اور زید کے باپ کی دادی بھی وہی ہندہ ہے اس طرح اس ہندہ کو زید کے ساتھ دُہرا رشتہ اور قرابت حاصل ہے اور ایک

۱۵۔ دیکھیے اس جگہ ہندہ کو زید سے دو طرح سے علاقہ ہے اور صالحہ کو صرف ایک طرف سے) لیکن زید کی میراث کے چھٹے حصے میں دونوں شریک ہنگی کسی کو کم زیادہ نہ ملیگا ۱۲۰

زید
زید کی ماں
زید کا باپ
زید کی نانی
زید کا دادا
زید کی دادی یعنی والد کی ماں
زید کی مانکی نانی
زید کو باپ کی دادی
زید کی والد کی نانی
ہندہ
صالحہ

دوسری عورت صالحہ ہے جو صرف زید کے باپ کی نانی ہے اور اسکو زید سے بس یہی ایک علاقہ ہے اب اگر زید کا انتقال ہو تو اُسکے مال میں سے چھٹا حصہ ہندہ اور صالحہ پر برابر تقسیم ہو جائیگا کیونکہ زید کی یہ دونوں نانی اور دادی ایک درجہ کی ہیں یہ نہیں ہوگا کہ ہندہ اپنی دُہری قرابت کا لحاظ کرکے دوچند حصہ طلب کرے۔ غرض دادی اور نانی ہیں دو طرف کی رشتہ داری اور قرابت سے کچھ حصہ نہیں بڑھتا کیونکہ وہ ہر طرح سے جدّہ ہی رہتی ہے کوئی نئی قرابت اور جدید علاقہ پیدا نہیں ہوتا بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہاں دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے مثلاً ایک شخص کسی عورت کا شوہر ہے اور چچازاد بھائی بھی ہے تو شوہر ہونیکی وجہ سے اپنا حصہ مقررہ بھی لیگا کیونکہ ذوی الفروض ہے۔ اور (اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہو تو) ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال بھی یہی شوہر لیگا کیونکہ چچازاد بھائی عصبہ ہے۔

الحمد للہ کہ بارہویں فصل میں جدّہ کا مفصل ذکر ختم ہوکر بارہ ذوی الفروض کا حال کامل ہوگیا اور یہ باب اختتام کو پہونچا۔

ف۱ یعنی دادی و نانی ۱۲

نقشہ نمبر ۱ متعلقہ فصل ۲ باب چہارم مشتمل بر چہاردہ عدد جدات صحیحہ ذوی الفروض (دادیاں و نانیاں چار) تا چہار پشت

نمبر درجہ و پشت	دادیاں صحیحہ				نانیاں صحیحہ
درجہ و پشت اول	باپ کی ماں یعنی دادی (ام الاب)	پہلی پشت میں صرف ایک دادی صحیحہ ہوسکتی ہے			ماں کی ماں یعنی نانی (ام الام)
درجہ دوم پشت دوم	دادا کی ماں یعنی پڑدادی (ام اب الاب)	دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی (ام ام الاب)	اس پشت میں دو ہوسکتی ہیں		نانی کی ماں یعنی پڑنانی یعنی ماں کی نانی (ام ام الام)
درجہ سوم پشت سوم	پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی یعنی سکڑدادی (ام اب اب الاب)	پڑدادی کی ماں یعنی دادا کی نانی (ام ام اب الاب)	باپ کی نانی کی ماں یعنی دادی کی نانی یعنی باپ کی ماں کی نانی (ام ام ام الاب)	اس پشت میں تین دادیاں صحیحہ ہیں	پڑنانی کی ماں یعنی ماں کی نانی کی ماں یعنی نانی کی نانی (ام ام ام الام)
درجہ چہارم پشت چہارم	دادا کی دادی یعنی باپ کے پڑدادا کی ماں یعنی سکڑدادی کی ماں (ام اب اب اب الاب) ے	پڑدادا کی نانی یعنی سکڑدادی کی ماں یعنی باپ کی پڑدادی کی ماں ام ام اب اب الاب ع	پڑدادی کی نانی یعنی دادا کی نانی کی ماں یعنی دادا کی ماں کی ماں کی ماں ام ام ام اب الاب س	دادی کی نانی کی ماں یعنی باپ کی نانی کی نانی یعنی دادی کی ماں کی نانی ام ام ام ام الاب	پڑنانی کی نانی یعنی ماں کی نانی کی نانی ام ام ام ام الام

(۱) صحیحہ [illegible]

ے دادا کے دادا کی ماں [illegible] دادا کی [illegible] باپ کی [illegible]

ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ۔ مفید سوال و جواب

اگر آپ ذوی الفروض کے حالات اور حصے محفوظ کرنا اور مسئلہ بنانیکی مشق کرنا چاہتے ہیں تو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں کتاب دیدیجئے وہ کتاب میں دیکھکر آپ سے سوال کرے اور آپ غور کرکے جواب دیں اگر وہ کہے کہ جواب کتاب کے مطابق نہیں تو آپ دوبارہ اور سہ بارہ غور کریں۔ بدرجہ مجبوری کتاب میں لکھا ہوا جواب سن لیجئے۔ اسطرح دو چار مرتبہ سوال اوّل سے آخر تک جوابات دینے سے ذوی الفروض کے حالات یاد ہو جائینگے۔

سوال۱۔ ایک شخص نے تین بیٹیاں ایک والد ایک دادی وارث چھوڑی ان کے حصے بتاؤ۔

جواب۔ دو ثلث تین بیٹیوں کو ملیگا وہ اسکو باہم تقسیم کرلینگی اور چھٹا حصہ بوجہ ذوی الفروض ہونیکے باپ کو ملیگا اور پھر باقی ماندہ چھٹا حصہ بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کو ملیگا اور دادی محروم رہیگی (دیکھو حجاب حرمان اور حجب حرماں کی بحث میں باپ اور دادی کا حال۔

سوال۲۔ میت نے باپ اور دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑی ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو۔ یعنی دُو دُو ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

سوال۳۔ والدہ۔ نانی۔ شوہر۔ دادا۔ وارث ہیں مال کس طرح تقسیم ہو۔

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو ایک ثلث والدہ کو اور باقی دادا کو ملے گا۔ نانی بوجہ موجودگی والدہ کے محروم رہے گی۔ اس مسئلہ میں بارہ سہام بناکر تقسیم کرنا ہوگا۔

سوال۴۔ اگر باپ۔ دادا۔ زوجہ۔ دو پوتیاں وارث ہوں تو کس کس کو کس قدر حصہ ملیگا۔

جواب۔ چوبیس سہام کیے جائیں گے اور آٹھواں حصہ زوجہ کو دو ثلث پوتیوں کو چھٹا حصہ باپ کو بوجہ ذوی الفروض ہونیکے اور باقی بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کو دیا جائیگا دادا صاحب محروم۔

سوال۵۔ ایک عورت کا شوہر اور نانی اور ایک بھائی اخیافی اور ایک علاتی بھائی موجود ہیں کس طرح مال تقسیم ہو۔

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو اور چھٹا چھٹا حصہ اخیافی بھائی کو اور نانی کو اور باقی ماندہ علاتی بھائی کو۔

مسئلہ

شوہر اخیافی نانی بھائی

سوال ۔ دو ہمشیرہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیافی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلائیے۔
جواب ۔ بیٹی کو نصف اخیافی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔
سوال ۔ ایک عورت ان وارثوں کو چھوڑ کر مری ۔ تین بیٹے دو پوتیاں ۔ ایک والدہ ۔ ایک شوہر دو بھائی ۔ تقسیم ترکہ کا حساب بتلائیے۔
جواب ۔ چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹوں کو ملیگا ۔ بھائی محروم ہیں۔
سوال ۔ بتلائیے ان وارثوں کو کس طرح حصہ ملیگا ۔ چار ہمشیرہ ۔ باپ ۔ شوہر ۔ دو اخیافی بھائی۔
جواب ۔ نصف شوہر کو اور نصف باپ کو ملے گا ہمشیرگان حقیقی اور اخیافی بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہیں گے۔
سوال[۹] ۔ اگر کسی کے دو پوتیاں ایک والدہ ایک زوجہ ایک سکڑپوتا ہے تو مال کس طرح تقسیم ہو۔
جواب ۔ زوجہ کو آٹھواں والدہ کو چھٹا ۔ باقی پوتیاں اور سکڑپوتا باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا ۔ اسلیے کہ پوتیاں اپنے سے نیچے پڑپوتے وغیرہ کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔
سوال ۔ ایک شخص نے ایک حقیقی ہمشیرہ ایک والدہ ایک زوجہ دو علاتی بھائی بہن اور ایک چچا وارث چھوڑا ان کی میراث کسطرح تقسیم ہوگی۔
جواب ۔ زوجہ کو چہارم والدہ کو چھٹا حقیقی ہمشیرہ کو نصف اخیافی بھائی بہن عصبہ ہونیکی وجہ سے باقی ماندہ کے مالک چچا بوجہ بعید ہونیکے محروم۔
سوال[۱۱] ۔ ایک شخص نے اپنے والدین اور ایک اخیافی اور ایک علاتی بھائی چھوڑا۔
جواب ۔ والدہ کو چھٹا اور باقی سب باپ کو ۔ دونوں قسم کے بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہے لیکن ماں کا حصہ پھر بھی ان بھائیوں نے بجائے تہائی کے چھٹا کردیا۔
سوال[۱۲] ۔ صرف والدین اور اخیافی بھائی بہن اور شوہر موجود ہیں تو کس طرح تقسیم ہو۔
جواب ۔ شوہر کو نصف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس میں سے ثلث والدہ کو اور باقی باپ کو دیں اور اخیافی بھائی بہن محروم ۔ (اس صورت میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرینگے)
سوال[۱۳] ۔ ایک بیٹی دو علاتی بہنیں ایک سکڑپوتی رہی تو کیا صورت تقسیم کی ہوگی۔
جواب ۔ بیٹی کو نصف سکڑپوتی کو چھٹا باقی ماندہ علاتیوں کو۔
سوال[۱۴] ۔ تین بیٹیاں ایک زوجہ ایک پوتا چھوڑا تو کس طرح تقسیم ہو۔

جواب۔ دو ثلث بیٹیوں کو آٹھواں زوجہ کو باقی پوتے کو۔ بیٹیاں پوتے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوتی۔
سوال[۱۵]۔ دو پوتیاں ایک باپ ایک نانی ایک چچا رہا تو کس طرح تقسیم کریں۔
جواب۔ دو ثلث پوتیوں کو چھٹا نانی کو باقی باپ کو۔ چچا محروم۔
سوال[۱۶]۔ ایک پوتی ایک شوہر ایک والدہ دو پڑپوتوں پر کس طرح تقسیم کریں۔
جواب۔ شوہر کو چوتھا حصہ والدہ کو چھٹا باقی پوتا پوتی کو حسب قاعدہ دیدو۔
سوال[۱۷]۔ ایک ہمشیرہ ایک دادی ایک علاتی بھائی کے حصے بتلاؤ۔
جواب۔ ہمشیرہ نصف کی مستحق ہے دادی چھٹے کی باقی علاتی بھائی کا حق ہے۔
سوال[۱۸]۔ ایک پڑپوتی تین ہمشیرہ ایک والدہ رہی تو کسطرح تقسیم ہوگا۔
جواب۔ پڑپوتی کو نصف والدہ کو چھٹا باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔
سوال[۱۹]۔ دو زوجہ ایک حقیقی ہمشیرہ دو علاتی ہمشیرہ ایک بھتیجا رہا تو کیا صورت ہوگی۔
جواب۔ زوجہ کو چوتھا حقیقی ہمشیرہ کو نصف علاتی ہمشیروں کو چھٹا باقی بھتیجے کو۔
سوال[۲۰]۔ بیٹی۔ پوتی اور اخیافی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن چھوڑے
جواب۔ نصف بیٹی کو چھٹا پوتی کو باقی علاتی بھائی بہن کو حسب قاعدہ۔ اخیافی دونوں محروم۔
سوال[۲۱]۔ ایک شوہر ایک اخیافی بہن ایک والدہ دو حقیقی بھائیوں کا حال کہو۔
جواب۔ نصف شوہر کو چھٹا اخیافی بہن کو چھٹا والدہ کو باقی بھائیوں کو۔
سوال[۲۲]۔ زوجہ دادی دو علاتی بہنیں موجود ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہو۔
جواب۔ زوجہ کو ربع دادی کو چھٹا علاتی بہنوں کو دو ثلث ملیگا اور اس صورت میں عول ہوگا۔
سوال[۲۳]۔ شوہر بیٹی دادی نانی بھتیجے کا پوتا وارث ہونگے تو کیسے تقسیم ہوگا۔
جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا حصہ باہم نانی و دادی تقسیم کرلیں باقی یعنی بارھواں حصہ بھتیجے کے پوتے کو دیا جائے۔
سوال[۲۴]۔ ایک شخص کے پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی اور پڑنانی کی ماں زندہ ہے اور چار بیٹیاں موجود ہیں تو اس میں اس شخص کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔
جواب۔ چھٹا ان دونوں دادیوں نانیوں کو دیا جائے وہ دونوں آپس میں شریک ہونگی کیونکہ دونوں

ایک پشت کی ہیں اور دونوں بیٹیوں کو دو ثلث دیا جائے پھر جو کچھ باقی رہے وہ بھی انہیں سب وارثوں پر حصہ رسد تقسیم کر دیا جائے۔

سوال[۲۵]۔ دادا کی ماں یعنی پڑدادی اور نانی کی ماں یعنی پڑنانی اور پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی نانی اور شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ ربع شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادیوں کو باقی چچا کو ملیگا۔ پردادی کی ماں چونکہ تیسری پشت میں ہے لہذا پہلی دو کے سامنے محروم رہے گی کیونکہ دونوں دوسری پشت کے ہیں (ملاحظ کرو نقشہ نمبر۲) واللہ اعلم بالصواب ؛

پانچواں باب۔ عصبات کا بیان

ذوی الفروض کا بیان بہت طویل ہوجانیکی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ کو خیال نہ رہا ہو کہ عصبہ کس کو کہتے ہیں لہذا آپ باب چہارم کے مقدمے کو پھر ملاحظہ کرلیں جس سے عصبہ کی پوری تعریف معلوم ہونیکے ساتھ یہ بھی واضح ہوجائیگا کہ یہ دوم درجے کے وارث ہیں اور ذوی الفروض کے بعد ان کا درجہ ہے اور جب تک کہ ذوی الفروض کے حصے پورے نہ دیے جائیں عصبات کو کچھ نہیں ملسکتا بلکہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہجائے یا ذوی الفروض سے کوئی زندہ ہی نہو تو عصبات وارث ہوتی ہیں جبتک عصبات پائے جاتی ہیں ذوی الارحام کو حق نہیں ہوسکتا ذوی الفروض کے بیان میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ۔

(۱) جب میت کی بیٹی موجود ہوتی ہے تو اس کی حقیقی بہنیں اور باپ کی شریک (جنکو علاتی کہتے ہیں) عصبہ ہوجاتی ہیں۔ مگر میت کی بیٹی ذوی الفروض ہی رہتی ہے۔ اس صورت میں جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ ان ہمشیروں کو ملتا ہے (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل نہم و دہم) اس صورت میں انہوں کو عصبہ مع الغیر کہتے ہیں)

(۲) جب میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے اور پوتیوں کے ساتھ پوتے وغیرہ موجود ہوں تو یہ عورتیں بھی مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں (ملاحظہ ہو فصل ۷ باب ۴) اس صورت میں ان بیٹیوں کا نام عصبہ بالغیر ہوتا ہے۔

(۳) میت کے حقیقی بھائیوں کے ساتھ حقیقی بہنیں اور علاتیوں کے ساتھ علاتی بہنیں جب ملتی ہیں تو عصبہ ہوجاتی ہیں اور عصبہ بالغیر کہلاتی ہیں (ملاحظہ ہو فصل ۹ و ۱۰ باب چہارم) مذکورۂ بالا تین قسم کی عورتوں کے عصبہ ہونیکا حال چونکہ ان کے حالات میں ذوی الفروض کے باب میں مفصل گذر چکا ہے لہذا اب انکا مستقل ذکر نہیں کیا جائیگا بلکہ وہ عصبات بیان کیے جائینگے جو خود مرد ہوں اور بلا احتیاج علاقہ کسی عورت کے میت سے رشتہ اور قرابت رکھتے ہوں جنکو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں اور فی الحقیقت عصبۂ کامل یہی ہیں۔ البتہ ان مردوں کے ذکر میں حسب موقع عورتوں کا حال بھی یاد دلا دیا جائیگا۔

پس بگوش ہوش سننا چاہیئے کہ عصبوں کے چار درجے ہیں۔ جب اوّل درجے کے عصبات موجود ہوتے ہیں تو دوم درجے کے عصبوں کو کچھ حق نہیں پہونچتا۔ علیٰ ہذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی میں درجہ سوم و چہارم محروم رہیں گے اور سوم کے سامنے صرف چہارم درجہ والے بے حق ہوجاوینگے عصبات کے چار درجے ملاحظہ ہوں۔

درجۂ اوّل۔ میت کا جز یعنی اُسکی نسل جیسے بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑپوتا وغیرہ۔
جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ دوم کو کچھ نہ ملیگا۔

درجۂ دوم۔ میت کے اصل جیسے باپ۔ دادا۔ پڑدادا سکڑدادا۔ (اسیطرح اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک انہیں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ سوم کو کچھ حق نہ پہونچے گا۔

درجۂ سوم۔ باپ کا جز یعنی باپ کی نسل۔ بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا یعنی بھائی کا پوتا۔ بھتیجے کا پوتا۔
ان لوگوں کے سامنے درجۂ چہارم کے عصبے بالکل محروم رہتے ہیں۔

درجۂ چہارم۔ دادا کے جز یعنی دادا کی نسل اور پھر اُنکی اولاد در اولاد جیسے چچا۔ چچا کا بیٹا۔ چچا کا پوتا چچا کا پڑپوتا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اگر پہلے تین درجے کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو آپ خوب سمجھ گئے کہ جب تک اوپر کے درجوں میں سے کوئی وارث زندہ ہوتا ہے تو نیچے کے درجے کے عصبوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ پھر ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا جو لوگ بہ نسبت اُسکے بعید ہونگے وہ محروم رہجائینگے اگرچہ وہ بھی اول ہی درجہ کے ہوں۔ مثلاً ایک شخص کے بیٹا بھی موجود ہے پوتا بھی۔ تو بیٹا چونکہ سب سے قریب ہے سب مال وہی لے لیگا۔ پوتے پڑپوتے محروم رہجائینگے باوجودیکہ پوتے پڑپوتے اور بیٹا سب اوّل ہی درجے کے عصبے ہیں لیکن بیٹے کا نمبر سب سے اول اور بہت قریب ہے (البتہ اگر چند وارث بالکل برابر کے نمبر کے ہوں تو وہ باہم تقسیم کرلیں گے مثلاً میت کے چار بیٹے ہوں تو وہی تقسیم کرلیں گے یا صرف چار پوتے ہوں تو وہی برابر تقسیم کرلیں) پھر درجۂ دوم میں بھی یہی حال ہے کہ جب قریب نمبر والا عصبہ موجود ہوگا تو بعید کو میراث نہ ملیگی مثلاً دادا موجود ہے تو پڑدادا محروم۔ یہی حال درجۂ سوم میں ہے اور یہی چہارم میں۔ یہ مضمون نقشہ نمبر ۳ سے بخوبی آپکے خیال میں آجائیگا نیز ہم ہر ایک

درجہ کے عصبوں کو علیحدہ علیحدہ نمبروار مفصل بیان کرتے ہیں۔

فصل اوّل درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑوتا)

عصبہ درجہ اول نمبر اول بیٹا

(۱) یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے یہ ہرگز کسی کی وجہ سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اس کی موجودگی میں عصبہ ہونیکی وجہ سے کسی وارث کو کچھ حصہ بالکل نہیں مل سکتا (البتہ میت کے بیٹیاں بیٹے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوکر حصہ لیتی ہیں) لیکن بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہیں اسلیے ذوی الفروض میں داخل نہیں اور ہر جگہ کسی ایک ہی خاص مقدار کا مستحق نہیں بلکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ اسکو ملجائیگا۔ اگر اتفاق سے ذوی الفروض زیادہ ہونگے تو اسکو کسیقدر کم حصہ ملے گا اور اگر اسکی خوش قسمتی سے ذوی الفروض بہت کم ہوئے تو اسکو زیادہ حصہ ملیگا اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہو تو کل مال کا مالک بیٹا ہو جائیگا۔

مثال اوّل بہت وارثوں کے موجود ہونے اور بیٹے کو کم حصہ ملنے کی ۲۴

زوجہ	والدہ	والد	بیٹا
آٹھواں	چھٹا	چھٹا	باقی
۳	۴	۴	۱۳

مثال ۲ زیادہ ملنے کی ۲۴ [ل]

زوجہ	پسر
آٹھواں	باقی
۳	۲۱

مثال کل مال بیٹے کو ملنے کی ۲۴

بیٹا
کل مال

(۲) اگر چند بیٹے ہوں تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو سب بیٹے برابر تقسیم کریں اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہو تو کل مال کو بیٹے باہم تقسیم کرلیں۔

مثال (۱) ۱۲

شوہر	والدہ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۳	۲	۱	۱	۱	۱	۱

(۲) ۵

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱

(۳) اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ہوں تو بیٹیاں بھی بیٹوں کے ساتھ شریک ہو جائینگی اور عصبہ بالغیر کہلائینگی۔ لیکن جس قدر حصہ ایک بیٹے کو ملے گا اس سے آدھا ہر ایک بیٹی کو ملیگا۔

مثال ۱ ۶

والدہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	۲	۲	۱

۲

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱

ل فرق دکھلانے کے لیے تینوں مثالوں میں چوبیس ۲۴ سہام کرکے تقسیم کیا ۱۲

(۴) پوتا پڑپوتا سکڑپوتا بھی اگرچہ درجۂ اول کے عصبات میں داخل ہیں لیکن بیٹے کے سامنے یہ سب محروم رہجاتے ہیں کیونکہ بیٹا ان سے زیادہ قریب ہے۔

مثال زید کے تین بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا زید کے سامنے ہی انتقال کرگیا مگر اس کے دو لڑکے موجود ہیں اب زید کا انتقال ہوا تو دو بیٹے اور دو پوتے چھوڑے تو سب مال دونوں بیٹوں پر تقسیم ہوجائیگا دونوں پوتے محروم رہجائینگے کیونکہ میّت کے بیٹوں کا علاقہ قریب ہے اور پوتے بہ نسبت انکے بعید ہیں اور بار بار آپ سُن چکے ہیں کہ ایک درجہ کے عصبوں میں بھی جو قریب ہوتا ہے وہ مقدم سمجھا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں دادا کو مناسب ہے کہ اپنی زندگی میں کچھ مال واسباب جائداد پوتوں کو دیکر انکا قبضہ کرا جائے ورنہ یہ غریب بالکل محروم رہیں گے۔ البتہ اگر ان پوتوں کے باپ مرحوم کی حاصل کردہ کوئی خاص جائداد اور مستقل مال ہو تو یہ پوتے اپنے باپ کے مال کے ضرور مالک ہونگے اور اس مال میں سے کسی قدر بقدر حصۂ مقررہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی سب کچھ اُنکو ملجائیگا۔

فرق نمبر ۲ و ۳ میں یہ بیان ہوا ہے کہ میّت کے بیٹے اگر ہوں تو باہم ترکہ کو برابر تقسیم کرلیں اُسکی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ میت اگر عورت ہے تو اُسکے وہ بیٹے خواہ ایک شوہر سے ہوں یا مختلف شوہروں سے سب کو برابر حصہ ملیگا مثلاً ایک شوہر سے پانچ بیٹے ہوئے اور دوسرے سے صرف دو[1] بیٹے ہیں تو اس عورت کے مرنے پر اسکے ترکہ کو سات حصہ کرکے ایک ایک حصہ سب بیٹوں کو دیدینگے یہ نہوگا کہ کُل مال کے دو حصے کرکے آدھا ایک شوہر کی اولاد پر تقسیم کردیں اور آدھا دوسرے کی اولاد پر۔ اور اگر میّت مرد ہے تو اُسکے سب بیٹوں کو برابر حصہ ملیگا خواہ ایک زوجہ سے ہوں یا دو تین زوجہ سے مثلاً میت کے پانچ بیٹے ایک زوجہ سے ہیں اور دوسری زوجہ سے صرف ایک بیٹا ہے تو کل ترکے چھ حصے کرکے ایک ایک حصہ سب کو ملجائیگا۔ یہ نہیں کہ جس قدر ایک زوجہ کے پانچ بیٹوں کو ملا ہے اُسی قدر دوسری زوجہ کے تنہا ایک بیٹے کو پہونچے **بعض** دفعہ ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ ناواقف سمجھ جاتا ہے کہ ایک زوجہ کی اولاد کو دوسری زوجہ کے اولاد کے برابر حصہ ملا ہے دوسری کی اولاد کم ہو یا زیادہ ایسی صورت وہاں پیش آتی ہے جہاں ہر دو زوجہ کا مہر ادا نہ کیا گیا ہو[2] اور باپ کی تمام جائداد وغیرہ اولاد نے اپنی ماں کے مہر میں حاصل کرلی ہو مثلاً زید

[1] اور مہر دونوں کا برابر ہو ۱۲

مرا اُس نے راشدہ اور زاہدہ دو زوجہ چھوڑیں جنکا مہر ادا نہیں کیا تھا اور سات بیٹے چھوڑے پانچ راشدہ کے پیٹ سے اور دو زاہدہ کے بطن سے اُسکے بعد زاہدہ اور راشدہ یکے بعد دیگرے مرگئیں اب جو کچھ زید کا ترکہ ہوگا وہ نصف راشدہ کے پانچوں بیٹوں پر تقسیم ہوجائیگا اور نصف زاہدہ کے دو بیٹوں کو ملجائیگا جسکی صورت یہ ہے۔

۲۰ سہام

از بطن راشدہ ۔ از بطن زاہدہ

بیٹا ۲ ۔ بیٹا ۲ ۔ بیٹا ۲ ۔ بیٹا ۲ ۔ بیٹا ۲ ۔ بیٹا ۵ ۔ بیٹا ۵

ناواقف سمجھتا ہے کہ باپ کے ترکہ میں سے دس سہام ایک زوجہ کی اولاد کو پہونچے اور دس دوسری کی لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ زید کی جائداد اُسکے بیٹوں تک نہیں پہونچی کیونکہ دین مہر اسقدر چڑھا ہوا تھا کہ اسکے ادا کرنیکے بعد کچھ باقی نہ رہا جو کچھ مال و جائداد تھی وہ آدھی ایک زوجہ کو مہر میں ملگئی اور آدھی دوسری کو اسلیے کہ مہر دونوں کا برابر تھا اب ہر دو زوجہ کے انتقال پر اُنکی اولاد اپنی اپنی والدہ کی جائداد پر متصرف و قابض ہوگئی یہ اولاد اپنے باپ کی میراث نہیں پارہی بلکہ اپنی والدہ کا مہر وصول کر رہے ہیں کیونکہ جب والدہ مرگئی تو اولاد اُسکے مہر کی وارث ہوگئی اور اسکا مہر وصول کرنیکا حق حاصل ہوگیا جس زوجہ کی اولاد زیادہ تھی اسکی اولاد نے جب مہر میں حاصل کی ہوئی جائداد کو باہم تقسیم کی تو ہر ایک کو تھوڑا حصہ پہونچا اور جس کی اولاد کم تھی انکو ماں کے مہر میں سے زیادہ حصہ ملا (البتہ اگر مہر ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی رہے تو وہ ہر ایک زوجہ کی اولاد پر برابر تقسیم ہوگا۔

عصبہ درجہ اول نمبر ۲ پوتا

(۱) جب میت کے بیٹا نہو تو ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ پوتے کو ملیگا اور اگر کئی پوتے ہوں تو اس مال میں سب برابر شریک ہوجائیں گے۔ (اگر ذوی الفروض کوئی موجود نہو تو کل ترکہ پوتوں کو ملجائے گا۔

(۲) اگر میت کے ایک یا زیادہ پوتیاں بھی موجود ہوں تو پوتے کے ساتھ عصبہ بن جائینگی اور عصبہ بالغیر کہلائینگی جسقدر ہر ایک پوتے کو ملیگا اس سے آدھا ہر ایک پوتی حصہ پائیگی۔

(۳) جب بیٹا نہو تو پوتے کا حال بیٹے کے مانند ہے لیکن دو باتوں میں فرق ہے

فرق اوّل میت کے بیٹے کی موجودگی میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہتیں عصبہ ہوجاتی ہیں اور جس قدر ایک بیٹے کو ملتا ہے اُس سے آدھا بیٹی کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ باب چہارم کی فصل میں اور بیٹے کے حال میں نمبر ۳ میں یہ بات گذر چکی ہے لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیاں

عصبہ نہیں ہوتیں بلکہ ذوی الفروض ہی رہتی ہیں یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملتا ہے اور ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملتا تھا وہی اب بھی ملتا رہیگا

فرق ۲ بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم رہتی ہیں اور پوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں بلکہ پوتے کے ساتھ عصبہ بنجاتی ہیں اور جس قدر ایک پوتے کو ملتا ہے اس سے آدھا ہر ایک پوتی کو ملیگا۔

(۴) جیسے کہ بیٹے کی موجودگی میں میت کے پڑپوتے اور پڑپوتیاں محروم رہتی ہیں اسیطرح پوتے کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) جب میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتے بالکل محروم رہ جاتے ہیں خواہ وہ پوتے اسی زندہ بیٹے کی اولاد ہوں جس نے باپ کی میراث کی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کی اولاد ہوں جو مرگیا ہے۔

تنبیہ میت کے بیٹے کے موجود ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ بیٹا وارث بھی ہو اور جو بیٹا کسی وجہ سے محروم الارث ہوگیا اسکا اعتبار ہی نہیں۔ پس اگر عبدالرحمٰن کا کافر بیٹا موجود ہے اور پوتا مسلمان ہے تو پوتے کو حق ملیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر زید کے بیٹے نے باپ کو مار ڈالا تو بیٹا بوجہ قاتل ہونیکے محروم رہیگا لیکن پوتا میراث پائیگا کیونکہ کافر اور قاتل بیٹے کے موجود ہونیکا کچھ اعتبار نہیں جب وہ وارث نہ رہا تو شرعاً گویا موجود ہی نہیں اس بات کو ہم نے مفصل تیسرے باب کی تیسری فصل میں ذکر کیا ہے بطور یاددہانی کے یہاں پر ذکر کردیا۔ اس کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہیئے کہ چار امور مندرجہ فصل اول باب سوم کی وجہ سے جو وارث محروم ہوتے ہیں وہ گویا موجود ہی نہیں۔

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۳ پڑپوتا

(۱) جب میت کے بیٹا اور پوتا کوئی نہو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ مال باقی رہیگا وہ سب پڑپوتے کو ملجائیگا اور اگر بہت سے پڑپوتے ہوں گے تو وہ سب اس مال میں شریک ہوجائیں گے۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں تو وہ بھی پڑپوتے کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائیں گی جیسے کہ پوتے کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی تھیں اور جس طرح وہاں مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ دیا جاتا تھا یہاں بھی دیا جائیگا۔ (یہ بات پوتیوں کے حال میں گذر چکی ہے۔)

سلہ اور بعض جگہ حاشیہ وغیرہ پر ۱۲

(۳) اگر میت کی پڑپوتیاں بھی موجود ہوں تو پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہوجائینگی اور وہی لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ یعنی مرد کو عورت سے دوچند حصہ ملیگا۔

(۴) اگر میت کی پوتیاں بھی ہوں اور پڑپوتیاں بھی تو یہ سب پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہوجائینگی اور (ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال) دو حصہ مردوں کو اور ایک حصہ عورتوں کو ملے گا۔

۴		
پڑپوتا	پوتی	پوتی
۲	۱	۱

۴		
پڑپوتا	پڑپوتی	پڑپوتی
۲	۱	۱

۳		
پڑپوتا	پوتی	پڑپوتی
۲	۱	⁝

فرق۔ قاعدہ نمبر ۳ و ۴ سے معلوم ہوگیا کہ پڑپوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہیں اور مرد سے آدھا حصہ پاتی ہیں۔ بس پوتے اور پڑپوتے میں یہی فرق ہے کہ پوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم ہوجاتی تھیں اور پڑپوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں۔

(۵) پڑپوتے کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔

(۶) جب میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہوتا ہے تو پڑپوتا بالکل محروم رہجاتا ہے۔

عصبہ درجہ اول نمبر ۴ سکڑپوتا

پوتے کے پوتے کو سکڑپوتا کہتے ہیں۔ یہ بھی درجۂ اول کے عصبات میں داخل ہے لیکن چونکہ چوتھے نمبر پر ہے لہذا جب میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا کوئی نہیں ہوتا تب اس کو میراث پہونچتی ہے۔ اور ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہجاتا ہے وہ اس کو ملتا ہے اور اگر میت کا بیٹا پوتا پڑپوتا کوئی بھی موجود ہو تو یہ بالکل محروم رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اِس سے قریب ہیں باقی حال اسکے بالکل پڑپوتے کی مانند ہیں **فرق** صرف یہ ہے کہ پڑپوتے کے سامنے سکڑپوتیاں محروم رہتی ہیں اور سکڑپوتے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ ملکر سکڑپوتیاں بھی عصبہ ہوجاتی ہیں بشرطیکہ بیٹا پوتا پڑپوتا کوئی موجود نہو کیونکہ ان کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیاں سب محروم رہتی ہیں۔

چونکہ سکڑپوتا بہت کم لوگوں کے موجود ہوتا ہے لہذا اس کے حال کو ہم نے کسی قدر مختصر کر کے درجۂ اول کے عصبات کو ختم کردیا۔ اگر سکڑپوتے کا بیٹا اور پھر اس کا بیٹا اور اسیطرح دس بیس پشت تک جتنے بیٹے پوتے نکلتے چلے جائیں سب درجۂ اول ہی کے عصبات میں داخل ہونگے اور جب اُن سے مقدم کوئی موجود نہیں ہوگا تو میراث کے مستحق ہونگے لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان

لہ یعنی پڑپوتے کے بیٹا بیٹی ۱۲

کر کے چھوڑ دیا کیونکہ اس سے زیادہ فضول ہے کوئی ہی خوش قسمت ہوگا جسکی موت کے وقت سکڑ پوتا
موجود ہو ورنہ آجکل تو وہ جوان موتیں ہوتی ہیں کہ بیٹا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا پوتا پڑپوتا تو
بڑی چیز ہے ؛

فصل ۳ - درجہ دوم کے عصبات (باپ - دادا - پڑدادا - سکڑ دادا وغیرہ)

درجۂ اول کے عصبات کی موجودگی میں درجۂ دوم کے وارثوں کو عصبہ ہونیکی وجہ سے بالکل کچھ نہیں ملتا۔ ہاں چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہیں اس لیے درجۂ اول کی موجودگی میں بھی ان کو چھٹا حصہ مل جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول) اس درجہ کے عصبوں کو بھی ہم چار پشت تک چار نمبروں میں بیان کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ دوم نمبر اول باپ

باپ کے حالات باب چہارم کی پہلی فصل میں مذکور ہو چکے ہیں مگر سہولت کے لیے یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ باپ محروم کبھی نہیں رہتا بلکہ

(۱) اگر درجۂ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہو اور میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی سکڑپوتی بھی نہو تو باپ کو وہ تمام ترکہ ملجاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں باپ صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں (ملاحظہ ہو باب چہارم کی فصل اول کی حالت سوم)

(۲) اگر میت کے عصبات درجۂ اول میں سے کوئی موجود نہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو میت کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے سے باقی رہے وہ بھی ملجائیگا۔ اس صورت میں باپ عصبہ بھی ہوا ذوی الفروض بھی (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول حالت نمبر ۲)

(۳) جب درجۂ اول کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود ہو تو باپ عصبہ نہ رہیگا اور عصبہ ہونیکی وجہ سے اسکو کچھ نہ ملیگا بلکہ درجۂ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا وغیرہ) اسکے حقدار ہونگے البتہ باپ محروم اس حالت میں بھی نہیں رہ سکتا بلکہ اپنا چھٹا حصہ پائیگا اور اس وقت صرف ذوی الفروض ہوگا۔

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا پڑدادا سکڑدادا وغیرہ ہر قسم کے حصہ سے محروم رہتے ہیں

نہ ذوی الفروض ہونیکی وجہ سے کچھ پاتے ہیں نہ عصبات ہونیکے لحاظ سے۔
دو باپ فی الحقیقت کسی شخص کے نہیں ہوسکتے لیکن اگر کسی لڑکے پر دو آدمی دعوی کریں اور دونوں کا دعوی حسب قاعدہ شرعاً ثابت ہوجائے تو بوجہ ناواقفیت اور لاعلمی ومجبوری کے دونوں کو باپ سمجھا جاتا ہے ورنہ فی الواقع ایک جھوٹا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب بیٹا مرجائے توجو حصہ ایک باپ کے لیے مقرر تھا وہ دونوں پر تقسیم کردیا جاے (اور اگر باپ پہلے مرجائیں تو یہ بیٹا ہر ایک باپ سے پوری میراث لیگا اور یہ دونوں شخص اسکے مستقل باپ سمجھے جائیں گے

عصبہ درجہ دوم نمبر ۲ ۔ **دادا**

جب میت کا باپ زندہ نہو تو دادا اُس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی طرح میراث پاتا ہے جس طرح باپ پاتا تھا۔ یعنی۔

(۱) جب درجۂ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہو اور میت کے بیٹی پوتی پڑپوتی سکڑپوتی بھی نہو تو دادا کو وہ تمام مال ملجاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں دادا صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں (ملاحظہ ہو فصل دوم باب چہارم نمبر ۳)

(۲) اگر میت کے عصبات درجۂ اول میں سے کوئی موجود نہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی رہے گا وہ بھی ملیگا (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل دوم نمبر ۲) اس صورت میں دادا عصبہ بھی ہوا اور ذوی الفروض بھی۔

(۳) اگر درجۂ اول کے عصبات میں سے کوئی ایک (ذرا سا بچہ) بھی موجود ہو تو دادا عصبہ نہ رہیگا اور عصبہ ہونیکی وجہ سے اسکو کچھ بھی نہ ملیگا (بلکہ عصبہ درجۂ اول بیٹا پوتا وغیرہ مستحق ہونگے) البتہ دادا محروم پھر بھی نہ ہوگا بلکہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ اس کو پہونچے گا۔ (بشرطیکہ باپ زندہ نہو)

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا ہر قسم کے حصے سے محروم رہیگا نہ ذوی الفروض ہونا کام آئیگا نہ عصبہ ہونیسے کچھ فائدہ ہوگا۔ اگرچہ باپ دادا دونوں درجۂ دوم کے عصبات ہیں لیکن چونکہ

سلہ اگر صرف درجۂ دوم کے عصبات کو شمار کریں تو نمبر دوم ہے اور اگر ابتدا سے عصبات کو شمار کریں تو چھٹے نمبر پر ہے اس لیے نمبر ۲ و ۶ ڈالے گئے اسیطرح سب جگہ سمجھ لو ۱۲

باپ مقدم اور قریب ہے اور نمبر اول پر لکھا گیا ہے لہذا دادا اسے مقدم ہو کر میراث حاصل کرے گا۔

(۵) دادا کی موجودگی میں پڑدادا سکڑدادا وغیرہ سب محروم رہیں گے۔

عصبہ درجۂ دوم نمبر ۳ - پڑدادا

(۱) اگر باپ اور دادا موجود نہوں تو پڑدادا کا بالکل وہی حال ہے جو دادا کا ابھی عنقریب بہت مفصل مذکور ہوا یعنی دادا کے حال میں جو اول و دوم و سوم چہارم قاعدے لکھے گئے ہیں وہی اسکے حال ہیں۔

(۲) دادا کی موجودگی میں پڑدادا بالکل محروم رہتا ہے اور اس سے اگلی پشت کے جو دادا ہوں (مثلاً سکڑدادا الکڑدادا وغیرہ) وہ اسکی وجہ سے محروم رہیں گے؛

عصبہ درجہ دوم نمبر ۴ سکڑدادا

دادا کے دادا کو سکڑدادا کہتے ہیں اس کے حال بالکل پڑدادا کے مانند ہیں لیکن یہ پڑدادا کی موجودگی میں محروم رہتا ہے (چونکہ پڑدادا و سکڑدادا بہت کم زندہ ہوتے ہیں لہذا مجملاً بیان کیا) آپکو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جب باپ نہو تو دادے اس کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کی میراث کا حال بالکل وہی ہوتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور دادوں میں جو مقدم اور قریب ہوتا ہے وہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے پیچھے والے یعنی اوپر کی پشتوں کے دادا محروم رہتے ہیں لیکن باپ اور دادوں میں دو فرق بھی ہیں جنکو سمجھنا نہایت مفید ہے۔

فرق اوّل اگر میت کے صرف ماں باپ اور زوجہ موجود ہوں تو زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسمیں سے ماں کو ثلث ملیگا اور اگر باپ کی جگہ کوئی دادا پڑدادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف ماں اور دادا اور زوجہ چھوڑے ہوں تو ماں کو کل ترکہ میں سے ثلث ملیگا علی ہذا القیاس اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور شوہر اور اپنے ماں باپ چھوڑے اور کوئی وارث نہیں ہے تو شوہر کو نصف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہا ہے اسمیں سے ثلث ماں کو پہونچے گا اور اگر باپ کی جگہ دادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف شوہر اور ماں اور دادا یا پڑدادا چھوڑے ہوں تو ماں کو کل ترکہ میں سے ثلث ملیگا غرض مذکورہ بالا صورتوں میں باپ موجود ہو تو ماں کو حصہ کم ملتا ہے اور اگر باپ نہو اسکی جگہ کوئی دادا ہو تو ماں کو زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ کل مال میں سے تہائی دیا جاتا ہے

(ملاحظہ ہو باب ۴)

دوم باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہوتی ہے دادا کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتی خواہ دادا ہو یا پڑدادا یا سکڑ دادا۔ (ملاحظہ ہو باپ و دادا کا فرق باب چہارم ۶)

درجہ دوم کے عصبات کا بیان یہاں تک ختم کر دیا گیا اسی طرح پانچویں چھٹی پشت تک لکڑ دادا اور بکڑ دادا تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو درجہ سوم کے عصبات ہرگز وارث نہوں گے۔

فصل ۳ درجہ سوم کے عصبات (بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا۔ اس کا پوتا)

اگر درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہو تو درجہ سوم کے عصبات وارث ہوتے ہیں اور ان میں بھی جو مقدم اور قریب ہے اور زیادہ تعلق رکھنے والا ہے اسکے سامنے بعید درجہ کا عصبہ اور کم تعلق رکھنے والا محروم رہجائیگا۔ ہر ایک کا مفصل حال ملاحظہ کرو۔

عصبہ درجہ سوم نمبر اول حقیقی بھائی

(۱) اگر درجہ اول و دوم کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود نہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ ترکہ باقی[1] رہے وہ عصبہ ہونیکی وجہ سے بھائی کو مل جاتا ہے (اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہو تو کل مال بھائی کو ملجائیگا)

(۲) اگر حقیقی بھائی دو چار دس پانچ ہوں تو جو کچھ ترکہ ان کو ملا ہے وہ سب اسمیں شریک رہیں گے اور باہم تقسیم کرینگے۔

(۳) اگر میت کی ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں بھی ہوں تو وہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہو کر عصبہ ہو جائینگی اور وہی لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ کا قاعدہ جاری ہوگا (ملاحظہ کرو ذوی الفروض کی فصل نہم و دہم)

(۴) درجہ اول و دوم کے عصبات کے سامنے درجہ سوم کے عصبات یعنی ہر قسم کے بھائی بہن محروم رہتے ہیں۔

---

[1] باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذوی الفروض موجود ہوں اور انکو حصہ دیا جائے اور کچھ مال باقی رہجائے دوسرے یہ کہ کوئی ذوی الفروض زندہ ہی نہو تو کل مال باقی رہ جائے گا۔ فقولہ وان لم یکن من ذات الفروض الخ تصریح لما علم ضمنا ۱۲ منہ

(۵) جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی اور علاتی بہنیں محروم رہینگی؛

عصبہ درجہ سوم نمبر ۲/۱ علاتی بھائی

علاتی بھائی اُسے کہتے ہیں جو صرف باپ میں میت کا شریک ہو ماں دونوں کی جدا ہو چونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی اور دُہری قرابت ہے لہذا یہ اُس سے پیچھے رکھا گیا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ

(۱) جب درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہو اور حقیقی بھائی بھی کوئی نہو تو علاتی بھائی کو وہ تمام ترکہ ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہگیا ہے۔[۵]

(۲) اگر علاتی بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس میں مساوی درجہ کے شریک ہوکر برابر تقسیم کریں گے۔

(۳) اگر میت کی علاتی بہنیں بھی موجود ہوں تو وہ بھی علاتی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائینگی اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملیگا۔

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی محروم رہیگا کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی ہے وہ اس سے مقدم ہے چنانچہ عنقریب بیان اُسکا گذرا۔

(۵) اگر میت کے حقیقی بھائی کوئی نہو لیکن میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہے تو بھی علاتی بھائی (اور بہنیں) محروم رہینگی۔ جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہیگا، حقیقی بہن کو عصبہ ہونیکے سبب سے ملیگا (ملاحظہ ہو حقیقی بہن کی میراث کا حال)

حقیقی بہن اس صورت میں میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہوگئی ہے اور قوی علاقہ اور قرابت رکھتی ہے لہذا علاتی سے مقدم ہے۔

(۶) جب علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے۔ کیونکہ بھائی قریب ہے اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔

فائدہ اخیافی بھائی کا اس میں کہیں ذکر نہیں آویگا کیونکہ وہ عصبات میں شامل نہیں ذوی الفروض میں داخل ہے اور اس کی اولاد بھی عصبہ نہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں شریک ہے؛

عصبہ درجہ سوم نمبر ۳/۱ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی کوئی نہو تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہوگا جو

---

[۵] باقی رہنے کی دو صورتیں گذشتہ حاشیہ میں ملاحظہ کرو۔

ذوی الفروض کے حصے لگا دینے کے بعد باقی رہا ہے۔
(۲) اگر دو چار حقیقی بھتیجے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہو کر حصہ مساوی تقسیم کر لیں گے۔
(۳) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں موجود ہوں تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں ہونگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہنگی (کیونکہ بہنیں صرف بھائی کے ساتھ یا میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ بنجاتی ہیں (ملاحظہ ہو ذوی الفروض میں ہمشیروں کا حال)
(۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو (یا درجہ اوّل و دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو تو بھتیجا بالکل محروم رہجائیگا۔
(۵) بھتیجیاں خواہ حقیقی بھائی کی بیٹیاں ہوں یا علاتی کی یا اخیافی کی عصبات میں داخل نہیں اور نہ ذوی الفروض ہیں۔ بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں داخل ہیں وہاں انکا بیان آئیگا۔
(۶) جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو علاتی بھائی کے بیٹے کو بالکل میراث نہیں پہونچ سکتی۔

عصبہ درجہ سوم نمبر $\frac{4}{12}$ **علاتی بھتیجا** (یعنی علاتی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور علاتی بھائی نہو تو علاتی بھائی کے بیٹے کو وہ سب مال ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہے اور اگر علاتی بھائی کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے خواہ وہ سب بیٹے ایک علاتی بھائی کے ہوں یا کئی علاتی بھائیوں کے بیٹے ہوں۔
(۲) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو علاتی بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں بن جائینگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہنگی (ملاحظہ ہو باب ۴ فصل ۹ و ۱۰)
(۳) اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہیگا۔
(۴) اگر درجہ اول یا درجہ دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو یا میت کا حقیقی بھائی یا علاتی بھائی یا حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہتا ہے۔
(۵) جب تک یہ علاتی بھتیجا موجود ہوگا نہ حقیقی بھائی کے پوتوں کو کچھ ملیگا نہ علاتی بھائی کے

عصبہ درجہ سوم نمبر $\frac{5}{12}$ **حقیقی بھائی کا پوتا** (یعنی بھتیجے کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی بھائی بھتیجا اور علاتی بھائی بھتیجا کوئی نہو تب حقیقی بھائی کا پوتا عصبہ ہونیکی وجہ سے وہ سب مال میراث میں پاتا ہے جو ذوی الفروض کے حصے پورے نکالنے کے بعد باقی رہے۔ اگر حقیقی

بھائی کے چند پوتے ہوں تو سب اُس میں برابر شریک رہیں گے خواہ ایک بھائی کے پوتے ہوں یا کئی بھائیوں کے۔

فائدہ میت کی بہنیں اسکی ساتھ بلا عصبہ ہونگی بدستور ذوی الفروض رہینگی۔

(۲) اگر میت کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو بھائی کا پوتا محروم رہتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب اور مقدم ہیں۔

(۳) جب تک حقیقی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پوتے کو کچھ نہیں مل سکتا اور نہ کسی بھائی کے پڑپوتے کو حق پہونچ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۴ علاتی بھائی کا پوتا

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی اور اس کا بیٹا اور اس کا پوتا اور علاتی بھائی اور بھتیجا موجود نہوں تو علاتی بھائی کے پوتے کو وہ تمام مال و ترکہ ملجائیگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد باقی رہ گیا ہے اگر علاتی بھائی کے چند پوتے ہوں وہ سب اسمیں شریک رہیں گے اور برابر تقسیم کرلیں گے خواہ ایک علاتی بھائی کے پوتے ہوں یا مختلف علاتیوں کے۔

(۲) اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو تو علاتی بھائی کا پوتا محروم رہجائیگا (جیسا کہ خود علاتی بھائی اور علاتی بھائی کا بیٹا میت کی بیٹی اور حقیقی ہمشیرہ کے اکھٹے ہونے کی وجہ سے محروم ہوجاتے تھے (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل ۹- اور عصبہ درجہ سوم نمبر ۲)

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو یہ (علاتی بھائی کا پوتا) محروم رہیگا کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب یا قوی علاقہ رکھنے والے ہیں

(۲) جب تک علاتی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے کسی قسم کے بھائی کے پڑپوتوں کو حق نہیں پہونچ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۵ حقیقی بھائی کا پڑپوتا (یعنی بھتیجے کا پوتا)

(۱) اسکے حالات بالکل حقیقی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علاتی بھائی کے پوتے کے سامنے محروم ہے۔ اور حقیقی بھائی کا پوتا محروم نہیں تھا۔

(۲) جب تک حقیقی بھائی کا پڑپوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پڑپوتے کو کچھ میراث اور حصہ نہیں مل سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۴ علاتی بھائی کا پڑپوتا

(۱) اسکے حالات بالکل علاتی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں فرق بس اتنا ہے کہ علاتی بھائی کا پوتا حقیقی بھائی کے پڑپوتے سے مقدم تھا اور حقیقی بھائی کے پڑپوتے کو محروم کر دیتا تھا یہ خود ہی حقیقی بھائی کے پڑپوتے کے سامنے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی یا علاتی بھائی کا پڑپوتا موجود رہتا ہے کسی بھائی کے سکڑپوتے کو حصہ اور میراث نہیں مل سکتی نہ حقیقی بھائی کے سکڑپوتے کو نہ علاتی بھائی کے اور نہ ان سے نیچے درجہ کے عصبات کو کیونکہ جو قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور پڑپوتا بہ نسبت سکڑپوتوں وغیرہ کے بہت قریب ہے؛ یہاں تک درجہ سوم کے عصبات کی چار پشت تک آٹھ عصبات ختم ہوگئے۔ اسی طرح حقیقی اور علاتی بھائیوں کے لکڑپوتے اور دھکڑپوتے جہاں تک نکالتے چلے جائیں سب درجہ سوم ہی کے عصبات میں داخل رہیں گے اور جب تک انہیں سے کوئی موجود ہوگا درجہ چہارم کے عصبات کو ہرگز میراث نہ ملیگی۔

یاد دہانی۔ یہ بات پہلے عرض کردی گئی تھی کہ کسی شخص کے موجود ہونیکا جبھی اعتبار ہے کہ وہ شرعاً وارث سمجھا گیا ہو اور قتل و کفر و غلامی وغیرہ کی وجہ سے محروم الارث نہ سمجھا گیا ہو پس اگر اوپر کے قریب درجہ میں کوئی کافر یا قاتل عصبہ موجود ہے تو نیچے والا عصبہ محروم نہ رہیگا کیونکہ قریب درجہ والا جب شرعاً میراث سے محروم ہوگیا تو یوں سمجھو کہ وہ گویا بالکل موجود ہی نہیں ؛

فصل ۴۔ درجہ چہارم کے عصبات (چچا۔ چچا کا بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ باپ کا چچا۔ اُس کے بیٹے۔ پوتے دادا کا چچا اُس کے بیٹے پوتے وغیرہ)

جب درجہ اول و دوم و سوم کے عصبات میں سے کوئی ایک متنفس بھی موجود نہو تب درجہ چہارم والے عصبات وارث ہوتے ہیں یہ ایسے بے ضرر وارث ہیں[۱] کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفروض کے حصے کو خدائے تعالیٰ نے کم نہیں کیا البتہ اگر ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہجائے اور اول دوم سوم درجہ کے عصبوں میں سے کوئی موجود بھی نہ ہو تو ان درجہ چہارم کے عصبات میں سے جو شخص میت سے زیادہ قریب علاقہ رکھتا ہوگا وہ اُس باقی ماندہ مال کو لے گا۔ اور اگر دو چار عصبات بالکل برابر رتبہ رکھتے ہوں یعنی میت سے سب کا علاقہ یکساں اور مساوی ہو تو اس مال میں وہ باہم شریک رہیں گے اور تقسیم کرلیں گے۔ اَب درجہ چہارم کے عصبات کی تفصیل

[۱] اس وصف میں درجہ سوم والے بھی شریک ہیں ۱۲

لکھی جاتی ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر اول [۱۷] حقیقی چچا (یعنی باپ کا حقیقی بھائی خواہ باپ سے بڑا ہو یا چھوٹا) [۱]

(۱) جب کسی میت کے تین درجہ کے عصبات میں کوئی موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ چچا کو ملجائیگا۔ اگر دو چار چچا ہوں تو سب [۲] باقی ماندہ ترکہ میں شریک ہوں گے اور باہم تقسیم کرلیں گے۔

ف اگر چچا کے ساتھ چچا کی بہن یعنی میت کی پھوپھی بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہوگی بلکہ محروم رہیگی کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہے اور ذوی الارحام کو اُس وقت ملتا ہے کہ کوئی عصبہ موجود نہو یہاں چونکہ چچا عصبہ موجود ہے لہذا پھوپھی بھی محروم ہوگی۔

ف۲ چچا کی زوجہ (یعنی چچی) کو میراث نہیں ملتی کیونکہ اُس سے نسبی علاقہ نہیں ہے البتہ اگر چچی کسی دوسرے رشتہ اور قرابت سے کبھی وارث ہوجائے تو حصہ پاسکتی ہے مثلاً ایک عورت میت کی چچی بھی ہے اور والدہ بھی ہے تو وہ والدہ ہونیکے علاقہ سے میراث پائیگی اس بحث کو ہم نے تیسرے باب کی چوتھی فصل کے قاعدہ چہارم میں بخوبی لکھدیا ہے ؛

(۲) جب تک حقیقی چچا موجود ہوتا ہے علاتی چچا کو میراث نہیں مل سکتی ؛

عصبۂ درجہ چہارم نمبر دوم [۱۸] علاتی چچا (یعنی باپ کا علاتی بھائی)

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے سامنے یہ محروم رہتا ہے۔

(۲) جب تک علاتی چچا موجود ہوتا ہے نہ حقیقی چچا کے بیٹے کو حصہ مل سکتا ہے۔ نہ علاتی کے بیٹے کو

عصبہ درجہ چہارم نمبر سوم [۱۹] حقیقی چچا کا بیٹا

(۱) اگر درجہ اول و دوم و سوم کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہو اور حقیقی و علاتی چچا بھی موجود نہوں تو باپ کے حقیقی بھائی کا بیٹا وارث ہوگا اور وہ تمام مال و اسباب جو میت کے ذوی الفروض

---

[۱] عرف میں باپ کے چھوٹے بھائی کو چچا کہتے ہیں بڑے بھائی کو بعض جگہ بڑے ابا اور بڑا باپ کہتے ہیں اور نواح سہارنپور میں تا یا کہتے ہیں لیکن یہاں چچا سے مراد ہے باپ کا بھائی۔ بڑا چھوٹا ہونیکی وجہ سے عصبہ اور وارث ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور دونوں کو عربی میں عم کہتے ہیں ۱۲ [۲] ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہے یا کوئی ذوی الفروض نہو تو کل مال باقی رہے ۱۲ [۳] درجہ چہارم سے شمار کریں تو یہ نمبر دوم رہے اور اگر ابتدا سے عصبات مذکورہ کو شمار کریں تو یہ اٹھارہ نمبر ہے اسی لحاظ سے آئندہ بھی جا بجا دو نمبر لکھے گئے ہیں پہلے بھی یہ بات جتلادی گئی ہے ۱۲

کو دینے کے بعد باقی رہا ہے اسکو پہونچے گا اگر چچا کے دو چچا جیتے ... تو وہ سب اس مال میں شریک ہونگے خواہ ایک حقیقی چچا کے بیٹے ہوں یا مختلف چچاؤں کے۔

(۲) چچا کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ محروم رہتی ہیں کیونکہ ذوی الارحام درجہ چہارم کی قسم دوم میں داخل ہیں۔

(۳) جب حقیقی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۴
علاتی چچا کا بیٹا

(۱) اس کا حال حقیقی چچا کے بیٹے کے مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے بیٹے کے سامنے یہ علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۲) جس وقت علاتی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے چچا کے پوتوں کو میراث نہیں مل سکتی خواہ وہ حقیقی چچا کے پوتے ہوں یا علاتی چچا کے پوتے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۵
حقیقی چچا کا پوتا

(۱) جبکہ عصبات درجہ اول و دوم و سوم میں سے کوئی موجود نہو اور میت کا نہ کوئی حقیقی چچا ہو نہ اُسکا بیٹا۔ نہ علاتی چچا ہو نہ اُسکا بیٹا اس وقت حقیقی چچا کا پوتا اس مال کا وارث ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے لگا دینے کے بعد باقی رہے۔ اگر چچا کے پوتے ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اس مال کو باہم برابر تقسیم کرلیں خواہ ایک باپ کی اولاد ہوں یا کئی باپوں کی۔

مثال ۱ - زید کا چچا زاہد اور زاہد کا بیٹا ناظم یہ دونوں مرگئے لیکن ناظم کے بیٹے زید کی وفات کے وقت موجود ہیں تو یہ سب عصبہ ہونگے اور ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال کو باہم برابر تقسیم کرلینگے۔

دوم - زید کا چچا عمر ہے اُس کے دو بیٹے ہیں ولید اور خالد۔ ولید کے بھی بیٹے ہیں اور خالد کے بھی اب اگر زید کا انتقال ہوا اور اس کے سامنے عمر و ولید خالد سب مرگئے ہوں تو زید کے چچا کے پوتے یعنی ولید و خالد کے سب بیٹے اس کے وارث ہونگے حالانکہ سب ایک باپ سے نہیں ہیں بلکہ کچھ خالد کی اولاد ہیں کچھ ولید کی۔

(۲) جب تک حقیقی چچا کا پوتا موجود ہوگا علاتی چچا کے پوتے کو میراث نہیں ملے گی۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۶
علاتی چچا کا پوتا

---

[۱] اگر ذوی الفروض نہوں تو کل مال ۱۲ [۲] ہمنے جابجا اختصار کیلئے علاتی چچا کہدیا ہے مطلب یہ ہے کہ باپ کا علاتی بھائی ۱۲

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پوتے کے مانند ہے فرق یہ ہے کہ حقیقی چچا کے پوتے کے سامنے یہ محروم رہتا ہے وہ اس سے مقدم ہے کیونکہ اس کے دادا کو میت کے باپ سے علاقہ قومی اور رشتہ مضبوط حاصل ہے۔

(۲) جب تک یہ علاتی چچا کا پوتا موجود ہوگا سگے چچا کے پڑپوتے کو کچھ نہ ملیگا کیونکہ پوتے کا درجہ قریب ہے پڑپوتا اس سے نیچے ہے لہذا پوتے کے سامنے محروم رہیگا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۳ حقیقی چچا کا پڑپوتا

(۱) جب حقیقی اور علاتی چچا اور ان کے بیٹے پوتے موجود نہوں تو حقیقی چچا کا پڑپوتا وارث ہوتا ہے

(۲) جب ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتا ہے۔

(۳) جب تک یہ موجود رہتا ہے علاتی چچا کے پڑپوتے کو حق نہیں پہونچتا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۴ علاتی چچا کا پڑپوتا

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پڑپوتے کے مانند ہے فرق اسقدر ہے کہ یہ اس کے سامنے محروم رہتا ہے۔

(۲) جب تک چچا کے پڑپوتے موجود ہوں سکڑپوتوں کو کچھ نہیں ملسکتا خواہ حقیقی چچا کے ہوں یا علاتی کے اسی طرح دس بیس پشت بلکہ زیادہ تک بیٹے پوتے نکلتے چلے جاتے ہیں اور قریب کے سامنے بعید محروم رہتے ہیں لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان کرکے چھوڑ دیا۔

جب حقیقی اور علاتی چچا بھی نہوں اور ان کے بیٹے پوتے بھی کسی درجہ میں موجود نہوں تو اب پڑدادا کی اولاد کے عصبوں کے وارث ہونیکا وقت آتا ہے یعنی باپ کے حقیقی اور علاتی چچا اور پھر انکی اولاد وارث ہوتی ہے۔ یہ سب بھی جہاں تک نکلتے چلے جائینگے درجہ چہارم ہی میں شمار ہوں گے۔ انمیں سے ہم بلا ضرورت چار پشت تک مجملاً ذکر کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۵ و ۲۶ (۱۰۹ و ۱۱۰) باپ کا حقیقی و علاتی چچا

(یعنی دادا کا حقیقی بھائی اور علاتی بھائی)

(۱) جب مذکورہ سابقہ وارث جو ان سے مقدم اور قریب ہیں موجود نہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کے سامنے علاتی چچا محروم رہیگا۔

(۲) جب ان سے پہلا کوئی وارث موجود ہوگا تو یہ محروم ہونگے اور جب ان میں سے کوئی موجود ہوگا،

تو ان سے نیچے درجے والے محروم رہینگے۔

عصبہ درجۂ چہارم نمبر ۴۲۷ و ۴۲۸ میت کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا

(۱) جب ان سے اوپر والے موجود نہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہے اُسکے سامنے علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۲) اگر باپ کا حقیقی یا علاتی چچا موجود رہیگا تو یہ محروم رہینگے۔

عصبہ درجۂ چہارم نمبر ۴۲۹ و ۴۳۰ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاتی چچا کا پوتا۔

جب اوپر والے موجود نہوں تو یہ عصبہ ہوکر ذوی الفروض سے باقی ماندہ سب مال لینگے انمیں بھی باہم وہی پہلا فرق ہے کہ حقیقی کے سامنے علاتی محروم ہے۔ ۱؎

اسیطرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑپوتے اور انکے بیٹے اور پوتوں کا سلسلہ چلیگا لیکن ہمنے اسلیے چھوڑ دیا کہ خواہ مخواہ ذہن سامعین پریشان ہوگا۔

اگر باپ کے چچا اور انکی اولاد کا بھی وجود نہ رہے تو دادا کے چچا اور انکی اولاد کو حقِ میراث پہونچتا ہے اور دور تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور جہاں تک نکلتے ہیں سب درجۂ چہارم ہی کے عصبات کہلاتے ہیں لیکن جو لوگ میت سے علاقہ قریب رکھتے ہیں وہ مقدم ہیں اُن کے سامنے بعید علاقہ والے محروم ہوتے ہیں یعنی جو لوگ میت کی اول پشت میں شریک ہیں اُنکے سامنے دوسری پیڑھی کے شریک محروم رہینگے مثلاً جو لوگ دادا میں شریک ہیں وہ چچا ہیں اور انکی اولاد یہ چونکہ قریب ہیں لہذا ان سب کے سامنے باپ کے چچا اور ان کی اولاد محروم رہیں گے کیونکہ وہ پردادا میں شریک ہیں۔ اسیطرح اگر کوئی دسویں بیسویں ہزارویں پشت میں بھی شریک ہوگا وہ عصبہ ہوگا لیکن اگر کوئی اس سے قریب کی پشت میں شریک موجود ہوگا تو بعید والا محروم ہوگا۔

یہ بات جابجا مکرر سہ کرر اس قدر وضاحت سے بیان کردی گئی ہے کہ معمولی سمجھ کے آدمی کو بھی شبہہ نہیں رہ سکتا کہ جب تک اوپر کے درجہ والے موجود ہوں گے نیچے والے محروم رہیں گے اور پھر ہر درجہ میں جو اول نمبر ہے اسکے سامنے دوم نمبر کا عصبہ محروم رہیگا اور اسیطرح تیسرے کے سامنے چوتھا اور پانچواں وغیرہ چنانچہ ہر ایک عصبہ کے حال میں اس کی تشریح کردی گئی ہے لیکن چونکہ عصبات کا بیان بوجہ نہایت تفصیل اور تکرار عبارت کے بہت طویل ہوگیا ہے جس کا ذہن میں حاضر کرنا دشوار ہے لہذا

۱؎ پڑپوتوں کا حال یہاں خلاف عادت اختصار کے لئے چھوڑ دیا مگر نقشہ میں لکھا گیا۔ ۱۲

ایک فہرست مختصر اور واضح چار پشت تک لکھی جاتی ہے جس سے بہت آسانی سے معلوم ہو جائیگا کہ کون مقدم ہے اور کس کے سامنے کون عصبہ محروم رہتا ہے اگر نقشے کے کسی نمبر کے سمجھنے میں دقت ہو تو اُسی نمبر کے عصبہ کا حال مفصل بیان میں ملاحظہ کر لیجئے شک جاتا رہیگا واللہ ولی التوفیق ولہ الحمد والنعمۃ ؛

نقشہ نمبر ۳ فہرست عصبات بنفسہ ترتیب وار تا چہار پشت بہ قید درجہ و نمبر سلسلہ مع کیفیت مختصر

بیان	نمبر جزء	نمبر سلسلہ	نام رشتہ عصبہ کا	حالت و کیفیت
جزء اول	۱	۱	میت کا بیٹا	یہ تمام عصبوں سے مقدم ہے خود کبھی محروم نہیں ہوتا ہے اس کے سامنے باقی ۳۲ نمبر تک تمام عصبات محروم رہتے ہیں میت کی بیٹیاں اسکے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔
	۲	۲	میت کا پوتا	نیچے کے سب نمبر اس کے سامنے محروم ہیں نمبر اول کے سامنے یہ خود محروم رہتا ہے۔
	۳	۳	میت کا پڑپوتا	نمبر اول و دوم کے سامنے خود محروم نیچے کے نمبر اسکے سامنے سب محروم
	۴	۴	میت کا سکڑپوتا	نیچے والے اسکے سامنے محروم اوپر والونکے سامنے خود محروم
جزء دوم	۱	۵	میت کا باپ	اوپر والوں کے سامنے عصبہ ہونیکی وجہ سے کچھ نہ پائیگا البتہ ذوی الفروض ہونیکی وجہ سے چھٹا حصہ مقررہ ملیگا۔
	۲	۶	میت کا دادا	اپنے سے پہلے نمبروں کے سامنے محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم۔
	۳	۷	میت کا پڑدادا	ایضاً

حالت وکیفیت وغیرہ	نام رشتہ عصبہ کا	نمبر مسلسل	نمبر درجہ	درجہ
ایضاً	میت کا سکڑ دادا	۸	۴	درجہ دوم
بہن موجود ہو تو اسکے ساتھ عصبہ ہوجائیگی۔	میت کا حقیقی بھائی	۹	۱	
اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہو تو یہ محروم ہے علاتی بہن اسکے ساتھ عصبہ ہوگی۔	میت کا علاتی بھائی	۱۰	۲	
اوپر والونکے سامنے خود محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم	حقیقی بھائی کا بیٹا	۱۱	۳	درجہ سوم
"	علاتی بھائی کا بیٹا	۱۲	۴	
"	حقیقی بھائی کا پوتا	۱۳	۵	
"	علاتی بھائی کا پوتا	۱۴	۶	
"	حقیقی بھائی کا پڑپوتا	۱۵	۷	
"	علاتی بھائی کا پڑپوتا	۱۶	۸	
"	حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی	۱۷	۱	درجہ چہارم
"	باپ کا علاتی بھائی	۱۸	۲	
"	حقیقی چچا کا بیٹا	۱۹	۳	
"	علاتی چچا کا بیٹا	۲۰	۴	
"	حقیقی چچا کا پوتا	۲۱	۵	
"	علاتی چچا کا پوتا	۲۲	۶	
"	حقیقی چچا کا پڑپوتا	۲۳	۷	
"	علاتی چچا کا پڑپوتا	۲۴	۸	
"	باپ کا حقیقی چچا	۲۵	۹	
"	باپ کا علاتی چچا	۲۶	۱۰	

چھٹا باب ذوی الارحام [illegible]

یہ بحث نہایت دشوار اور علماء [illegible] اسلیے
کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ کوئی [illegible] عصبہ [illegible] سگے یا
پشت کا شریک اگر موجود [illegible] ہے جیسے چچا [illegible] میں بھی
کوئی شریک ہی نہو دیکھو جتنے سید ہیں سب آنحضرت علی رضی اللہ عنہ پر جاکر [illegible] اولاد
ہیں اسیطرح جتنے صدیقی شیخ ہیں سب کا سلسلہ نسب [illegible] فاروقی تیون
کا عمر رضی اللہ عنہ پر لیکن چونکہ یہ معلوم [illegible] دشوار ہے کہ کونسا شخص [illegible] پشت میں شریک ہے
اسلیے خیال کیا جاتا ہے کہ عصبہ کوئی موجود نہیں [illegible] تو ذوی الارحام وارث ہوتے
ہیں۔ ان وجوہ سے مناسب تو یہی تھا کہ ذوی الارحام کے بیان کو بالکل چھوڑ دیتے لیکن چونکہ
وارثوں کی اقسام میں بندہ نے انکا ذکر کر دیا تھا اور فرائض میں یہ [illegible] مستقل [illegible] ہے اسلیے
اس کا ذکر بالکل چھوڑنا گوارا نہوا۔ پھر باوجود ارادہ اختصار کے یہ بیان بہت طویل ہو گیا ہے۔
باب چہارم کے مقدمہ میں وارثوں کی اقسام میں تفصیل سے بتلایا تھا کہ ذوی الارحام وہ وارث ہیں
کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہوں اور عصبہ بھی کوئی نہو [illegible] اگر عصبہ موجود
ہے تو ذوی الفروض سے بچا ہوا وہ لیگا اور اگر عصبہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی
رہیگا وہ دوبارہ حصہ رسد انھیں پر تقسیم کر دیا جائیگا (ملاحظہ ہو باب [illegible] فصل سوم) [illegible] جب ذوی
الفروض و عصبہ کوئی نہو تو ذوی الارحام کے وارث ہونیکا نمبر آتا ہے۔ مگر دو ذوی الفروض ایسے
مہربان ہیں کہ انکی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ پہونچ سکتا ہے وہ زوجہ اور شوہر ہیں
یعنی اگر کسی میت کے صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہو
تو اسکی وجہ سے ذوی الارحام محروم نہونگے بلکہ اسکو چوتھا حصہ دیکر باقی مال ذوی الارحام کو دیا
جائیگا علی ہذا القیاس اگر صرف شوہر موجود ہو تو وہ ذوی الارحام کے حصہ پر [illegible] اثر انداز نہوگا بلکہ

[1] تفہیم عوام کے لیے تعریف میں تسامح کیا گیا نیز اسلیے کہ مغائرت خود معلوم ہو رہی ہے ۱۲۔

نصف اپنا حق لیکر باقی ذوی الارحام کے لیے چھوڑ دیگا۔

غرض عصبات تو سب ایسے ہیں کہ ذوی الارحام اُنکے سامنے حصہ او ر میراث نہیں پاسکتے اور منجملہ بارہ ذوی الفروض کے دس ذوی الفروض بھی ایسے ہیں کہ اگر انمیں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگا تو ذوی الارحام کا کچھ حق ہوگا اور دو ایسے ہیں کہ انکی موجودگی میں بھی ذوی الارحام میراث پاسکتے ہین

قاعدہ اول عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں اور جبتک اول درجے والے موجود ہوتے ہیں دوم درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی اسیطرح دوم درجہ والونکی موجودگی میں سوم درجے والے محروم رہتے ہیں اور سوم درجے والوں کے سامنے درجہ چہارم کو کچھ حصہ نہیں ملتا بلکہ سب تینوں درجوں کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تب چوتھے درجے والوں کو ترکہ پہونچتا ہے۔ وہ چار درجے یہ ہیں جنکو ہم تیسرے قاعدے کے بعد علحدہ علحدہ فصلوں میں بیان کرینگے۔

درجہ اول۔ خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہیں[لہ]

درجہ دوم۔ میت کے اصول جو ذوی الفروض و عصبات نہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

درجہ سوم۔ میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض و عصبہ نہیں جیسے بھانجا۔ بھانجی۔ بھتیجی

درجہ چہارم۔ دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے پھوپھی۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیافی چچا وغیرہ۔

(قاعدہ ۲) ذوی الفروض میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا تھا وہ مستحق ہوتا تھا اور جو اُس سے بعید ہوتے وہ سب محروم رہتے۔ یہاں ذوی الارحام میں یہ قاعدہ بھی جاری ہے اور ایک اور قاعدہ بھی ملحوظ رہتا ہے جو اب بیان ہوتا ہے۔

(قاعدہ ۳) جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اُس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اسکو میراث نہ ملتی۔

مثال عبدالرحیم کا انتقال ہوا۔ اُسنے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے اب اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو پہونچے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے اسلیے کہ اگر عبدالرحیم کے انتقال کے وقت پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی تو پوتی کو میراث ملتی نواسی محروم رہتی اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہی۔

[لہ] جیسے نواسہ نواسی وغیرہ ۱۲ [لہ] اخیافی بھائی کا بیٹا بیٹی وغیرہ ۱۲

فصل اوّل۔ ذوی الارحام کا پہلا درجہ

ذوی الارحام نمبر اوّل۔ نواسہ۔ نواسی

ذوی الارحام میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کے وارث ہیں ان کے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہیں ہو سکتا جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لیگا اور اگر دو چار ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملیگا جیسا کہ عصبات میں حال ہوتا ہے۔

تنبیہ یہ جو کہا گیا کہ جب ذوی الفروض نہوں تو ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے اس سے وہی دس ذوی الفروض مراد ہیں کیونکہ زوجہ اور شوہر کی موجودگی میں تو ذوی الارحام کو حصہ ملجاتا ہے جس کا بیان عنقریب مفصل گذرچکا ہے۔ اسیطرح ذوی الارحام کی تمام بحث میں جس جگہ یہ بتلایا جاویگا کہ جب عصبہ اور ذوی الفروض نہوں تو فلاں شخص کو میراث ملے گی وہاں بھی صرف دس ذوی الفروض سمجھنا چاہیئے کیونکہ گیارھویں اور بارھویں ذوی الفروض یعنی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے ذوی الارحام کی میراث میں نقصان نہیں آتا۔

ذوی الارحام نمبر دوم۔ پوتی کی اولاد یعنی بیٹے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ سب نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ میت سے قریب ہے یہ بعید ہیں۔ اگر نمبر اول نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر کئی مرد یا کئی عورتیں ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں اور اگر مرد و عورت دونوں ملے ہوئے ہوں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔

(۳) ان کے سامنے ذوی الارحام نمبر سوم[1] محروم رہیں گے کیونکہ پشت اور علاقہ کے اعتبار سے اگرچہ یہ نمبر سوم کے برابر اور مساوی ہیں لیکن چونکہ یہ پوتی کی اولاد ہیں اسلیئے نواسہ نواسی کی اولاد انکے سامنے محروم رہے گی جس طرح پوتی کے سامنے نواسا نواسی محروم رہتے ہیں کیونکہ پوتی ذوی الفروض ہے اور نواسی ذوی الارحام۔

ذوی الارحام نمبر سوم میت کے نواسا نواسی کی اولاد (بیٹا بیٹی)

[1] جواب مذکور ہوں گے ۱۲

(۱) یہ نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں اسلیے کہ وہ ان سے زیادہ قریب ہے اور نمبر دوم کے سامنے بھی محروم رہتے ہیں (حالانکہ نمبر دوم انسے قریب نہیں بلکہ برابر کا رشتہ ہے) اسلیے کہ نمبر دوم وارث کی اولاد ہیں یعنی پوتی کی اور یہ نمبر سوم نواسہ نواسی کی اولاد ہیں جو وارث نہیں ہوتے یعنی پوتی کے سامنے محروم رہا کرتے ہیں اسلیے انکی اولاد بھی پوتی کی اولاد کے سامنے محروم رہی۔

(۲) اگر انمیں سے کوئی تنہا ہو تو تمام مال کا مالک ہو جائیگا اور اگر کئی آدمی ہوں تو باہم شریک ہو جائیں گے۔

(۳) شریک ہونیکی صورت میں اگر سب اولاد نواسیوں کی ہے (خواہ ایک نواسی کی اولاد ہو یا کئی نواسیوں کی اولاد ہو) تو باہم تقسیم کرنیمیں بلا تکلف مرد کو دوہرا حصہ ملیگا اور عورت کو اکہرا۔ اسیطرح اگر سب موجودہ لوگ نواسوں کی اولاد ہیں (خواہ ایک نواسے کی اولاد ہوں یا کئی نواسوں کی ہوں) تو بھی باہم تقسیم کرنے میں بسہولت لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کا لحاظ رہیگا یعنی مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

(۴) اگر کچھ اولاد نواسوں کی ہو اور کچھ نواسیوں کی تو دونوں طرف کے مرد و عورت کا کچھ لحاظ نہو گا بلکہ کل مال متروکہ کے تین حصے کرکے دو حصے نواسے کی اولاد کو دیے جائینگے وہ باہم لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم کرلیں گے اور ایک حصہ نواسی کی تمام اولاد کو دیا جائیگا اُس تہائی میں نواسی کی سب اولاد باہم شریک رہینگی مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔

شرح یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ سب موجودہ اور زندہ وارثوں کو دیکھکر مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ دیدیں بلکہ اُن اصل ذوی الارحام کا لحاظ کیا ہے جنکی یہ اولاد ہیں۔ نواسہ سب سے پہلا اور سب سے اوپر کا ذوی الارحام ہے وہ چونکہ مرد ہے لہذا اُسکی اولاد کو دو تہائی دیدینگے (پھر وہ اسکو باہم لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم کرلیں گے) اور نواسی چونکہ سب سے اوپر کی ذوی الارحام عورت ہے اسکی سب اولاد کو ایک تہائی ملیگا (پھر وہ اسکو باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلیں گے مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا) لیکن یہ بات صرف اسی وقت ہے جبکہ نواسے کی اولاد بھی موجود ہو اور نواسی کی بھی۔ ورنہ اگر صرف نواسے کی اولاد وارث ہے یا صرف نواسی کی اولاد ہے تو ان میں بلا تکلف خود موجودہ وارثوں کو دیکھکر مرد کو دوہرا دیدیں گے عورت کو اکہرا۔ چنانچہ ابھی قاعدہ نمبر ۳ میں چند سطر پہلے گذر چکا ہے۔

ذوی الارحام نمبر چہارم پوتے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ نمبر ۳ کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ انسے ایک پشت مقدم اور قریب ہیں۔

(۲) جب نمبر سوم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہو تو یہ سب مال کے مستحق ہوتے ہیں پس اگر ایک ہی شخص ہے تو وہی مالک ہوجائیگا اور اگر کئی آدمی ہوں تو شریک رہینگے۔

(۳) مرد کو دُہرا حصہ ملیگا عورت کو اکہرا یعنی خود موجودہ وارثوں کے مرد عورت ہونیکے لحاظ سے حصہ دیا جائیگا

(۴) نمبر پنجم کے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام نمبر پنجم[لف] الف میت کی پوتی کے پوتا پوتی نمبر پنجم ب[ثہ] میت کی پوتی کے نواسا نواسی

(۱) جب نمبر چہارم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر انمیں سے صرف ایک شخص موجود ہے تو کل مال اسی کو ملیگا اگر چند آدمی ہیں تو شریک رہینگے سب مرد ہیں تو برابر ورنہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ

(۳) چند آدمی اگر صرف نمبر ۵۔ الف کی طرف کے ہیں تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے اسیطرح اگر نمبر ۵ ب کی طرف کے لوگ موجود ہیں الف کی طرف کا کوئی بھی نہیں تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے۔

(۴) اگر نمبر الف کی طرف کے وارث بھی موجود ہیں اور نمبر ب کی طرف کے بھی ہیں یعنی دونوں طرف کے وارث ملے ہوئے موجود ہیں تو کل مال میں سے نمبر الف والوں کو دو تہائی دیا جائے اور نمبر ب والوں کو ایک تہائی۔ اور نمبر الف والے اپنے دو تہائی کو باہم لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم کرلینگے اور نمبر ب والے اپنے ایک تہائی کو اسی قاعدہ سے باہم بانٹ لینگے۔ الف والوں کو دوچند حصہ ملنے کی وجہ ذوی الارحام نمبر سوم کے بیان میں چوتھے قاعدہ کی شرح میں گذر چکی ہے کہ جب دونوں قسم کے وارث موجود ہوں تو اوپر والے اصل وارث ذوی الارحام کا اعتبار ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ الف نمبر ۵ والے پوتی کے بیٹے کی اولاد ہیں اسلیئے اُنکو دُہرا ملیگا اور ب نمبر ۵ چونکہ پوتی کی بیٹی کی اولاد ہیں انکو اکہرا پہونچیگا۔

(۶) یہ وارث یعنی پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی وغیرہ سے مقدم رہے جنکا ذکر اب نمبر ۶ میں

لف یعنی نمبر اول والے مذکر کی اولاد اور نمبر ب والے مؤنث کی اولاد ۱۲ ثہ اس تمام بیان میں نمبر ۵ سے مراد ذوی الارحام کے درجۂ اول کا نمبر ۵ ہے جس کا یہ ذکر ہورہا ہے۔ ۱۲

ہوگا اسلیے کہ اُنکے سب سے اوپر کے درجے میں وارث نواسہ نواسی ہیں اور اس نمبر ۵ کے وارثوں میں سب سے اوپر والی وارث پوتی ہے چونکہ پوتی کے سامنے نواسہ نواسی محروم رہا کرتے ہیں اسلیے ان کے نیچے کے درجوں کی اولاد میں بھی یہ ہی قاعدہ جاری رہا۔

ذوی الارحام نمبر ۶ ۔ الف ۔ نواسہ کے پوتا پوتی ۔ نواسہ کے نواسا نواسی

ذوی الارحام نمبر ۶ ب نواسی کے پوتا پوتی ۔ نواسی کے نواسا نواسی

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی وارث موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر انمیں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال کا وہی وارث ہوجائیگا۔

(۳) اگر الف والوں میں صرف نمبر اول موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔ اسیطرح اگر الف نمبر دوم موجود ہیں الف نمبر اول کا کوئی نہیں تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جائیگا۔

(۴) اگر ب والوں میں صرف نمبر اول کے چند آدمی موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔ اسیطرح اگر ب نمبر دوم موجود ہیں ب نمبر اول کوئی نہیں تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جائیگا

(۵) اگر الف کی طرف کے بھی بعض وارث موجود ہیں اور ب کی طرف کے بعض لوگ زندہ ہیں تو پھر یہاں وہی صورت آجائیگی کہ اصل کا اعتبار ہوگا پس الف کی طرف کے جو وارث موجود ہیں اُنکو دہرا حصہ ملیگا کیونکہ وہ نواسے کی اولاد ہیں جو مرد تھا اور ب کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہوں اُن سب کو کل مال میں سے ایک تہائی ملیگا۔ اب الف والے اپنے دو تہائی کو لیکر اور ب والے اپنے ایک تہائی کو لیکر باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلینگے یعنی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ دینگے۔

مثال مسئلہ (۴۵)

نواسی کی پوتی	نواسی کا پوتا	نمبر ۶ ب	نواسے کی پوتی	نواسے کا پوتا	نواسے کا پوتا (نمبر ۶ الف)
۵	۱۰	۱۵	۶	۱۲	۱۲

(ب: ۱۵ — الف: ۳۰)

یہاں نمبر ۶ الف اور نمبر ۶ ب کی طرف کے وارث ملے ہوئے ہیں اگر خود ان سب کے مرد عورت ہونیکا اعتبار کرتے تو آٹھ سہام کرکے ایک ایک حصہ دونوں عورتوں کو دیدیتے اور دو دو حصے تین مردوں کو لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ کل مال میں سے دو تہائی نواسے کی اولاد کو دیا (یعنی ۴۵ میں سے ۳۰ سہام) اور ایک تہائی نواسی کی اولاد کو دیا (یعنی ۴۵ میں سے ۱۵) پھر الف والوں کو جو دو تہائی ملا تھا اُسمیں سے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا (یعنی مردونکو ۱۲ عورت کو ۶) اور ب والونکو جو ایک تہائی دیا گیا تھا اسمیں سے مرد کو دو چند حصہ دیا (مرد کو ۱۰ عورت کو ۵)

یہانتک ذوی الارحام کے پہلے درجہ میں نواسہ نواسیوں کے پوتا پوتی اور اُنکے نواسہ نواسی اور پوتے اور پوتیوں کے نواسوں اور پوتیوں تک بیان ہوچکا۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چل سکتا ہے یعنی نواسہ نواسی کے پوتا پوتی کی اولاد اور پھر انکی اولاد اور پھر اُنکی اولاد در اولاد اسیطرح پوتا پوتیوں کے نواسا نواسیوں کی اولاد در اولاد۔ مگر چونکہ اس قدر دُور کے ذوی الارحام عموماً کسی کے موجود نہیں ہوتے اسلیئے ہم اس سے زیادہ تفصیل لکھکر ذہن ناظرین کو پریشان نہیں کرتے (اس قدر بھی شاید بہت سے حضرات نہیں سمجھ سکیں گے) اور درجۂ اول کے ذوی الارحام کا ایک مفید شجرہ لکھکر اس درجہ کے بیان کو ختم کرتے ہیں۔

شجرہ ملاحظہ کرنیسے بھی آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ پشت اول میں کوئی ذوی الارحام نہیں دوسری پشت میں نواسہ نواسی ہیں جو سب سے اول نمبر کے ذوی الارحام ہیں اور ہم نے نمبر اول میں انکو بیان کیا ہے تیسری پشت میں دو ذوی الارحام پوتی کی اولاد میں اور چار ذوی الارحام نواسہ نواسی کی اولاد میں اور چوتھی پشت میں چھ ذوی الارحام بیٹے کی اولاد میں ہیں اور آٹھ بیٹی کی اولاد میں ہیں۔

فصل ۲۔ ذوی الارحام کا دوسرا درجہ

نانا نانی فاسدہ۔ دادا فاسدہ۔ دادی فاسدہ

جب درجۂ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود نہو (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی نہوں) تو درجۂ دوم کے ذوی الارحام تک میراث پہونچے گی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے ذوی الفروض میں بیان کیا تھا کہ ایسا دادا جسکے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے وہ ذوی الفروض میں سے ہے جیسے باپ کا باپ۔ دادا کا باپ اُس کا باپ اسیطرح اوپر تک۔ اور جس کے رشتہ میں عورت کا واسطہ آجائے وہ ذوی الارحام میں داخل ہے جیسے باپ کی ماں کا باپ (یعنی دادی کا باپ) یا دادی کا نانا و دادا وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل دوم دادا کا حال) اب یہاں حسب وعدہ اُنھیں دادوں کا بیان آگیا جنمیں عورت کا واسطہ ہے اور ان کو جدّ فاسد کہتے ہیں اور ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

دادی و نانی کے بیان میں ہمنے کہا تھا کہ نانیاں دادیاں دو قسم کی ہیں صحیحہ اور فاسدہ صحیحہ کو

نقشہ نمبر یعنی شجرہ ذوی الارحام درجۂ اول تا چہار پشت متعلقہ فصل اول باب ششم مفید الوارثین
زید مورث
ف علامت ذوی الفروض کی
ع علامت عصبہ کی
ذ علامت ذوی الارحام کی
پشت اول
پشت دوم
پشت سوم
پشت چہارم
بیٹا
عصبہ
بیٹی
ذوی الفروض
پوتا
پوتی
نواسہ
نواسی
ذوی الارحام
پڑپوتا
پڑپوتی
پوتے کا پوتا
پوتے کی پوتی
قاعدہ اول بیٹے کا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا سب عصبات ہیں
قاعدہ دوم بیٹی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث
قاعدہ سوم پوتی کی مذکر و مؤنث اولاد سب ذوی الارحام ہیں
قاعدہ چہارم علی ہذا القیاس پڑپوتی کی اولاد سب ذوی الارحام ہیں
یہ علامت عصبے کی ہے
یہ علامت ذوی الفروض کی ہے
یہ علامت ذوی الارحام کی ہے

ذوی الفروض میں بخوبی سمجھا دیا تھا اور فاسدہ کو ذوی الارحام میں ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب وفا کیا جاتا ہے۔

پس ایسے ذوی الارحام جنکے ذکر کا وعدہ ہو چکا ہے تین ہوئے۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ۔ نانی فاسدہ۔ لیکن اس درجہ کے ذوی الارحام صرف تین ہی نہیں بلکہ اسی درجہ کا ایک اور بھی ذوی الارحام ہے جسکا ذکر ابتک نہیں ہوا یعنی نانا[1] لہذا درجہ دوم میں چار قسم کے ذوی الارحام ہوئے۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ۔ نانی فاسدہ۔ تمام نانا

اب ہم ان کا ذکر نمبروار کرتے ہیں کیونکہ انمیں بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے اسکے سامنے دور والے محروم ہو جاتے ہیں مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم کے ذوی الارحام محروم رہینگے اسیطرح نمبر سوم سے نمبر دوم والے مقدم ہیں جب تک اوپر کا وارث ذوی الارحام موجود ہوگا نیچے والوں کو کچھ نہ ملیگا۔

درجہ دوم میں چار نمبروں کے ذوی الارحام ذکر کیے جاتے ہیں۔

ذوی[2] الارحام ۱ ماں کا باپ یعنی نانا

(۱) جب درجۂ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہو اور ذوی الفروض و عصبہ بھی نہوں، تو تمام ترکہ کا وارث نانا ہوگا۔ نہ اسکا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور اس درجہ دوم میں نہ کوئی اس سے مقدم ہے نہ برابر۔

(۲) اگر درجۂ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو (یا عصبہ[3] و ذوی الفروض میں سے کوئی موجود ہو) تو نانا محروم رہیگا۔

یادداشت اول مرتبہ جب ہم نے بیان کیا کہ ذوی الارحام کو میراث جب مل سکتی ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہو وہاں یہ بھی تبلا دیا تھا کہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو وہاں ذوی الارحام کو باقی مال مل سکتا ہے پس ذوی الارحام کی میراث کو روکنے والے زوجہ اور شوہر نہیں

---

[1] چونکہ نانا کوئی عصبہ یا ذوی الفروض نہیں اور نہ اسکی دو قسمیں ہیں لہذا ابتک اس کا ذکر نہیں آیا تھا اور نہ اس کی دو قسمیں ہوئیں کیونکہ نانا سب جدّ فاسد ہیں صحیح کوئی نہیں ۱۲

[2] اہل علم معاف فرماویں احقر نے آسانی کے لیئے جابجا مفرد کے لیے بھی ذوی الارحام کا لفظ لکھدیا ہے تاکہ عوام کو ذوی رحم اور ذوی الارحام میں فرق مشکل نہ پڑے ۱۲

[3] ذوی الارحام میں ہر جگہ یہ شرط ہے کہ عصبہ اور ذوی الفروض موجود نہ ہوں صرف یاد دہانی کے لیے کسی جگہ لکھدیا جاتا ہے ۱۲

ان کے سوا جو دوسرے ذوی الفروض اور عصبے ہیں وہ ذوی الارحام کیلیے حاجب ہیں۔ اس بات کو ہر جگہ خیال رکھنا چاہیئے باربار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) نمبر دوم والے ذوی الارحام جو اب مذکور ہونگے نانا کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام ۲/۴ باپ کا نانا (یعنی دادی کا باپ) ماں کا دادا۔ ماں کا نانا۔ ماں کی دادی

یہ چار آدمی نمبر دوم کے ذوی الارحام ہیں تین مرد اور ایک عورت۔

(۱) جب نمبر اول کا ذوی الارحام یعنی نانا موجود نہو تو انکو ترکہ ملتا ہے۔ اگر انمیں سے صرف ایک شخص موجود ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) تو کل مال اسی کو ملیگا۔ اگر دو تین چار یا زیادہ موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔ اگر مرد ہی مرد ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں اور اگر عورت (یعنی ماں کی دادی) بھی ہو تو اسکو مردوں سے نصف حصہ ملیگا یعنی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ نمبر دوم کے چاروں ذوی الارحام محروم رہجائیں گے۔

(۳) اگر نانا موجود ہو تب بھی یہ چاروں میراث نہ پائیں گے۔

ذوی الارحام ۳/۹ گیارہ شخص بہ تفصیل مندرجہ ذیل

باپ کی طرف کے ذوی الارحام۔ پڑدادی کا باپ یعنی دادا کا نانا۔ دادی کا دادا یعنی باپ کے نانا کا باپ۔ دادی کا نانا یعنی باپ کی نانی کا باپ۔ دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی ماں۔

ماں کی طرف کے ذوی الارحام۔ ماں کا پڑدادا۔ ماں کی دادی کا باپ۔ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی یعنی نانا کی دادی۔ ماں کی دادی کی ماں یعنی نانا کی نانی۔ نانی کی دادی یعنی ماں کے نانا کی ماں۔

تیسرے نمبر پر یہ گیارہ ذوی الارحام ہیں۔ اگر نمبر اول و دوم میں سے کوئی موجود نہو تو ان کو تمام مال ملجاتا ہے۔

(۱) اگر ان گیارہ میں سے صرف کوئی ایک مرد یا ایک عورت موجود ہو تو تمام مال اسکو ملجائیگا۔

(۲) اور اگر پورے گیارہ ذوی الارحام یا دو چار دس یا پانچ موجود ہوں بعض ماں کی طرف کے ہوں بعض باپ کی طرف کے تو کل ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں (کیونکہ یہ سب لوگ ایک درجہ اور ایک پشت کے ہیں کوئی آگے پیچھے نہیں اوپر نیچے نہیں) باہم تقسیم تو کریں لیکن جو ذوی الارحام باپ کی طرف کے ہوں

اُن سب کو کل مال میں سے دُو ثلث دیا جائے اور ماں کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہوں انکو ایک تہائی دیا جائے پھر یہ دونوں طرف کے آدمی اپنے اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کرلیں یعنی مذکورہ بالا گیارہ ذوی الارحام میں سے پہلے چار شخص جو باپ کی طرف کے ہیں انہیں سے خواہ ایک موجود ہو یا دو تین یا چاروں زندہ ہوں اُنکو کل مال میں سے دو تہائی دیدیا جائے گا اگر مرد ہی مرد زندہ ہوں تو باہم اسکو برابر تقسیم کرلیں اور اگر عورت بھی زندہ ہو تو اسکو مردوں سے نصف حصہ دیا جائے اور پچھلے سات آدمی جو ماں کی طرف کے ہیں انکو ایک تہائی کل مال میں سے دیدیا جائے خواہ وہ ساتوں موجود ہوں یا کم ہوں اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال کو وہی رکھ لیگا اور اگر دو چار ہیں تو باہم تقسیم کرلیں عورت کو اکہرا مرد کو دوچند ملیگا یہاں اُن اصل رشتہ داروں کا لحاظ کیا ہے جنکے علاقے سے ان موجودہ وارثوں کو میراث پہونچی ہے یعنی کل مال کے تین حصے کرکے دو ثلث باپ والوں کی طرف دیدیے اور ایک ثلث ماں والوں کو دیا گیا۔

(۳) اگر صرف باپ کی طرف کے چار ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور ماں کی طرف کا کوئی بالکل نہ ہو تو خود موجودہ آدمیوں کا اعتبار کرکے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جائیگا۔

(۴) اسیطرح اگر صرف ماں کی طرف کے سات ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہو تو خود موجودہ لوگوں کا لحاظ کرکے مرد کو دہرا حصہ دیا جائے گا عورت کو اکہرا۔

(۵) جب تک ان مذکورۂ بالا ذوی الارحام نمبر ۳ میں سے کوئی شخص بھی موجود ہو گا ذوی الارحام نمبر ۴ کو ہرگز میراث نہ پہونچے گی جنکا اب بیان ہوتا ہے۔

ذوی الارحام ۴/۱۔ ساتؔ دادا فاسد۔ چارؔ دادیاں فاسدہ

آٹھؔ نانا۔ ساتؔ نانیاں فاسدہ

چھبیسؔ ۲۶ آدمی درجۂ چہارم کے ذوی الارحام ہیں اور سب چوتھی پشت کے وارث ہیں اسلیے سب ایک درجہ میں شمار ہوئے (تفصیل انکی نقشہ نمبر ۵ سے معلوم ہوگی)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہو تو انکو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر ان چھبیسؔ ۲۶ میں سے صرف ایک شخص ہو تو کل مال وہی لیگا خواہ مرد ہو یا عورت

(۳) اگر دو چار یا زیادہ یا سب موجود ہوں تو مال انہیں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر ماں کی طرف کا کوئی ذوی الارحام موجود نہیں صرف باپ کی طرف کے موجود ہیں یعنی فاسد دادا اور فاسدہ دادیاں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔
(۵) اسی طرح اگر صرف ماں کی طرف کے وارث ہیں یعنی چوتھی پشت کے نانے اور اسی پشت کی فاسدہ نانیاں تو بھی مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔
(۶) اور اگر کچھ وارث باپ کی طرف کے موجود ہیں اور بعض ماں کی طرف کے بھی ہیں تو باپ کی طرف والوں کو کل مال میں سے دو تہائی ملیگا اور ماں کی طرف والوں کو ایک تہائی دیدیا جائیگا پھر دونوں جانب کے لوگ اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کر لینگے جیسا کہ ابھی نمبر سوم کے ذکر میں بیان ہوا ۔

درجہ دوم کے ذوی الارحام کو ہم نے چار پشت تک بیان کیا ہے۔ اول پشت یعنی اول نمبر میں صرف ایک ذوی الارحام تھا (یعنی نانا) دوسری پشت یعنی نمبر دوم میں چار تھے۔ تیسرے نمبر اور تیسری پشت میں گیارہ تھے چوتھے درجہ میں چوتھی پشت کے چھبیس مرد وعورت ذوی الارحام تھے۔ اب اگر پانچویں اور چھٹی اور ساتویں پشت کا حال لکھیں تو ہر پشت میں مقدار و تعداد بڑھتی چلی جائے اور ساتویں پشت پر قریب دہ چند کے ہو جائے چونکہ انکی ضرورت بہت کم پڑتی ہے شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ چوتھی پشت کے ذوی الارحام کسی کے زندہ ہوں اسلیے چار ہی پشت پر ختم کر دیا۔ انمیں اول نمبر کے سامنے دوم محروم رہتا ہے اور دوم کے سامنے سوم وعلیٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ ہر جگہ ہمنے صاف صاف بیان کر دیا ہے ۔

نقشہ۔ اب ہم ایک فہرست اور نقشہ لکھتے ہیں جس سے اس درجہ دوم کے وارثوں کی ترتیب خوب واضح ہو جائیگی اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ فلاں پشت میں کتنے نانا ہو سکتے ہیں اور کس قدر فاسد دادیاں اور کتنی فاسد نانیاں ہو سکتی ہیں جو ذوی الارحام میں داخل ہیں۔
فرائض کی اکثر بلکہ کل کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ فاسد دادیاں اور نانیاں ذوی الارحام ہیں اور صحیحہ دادیاں و نانیاں ذوی الفروض ہیں اسیطرح دادے اور نانے دو قسم کے ہیں اور پھر صحیح و فاسد کے پہچاننے کے قاعدے لکھے ہیں جو ہم طالب علموں کی سمجھ میں بھی بمشکل آتے ہیں عام ناواقف مسلمان بیچارے کیا سمجھیں۔ اسلیے ہم نے یہ جھگڑا نہیں رکھا جو دادیاں نانیاں اور دادے ذوی الفروض تھے انکو چار پشت تک ذوی الفروض میں بیان کر دیا اور ان میں سے جو ذوی الارحام

ہیں ان کو نام بنام اس ذوی الارحام کی بحث میں بیان کر دیا اب اگر دیکھنے والا کچھ بھی سمجھ رکھتا ہو گا تو انشاء اللہ شبہہ نہ رہے گا جب کبھی کسی دور کی نانی دادی نانا دادا کا حصہ اور حال دیکھنا منظور ہو اُسکے رشتے کو دیکھ لو اور پھر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کے نقشے نمبر ۲ و نمبر ۵ کو دیکھ لو کہ اس رشتہ کا نام کس جگہ لکھا ہے اگر ذوی الفروض کے نقشے میں لکھا ہے تو ذوی الفروض سمجھو اور اگر ذوی الارحام کے نقشے میں ہے تو ذوی الارحام سمجھو اور پھر دیکھ لو کہ اس پشت میں اور کتنے آدمی وارث زندہ ہیں اگر اور بھی کوئی اسی پشت کا وارث زندہ ہے تو وہ بھی اسکے ساتھ شریک ہو جائیگا اور یہ بھی غور کر لو کہ جسکا حال تمکو دیکھنا منظور ہے اس سے قریب درجہ اور پشت کا تو کوئی وارث موجود نہیں اگر اس سے پہلی پیڑھی کا کوئی اور ایسا ہی وارث موجود ہے تو وہ قریب الامیراث پائیگا دور والا محروم رہیگا ذوی الفروض دادا دادیوں نانیوں میں یہی حال ہے اور ذوی الارحام میں بھی؛

نقشہ نمبر ۵ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت

یعنی نانا اور دادا فاسد اور فاسد دادیوں اور فاسد نانیوں کی ہر ایک پشت کی مفصل فہرست

تفصیل پشت و نمبر	باپ کی طرف کے ذوی الارحام	ماں کی طرف کے ذوی الارحام	میزان کل	کیفیت
پشت اول یعنی پہلا نمبر	پہلی پشت میں باپ کی طرف سے کوئی ذوی الارحام نہیں	ماں کا باپ یعنی نانا (اب الام)	۱	درجہ دوم میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کا ذوی الارحام ہے
دوسری پشت یعنی نمبر دوم	باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ ۱	ماں کا دادا۔ ماں کا نانا۔ ماں کی دادی ۳	۴	نمبر اول کے سامنے محروم رہیں گے اور نمبر سوم انکی وجہ سے محروم ہو گا۔
تیسری پشت یعنی نمبر سوم	پڑدادی کا باپ دادی کا دادا۔ نانی کا نانا دادی کی دادی ۴	ماں کا پڑدادا۔ ماں کی دادی کا باپ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی ماں کی دادی کی ماں۔ نانی کی دادی ۷	۱۱	نمبر اول و دوم میں سے کوئی نہو تو یہ وارث ہوتے ہیں نمبر ۴ انکے سامنے محروم ہیں۔
چوتھی پشت نمبر چہارم	پڑدادا کا نانا۔ پڑدادی کا دادا۔	نانا کا پڑدادا۔ نانا کی دادی کا باپ۔ ماں کی دادی		

تفصیل پشت و نمبر	باپ کی طرف کے ذوی الارحام	ماں کی طرف کے ذوی الارحام	نمبر کل	کیفیت
چوتھی پشت نمبر چہارم	پڑدادی[۱] کا نانا۔ دادی[۲] کا پڑدادا دادی[۳] کے باپ کا نانا۔ باپ[۴] کی نانی کا دادا۔ باپ[۵] کی نانی کا نانا پڑدادی[۶] کی دادی۔ دادی[۷] کی پڑدادی۔ دادی[۸] کے باپ کی نانی باپ[۱۱] کی نانی کی دادی ۱۱	کا دادا (یعنی نانا کی ماں کا دادا) ماں[۴] کی دادی کا نانا۔ ماں[۵] کے نانا کا دادا۔ ماں[۶] کے نانا کا نانا۔ ماں[۷] کی نانی کا دادا۔ ماں کی نانی کا نانا۔ نانا[۹] کی پڑدادی۔ نانا کی دادی[۱۰] کی ماں ماں[۱۱] کی دادی کی دادی۔ ماں[۱۲] کی دادی کی نانی۔ ماں[۱۳] کے نانا کی دادی۔ ماں[۱۴] کے نانا کی نانی۔ ماں[۱۵] کی نانی کی دادی۔ ۱۵	۲۶	نمبر اول و دوم و سوم کے سامنے محروم رہتے ہیں پانچویں چھٹی وغیرہ پشتوں کا اگر کوئی ذوی الارحام ہو تو ان کی وجہ سے محروم رہیگا۔

قاعدہ (۱) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ سب محروم رہتے ہیں (۲) انمیں جب اوپر والے نمبر کا کوئی شخص موجود ہو تو نیچے کے سب نمبروں والے محروم رہتے ہیں (۳) جب کسی نمبر میں کوئی ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی پائیگا (۴) اگر دو چار ہوں اور سب ماں کی طرف کے ہوں یا سب باپ کی طرف کے ہوں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے (۵) اگر دو چار ہوں اور بعضی ماں کی طرف کے ہوں اور بعض باپ کی طرف کے ہوں تو باپ کی طرف والے مردوں اور عورتوں کو دہرا اور ماں کی طرف والے مرد و عورت کو اکہرا حصہ دیکر تقسیم کیا جائے (تفصیل پہلے گذر چکی ہے)

(یہ نقشہ متعلقہ صفحہ ۱۴۰ کا ہے)

فصل ۳۔ ذوی الارحام کا تیسرا درجہ

بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں

جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام موجود نہوں (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی نہو) تو درجہ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان میں بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ بعید سے مقدم ہے۔ یعنی جن چار نمبروں کا ہم ذکر کرتے ہیں انمیں اول نمبر کے سامنے دوم نمبر والے محروم رہیں گے اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم نمبر والے محروم ہونگے۔ وعلیٰ ہذا القیاس جیسا کہ درجۂ دوم کے چار نمبروں میں عنقریب یہی ترتیب مذکور ہو چکی ہے۔

ذوی الارحام ۱۱[ل] دس شخص مندرجۂ ذیل

حقیقی بہن کا بیٹا[۱]۔ بیٹی[۲]۔ علاتی بہن کا بیٹا[۳]۔ بیٹی[۴]۔ اخیافی بہن کا بیٹا[۵]۔ بیٹی[۶]۔ حقیقی بھائی کی بیٹی[۷]۔ علاتی بھائی کی بیٹی[۸]۔ اخیافی بھائی کا بیٹا[۹]۔ بیٹی[۱۰]۔

درجۂ سوم میں یہ دس آدمی نمبر اول کے ذوی الارحام ہیں۔ یہ سب مساوی اور برابر ہیں انمیں کوئی مقدم اور زیادہ مستحق نہیں۔

(۱) جب درجۂ اول و دوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو انکو میراث ملتی ہے

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہو تو بلا تکلف اسکو کل مال ملجائیگا۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں جب بھی بلا تکلف مرد کو دہرا عورت کو اکہرا ملجائیگا مثلاً دس بھانجا بھانجی یعنی سگی بہن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں موجود ہیں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملجائیگا۔

(۴) لیکن اگر چند آدمی موجود ہوں اور کئی رشتہ داروں کی اولاد ہوں تو انمیں باہم تقسیم ہونیکا حساب مشکل ہے غور سے سمجھو (اور اگر سمجھ میں نہ آوے تو چھوڑ دو)

حساب۔ جب یہ دس آدمی یا انمیں سے دو چار موجود ہوں یا ایک ہی نام کے کئی عدد موجود ہوں مثلاً تین بھانجے چار بھانجیاں پانچ بھتیجیاں تو ایسے وقت میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہو گا۔

ل اگر ذوی الارحام کو اول سے شمار کریں تو یہ گیارھواں نمبر ہے اور اگر خاص تیسرے درجہ کے ذوی الارحام کو دیکھنا چاہیں تو یہ اول نمبر ہے اسلیئے نمبر ایک لکھا اور نیچے نمبر گیارہ لکھا اسی طرح دوسری جگہ سمجھ لو ۱۲

اوّل یہ کہ جو شخص عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا اور جو شخص عصبہ کی اولاد نہیں بلکہ ذوی الارحام کی اولاد ہے وہ عصبہ کی اولاد کے سامنے میراث سے محروم رہیگا **دوسرے** یہ کہ جب کئی آدمی مساوی درجے کے مستحق ہوں تو خود موجود لوگوں کے مرد و عورت ہونیکا اعتبار نہیں کرتے بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھتے ہیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو کس حساب سے حصہ پاتے مثلاً بھتیجیاں بھائی کی اولاد ہیں اور بھانجیاں بہن کی اولاد ہیں تو بھائی کی موجودگی میں بہن کو جو حصہ ملا کرتا تھا اسی حصہ کو لاکر بہن کی اولاد پر تقسیم کر دینگے اور للذّکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ جاری کرینگے اور بھائی کو جو حصہ اوپر کے درجہ میں بوقت زندگی ملتا اسکو لاکر بھائی کی اولاد پر تقسیم کر دینگے لیکن اولاد کی تعداد کے مطابق اس حصہ کو بڑھا دینگے مثلاً بہن کو ایک حصہ ملتا ہے اور اب اُسکی اولاد ہے پانچ عدد تو سبکو ایک حصہ دیدینگے اور اسطرح پانچ حصے بہن کی اولاد کو ملیں گے اور بھائی کو چونکہ دو حصے ملتے ہیں لہذا اسکی تمام اولاد کو دو ۲ دو ۲ حصے دیدیے اور چونکہ تعداد اسکی اولاد کی چار تھی لہذا گویا بھائی کو بجائے دو کے آٹھ حصے ملے کیونکہ اسکی اولاد کی تعداد کے موافق ہمنے اُسکے حصے کو بڑھا دیا تھا اور ہمشیرہ کو بجائے ایک حصہ کے پانچ حاصل ہوئے کیونکہ اُسکی اولاد پانچ عدد ہیں۔

اب ہم ایک مثال اور سوال وجواب لکھکر سمجھانا چاہتے ہیں شاید کہ ان سے کسی کی سمجھ میں اصل مقصود بخوبی آجائے۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسکے کوئی وارث عصبوں اور ذوی الفروض میں سے موجود نہ تھا۔ تین بھتیجیاں دو بھانجے اور دو بھانجیاں کل سات وارث چھوڑے۔ اب اگر موجودہ مرد و عورت کا لحاظ کریں اور انکی اصلوں کا اعتبار نہ کریں تو کل مال کے نو حصے کرکے دو ۲ دو ۲ فی کس دونوں مردوں کو دیدیں اور ایک ایک فی آدمی پانچ عورتوں کو دیدیں لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ انکی اصلوں کو دیکھا بھتیجوں کی اصل ہے بھائی اور بھانجا بھانجی کی اصل ہے ہمشیرہ اور بھائی بہن میں جو مال تقسیم ہوتا ہے تو دو حصے بھائی کو ملتا ہے اور ایک حصہ بہن کو لہذا کل مال کو (جو تینس ۳۳ روپیہ تھا) تین حصے کرکے ایک حصہ بہن کو دیا اور دو حصے بھائی کو پھر حسب بیان مذکور سابق بہن کی اولاد کی تعداد چونکہ چار تھی لہذا

---

۵ سوال۔ آپنے بتلایا تھا کہ جو ذوی الارحام عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا لیکن اگر کوئی شخص ذوی الفروض کی اولاد ہو اور دوسرا ذوی الارحام کی اولاد ہو تو یہ ذوی الفروض کی اولاد اس سے مقدم رہیگی یا نہیں۔ جواب۔ اس درجہ سوم میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ذوی الارحام کی اولاد اور ذوی الفروض کی اولاد ایک نمبر پر آجاویں اور مقابل ہو جائیں۔ ۱۲

(حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ) اسکو اکہرے چار حصے دیے اور بھائی کی اولاد چونکہ تین تھی لہذا بھائی
کی طرف تین حصے دوہرے دوہرے رکھ لیے کیونکہ بھائی کو دوہرا حصہ ملا تھا پس اب کل مال میں سے جسکی
مقدار تیس ۳۰ روپیہ تھی) دوہرے دوہرے تین حصے یعنی اکہرے چھ حصے بھائی کی اولاد کو دیے (چھ حصے میں
اٹھارہ روپیہ ہوئے یعنی فی حصہ تین روپیہ) اور ہمشیرہ کی اولاد کو چار حصے دیے (یعنی عـہ۱۲ بارہ روپیہ)
پس اب ان چار حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیا دونوں بھانجوں کو چار چار روپیہ اور دونوں
بھانجیوں کو دو دو روپیہ اور وہ جو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپیہ بھائی کی اولاد کو دیے گئے تھے انکو اسکی
تینوں بیٹیوں پر تقسیم کر دیا فی بیٹی چھ روپیہ ۔ صورت اسکی یہ ہے
بھائی کی اولاد کو چھ حصے یعنی اٹھارہ ۱۸ روپیہ دیے گئے کل مال ۳۰ تقسیم شدہ بر دس حصہ) بہن کی اولاد کو چار حصے
یعنی عـہ۱۲ دیے گئے۔

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصہ	دو حصہ	یک حصہ	یک حصہ
سے/	سے/	سے/	للعہ/	للعہ/	عا/	عا/

غرض بھائی کو جو حصہ پہونچتا تھا اسی کو اسکی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھا لیا اور پھر انھیں پر
تقسیم کر دیا اسیطرح ہمشیرہ کو جو حصہ ملتا اسکی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھا کر انھیں پر تقسیم کر دیا یعنی کل
مال کے دس حصے ہو کر چھ بھائی کی طرف پہونچے اور اولاد پر تقسیم ہوے اور چار حصے ہمشیرہ کی طرف
پہونچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے۔

سوال۔ اگر صورت مذکورۂ بالا میں ایک بھتیجا بھی موجود ہوتا تو پھر حصہ کسطرح تقسیم ہوتا۔

جواب۔ بھتیجا چونکہ عصبہ ہے لہذا اگر وہ موجود ہوتا تو کل مال اُسی کو پہونچ جاتا اور بھتیجیاں اور بھانجے
وغیرہ ذوی الارحام سب محروم رہجاتے۔

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بھانجے دو بھانجیاں اور چار بھتیجیاں چھوڑیں اور بعد تجہیز و تکفین کے
اُنتالیس روپیہ لعہ ۳۹ مال چھوڑا تو حسب قاعدہ مذکورۂ بالا کسطرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ بھائی کی اولاد کی تعداد چونکہ چار ہے اور بھائی کو دوہرا حصہ ملا کرتا ہے لہذا چار حصے دوہرے
دوہرے بھائی کی طرف رکھیں گے اور بہن کی اولاد چونکہ پانچ ہیں لہذا اسکی طرف پانچ حصے اکہرے اکہرے

رکھینگے۔ غرض کل مال کے تیرہ[۱۳] حصے ہوجائینگے اور پانچ حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کردینگے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا اور آٹھ[۱] حصوں کو بھائی کی چاروں بیٹیوں پر برابر تقسیم کردینگے صورت اسکی یہ ہے

کل مال لعہ ۳۹ تقسیم شدہ بر ۱۳ حصہ

بھائی کی اولاد کو ۸ حصے دُہری دہری یعنی للعہ ۲۴				بہن کی اولاد کو پانچ حصے اکہرے یعنی صہ ۱۵				
بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
۲ حصہ	۲ حصہ	۲ حصہ	۲ حصہ	۲ حصہ	۲ حصہ	۲ حصہ	یک حصہ	یک حصہ
سے ؍	سے ؍	سے ؍	سے ؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بھائی کی طرف جو آٹھ حصے یعنی للعہ ؍ دیے گئے تھے ان میں سے سب بھتیجیوں کو دو دو حصے دیدیے گئے اور بہن کی اولاد کو جو لعہ ۳۹ روپیہ میں سے پانچ حصے یعنی پندرہ روپیہ صہ ۱۵ ؍ دیے گئے تھے اُن پندرہ کو آٹھ حصے کرکے دُہرا دہرا بھانجوں کو اور اکہرا اکہرا بھانجیوں کو دیا۔

سوال۔ اگر دو حقیقی بھانجا بھانجی اور تین اخیافی بھتیجے اور دو اخیافی بھتیجیاں چھوڑیں تو حسب قاعدہ مذکورۂ سابقہ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ کل مال کے چھ حصے کرکے ایک حصہ اخیافی کی اولاد کو دیا کیونکہ اخیافی بھائی اگر ایک ہوتو اُسکو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ مگر چونکہ اُسکی پانچ اولاد ہیں لہٰذا اس ایک حصّہ کے پانچ کردیے اور بہن کو پانچ حصے ملتے تھے[۲] چونکہ اُسکی اولاد دو عدد ہیں لہٰذا پانچ کو دو دفعہ کیا تو دس[۱] ہوگئے اب کل مال کے پندرہ حصے ہوکر پانچ حصے اخیافی بھائی کی طرف گئے اور اسکی اولاد پر برابر تقسیم ہوگئے کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کو برابر حصہ ملتا ہے اور حقیقی بہن کی طرف جو دس حصے پہونچے تھے اُن میں سے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کردیے صورت اسکی یہ ہوئی۔

کل مال لنہ ۳۰ روپیہ تقسیم شدہ بر پندرہ سہام

حقیقی بہن کی اولاد کو پانچ حصے پہونچے ۳	اخیافی بھائی کی اولاد کو ایک حصہ پہونچا ۴

ف۱ یعنی چار دہرے حصے جنمیں سے آٹھ اکہرے نکلتے ہیں ۱۲ ف۲ یعنی بروقت موجود ہونے اخیافی بھائی کے حقیقی بہن کو کل مال میں سے باقی پانچ حصے ملتے تھے ۱۲ ف۳ اس جواب میں اک غلطی بوقت طبع ہونے کتاب کے معلوم ہوئی مگر سمجھانے کے لیے کافی ہے ۱۲ ف۴ دو چند ہوکر دس ہوگئے ۱۲

حقیقی بھانجا	حقیقی بھانجی	اخیافی بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
۲-حصے	یک حصہ	یک	یک	یک	یک	یک
عـ۹ ۵ر۴ پائی	۱۰ر ۸ پائی	ع۱	ع۱	ع۱	ع۱	ع۱

تیس ۳۰ روپیہ کے پندرہ حصے لگاکر دس حصے (یعنی عـ۲۰ روپیہ) ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کردیے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔ اور پندرہ حصوں میں سے پانچ حصے (یعنی دس عـ۱۰ روپیہ) اخیافی بھائی کی اولاد پر برابر تقسیم کردیے کیونکہ مرد و عورت اخیافیوں میں برابر رہتے ہیں۔

یہاں تک درجۂ سوم کے نمبر اول کا بیان ہوا۔ یعنی بھائی بہنوں کی اولاد بلا واسطہ آب انکے آگے نمبر دوم والے یہ لوگ ہیں۔

درجۂ سوم کے ذوی الارحام نمبر ۲ بارہ قسم کے رشتہ دار

حقیقی[۱] بھتیجے کی دختر۔ علاتی[۲] بھتیجے کی دختر۔ اخیافی[۳] بھتیجے کی اولاد۔ حقیقی[۴] بھتیجی کی اولاد۔ علاتی[۵] بھتیجی کی اولاد۔ اخیافی[۶] بھتیجی کی اولاد۔ حقیقی[۷] بھانجوں کی اولاد۔ علاتی[۸] بھانجوں کی اولاد۔ اخیافی[۹] بھانجوں کی اولاد۔ حقیقی[۱۰] بھانجیوں کی اولاد۔ علاتی[۱۱] بھانجیوں کی اولاد۔ اخیافی[۱۲] بھانجیوں کی اولاد

جب تک نمبر اول کے لوگوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا انمیں سے کسی کو میراث نہ پہونچیگی جب انمیں سے کوئی نہو تو انکو نمبر اول والوں کے قاعدے کے مطابق میراث پہونچے گی یعنی

(۱) اگر ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا تکلف وہ کل مال کا مالک ہو جائیگا

(۲) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے قاعدہ کی بموجب تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں اور مختلف رشتہ داروں کی اولاد ہیں تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی اُن لوگوں پر جو عصبہ کی اولاد نہیں ہیں یعنی حقیقی اور علاتی بھتیجوں کی بیٹیوں کے سامنے اور سب محروم رہجائیں گے۔

(۴) اگر عصبہ کی اولاد کوئی نہو تو ترکہ اور میراث سب موجودہ وارثوں میں تقسیم ہوگا لیکن موجودہ لوگوں کے مذکر و مونث ہونیکا اعتبار نہوگا بلکہ انکی اصلوں کو دیکھکر جو حصہ اصل کو پہونچتا اسی کو نیچے لاکر اسکی اولاد پر تقسیم کردینگے جیسا کہ نمبر اول میں بیان ہوا۔

(۵) جب تک یہ موجود ہوں گے نمبر سوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے

ذوی الارحام ۳۔۴ بھانجا بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہوں)
(۱) یہ لوگ نمبر دوم کی اولاد ہیں۔ نمبر دوم میں سے جب تک کوئی ایک بھی ہوگا یہ محروم رہینگے۔
(۲) جب تک ان میں سے ایک شخص بھی موجود ہوگا نمبر چہارم محروم رہیں گے۔
ذوی الارحام ۴۔۴ بھانجا بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہوں)
(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں
(۲) جب تک نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی بھی موجود ہوتا ہے یہ محروم رہتے ہیں۔
باقی حال انکا مانند نمبر اول و دوم کے ہے۔
تیسرے درجہ کے ذوی الارحام چار پشت تک بیان ہوگئے آگے اسیطرح اولاد در اولاد کا سلسلہ چل سکتا ہے اور یہی قاعدہ ہے۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ قریب والوں کی موجودگی میں بعید نمبر کے محروم رہینگے مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم دوم کے سامنے سوم وعلیٰ ہذا القیاس۔
(چونکہ ان کے حال کی ضرورت نہیں پڑتی اور بیان مشکل ہے اسلیے صرف نمبر اول کو مفصل بیان کرکے باقی تفصیل کو مفید عام نہ سمجھکر چھوڑ دیا)

ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ

درجہ چہارم میں میت کی پھوپھیاں۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیافی چچا۔ اور پھر ان سب کی اولاد اور حقیقی اور علاتی چچاؤں کی دختری اولاد۔ اور پھر میت کے باپ کی اور ماں کی پھوپھیاں۔ خالائیں ماموں اور انکے اخیافی چچا داخل ہیں چونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور بیان مشکل ہے اسلیے ہم ان کو تین قسم کرکے علحدہ علحدہ بیان کرتے ہیں یعنی درجہ چہارم کی تین قسمیں ہوگئیں یہ بھی ممکن تھا کہ ہم ان کو تین درجوں میں علحدہ بیان کرکے ذوی الارحام کے چھ درجے کر دیتے لیکن چونکہ اکثر کتابوں میں ذوی الارحام کو چار ہی درجوں میں تقسیم کیا ہے اسلیئے ہمنے انکے خلاف کرنا پسند نہ کیا اور چوتھے درجہ کی تین قسمیں کرکے سمجھا دیا والامر بید اللہ الکریم۔
درجہ چہارم کی پہلی قسم۔ ماموں۔ خالہ۔ اخیافی چچا۔ اس درجہ کے دو نمبر ہیں الف و ب پہلی قسم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی پھوپھی۔ علاتی پھوپھی۔ اخیافی پھوپھی۔ اخیافی چچا۔
پہلی قسم نمبر ب۔ ماں کی طرف کے حقیقی ماموں۔ علاتی ماموں۔ اخیافی ماموں حقیقی خالہ۔ علاتی خالہ۔ اخیافی خالہ

درجۂ چہارم کی اس پہلی قسم میں دس رشتوں کے وارث ہیں۔ یعنی نمبر الف میں باپ کی طرف کے چار اور نمبر ب میں والدہ کی طرف کے چھ کل دس طرح کے وارث ہوئے۔

اب ان کے قاعدے گوش ہوش سے سنو

(۱) جب درجۂ سوم کے کسی نمبر کا کوئی ذوی الارحام موجود ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب درجۂ چہارم میں داخل ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک قریب درجہ کے وارث موجود ہوتے ہیں بعید وارث یعنی نیچے کے درجے کے محروم رہتے ہیں۔

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا نزاع کل مال اسی کو ملجائیگا نہ تقسیم کا جھگڑا نہ شرکت کا قضیہ

(۳) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے دس پانچ وارث ہوں اور کوئی نہ ہو تو کل مال ان میں بلا تکلف برابر تقسیم ہو جائیگا۔ مثلاً دو چار حقیقی پھوپھیاں ہوں تو جتنی پھوپھیاں ہونگی میت کے ترکہ کے اسیقدر حصہ کرکے سب کو برابر تقسیم کر دیا جائیگا۔ کیونکہ پھوپھیاں حقیقی سب ایک ہی نمبر کی ہیں یعنی اول نمبر پر نیچے لکھا ہے اور رشتہ میں نام بھی سب کا ایک ہے۔ اگر دس بھی ہونگی تو دسوں کو حقیقی پھوپھی کہینگے۔ یا مثلاً علاتی ماموں نو نفر ہوں اور کوئی نہ ہو تو سب مال انھیں برابر تقسیم ہو جائیگا کیونکہ سب کا نام رشتہ میں ایک ہی ہے[ا] (یعنی حقیقی ماموں) اور سب نمبر ۵ میں داخل ہیں۔ اسیطرح اور وارثوں کو سمجھ لو مثلاً دو چار دس پانچ حقیقی خالہ ہوں اور کوئی نہ ہو تو انھیں میں برابر تقسیم ہوگا یا پانچ سات اخیافی چچا ہوں اور کوئی نہ ہو تو انھیں میں برابر تقسیم ہوگا۔

(یہاں تک ذرا آسان تھا۔ اب مشکل بیان آتا ہے ہوشیار ہو جاؤ۔)

(۴) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے وارث نہیں بلکہ مختلف نمبروں کے ہیں لیکن سب الف کی طرف کے ہیں یعنی ماں کی طرف کا کوئی نہیں سب باپ ہی کی طرف کے رشتہ دار ہیں (مثلاً حقیقی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی بھی یا علاتی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی چچا) تو انہیں نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم رہیگا۔ اور نمبر دوم کے سامنے نمبر سوم محروم رہیگا لیکن نمبر سوم کے سامنے نمبر چہارم محروم نہ ہوگا بلکہ سوم و چہارم باہم شریک رہیں گے اور برابر حصہ و میراث پائیں گے مرد و عورت ہونے کا

[ا] ایک نام کے وارثوں سے بھی یہی مطلب ہے کہ رشتہ سب کا بالکل ایک ہی ہو اور رشتہ میں سب کا نام ایک لیا جاتا ہو اگرچہ انکے نام جدا جدا ہوں مثلاً کوئی عبداللہ ہے کوئی حبیب حسن کوئی خدا بخش مگر رشتہ میں سب حقیقی ماموں ہوں ۱۲

انمیں کچھ خیال ہوگا۔ غرض جب باپ کی طرف کے چار وارثوں میں سے ایک دو تین چار نام کے وارث موجود ہوں اور ماں کی طرف کا کوئی بھی ہو تو حقیقی پھوپھی کے سامنے باقی تینوں وارث محروم ہیں یعنی علاتی پھوپھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی بھی۔ اور علاتی پھوپھی کے سامنے دو وارث یعنی اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی محروم رہتے ہیں۔ اور اخیافی چچا کی وجہ سے اخیافی پھوپھی محروم نہیں رہتی (اسلیے ہمنے کہا تھا کہ نمبر تین کے سامنے نمبر چار محروم نہیں ہوتا) بلکہ جب اخیافی چچا محروم نہوا اور اخیافی پھوپھی بھی موجود ہو تو جو کچھ مال ہوگا اسکو باہم بالکل برابر تقسیم کرینگے جتنا مرد کو ملیگا اُسیقدر عورت کو ملیگا کیونکہ اخیافی وارثوں میں مرد و عورت کا فرق خدائے تعالیٰ نے نہیں رکھا

مثالیں مسئلہ ۲ حقیقی پھوپھی ۱ حقیقی پھوپھی ۱ حقیقی پھوپھی ۱ — مسئلہ ۱ اخیافی پھوپھی ۱ اخیافی پھوپھی ۱ اخیافی پھوپھی ۱

مسئلہ ۴ حقیقی ماموں ۱ حقیقی ماموں ۱ حقیقی ماموں ۱ — مسئلہ ۳ علاتی خالہ ۱ علاتی خالہ ۱ علاتی خالہ ۱

ان چار مثالوں میں چونکہ ایک ہی نام کے کئی کئی وارث تھے اسلیے سب کو برابر حصہ دیکر ترکہ تقسیم ہوا۔

مسئلہ حقیقی پھوپھی ۱ علاتی پھوپھی محروم اخیافی چچا محروم — مسئلہ علاتی پھوپھی ۱ اخیافی چچا محروم اخیافی پھوپھی محروم ان دو مثالوں میں حقیقی پھوپھی کے سامنے اخیافی چچا اور علاتی پھوپھی محروم ہے۔ اور علاتی پھوپھی نے اخیافی چچا و پھوپھی کو محروم کیا

مسئلہ ۳ اخیافی چچا ۱ اخیافی پھوپھی ۱ اس مثال میں اخیافی چچا نے پھوپھی کو محروم نہیں کیا بلکہ مرد و عورت کو برابر حصہ پہونچا ہے۔

(۵) جیسے باپ کی طرف کے وارثوں میں مفصل بیان ہوا اسیطرح اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام کئی ناموں اور کئی نمبروں کے رشتہ دار ہیں لیکن جس قدر بھی ہیں سب نمبر ب کی طرف کے یعنی صرف ماں ہی کی طرف کے ہیں باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہیں (مثلاً حقیقی خالہ بھی زندہ ہے اور علاتی ماموں۔ یا علاتی ماموں ہے اور اخیافی خالہ) تو انمیں نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم رہینگے یعنی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے باقی چار وارث محروم رہیں گے اسیطرح نمبر ۳ و ۴ میں سے اگر کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی خالہ ماموں اور اخیافی خالہ و ماموں محروم رہیں گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں ہوگی بلکہ شریک

رہینگے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔ علیٰ ہذا القیاس علاتی مامنو وخالہ باہم ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے بلکہ شریک رہینگے البتہ جب انمیں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو اخیافی مامنو وخالہ میراث نہیں پاوینگی۔ انکو میراث جب ہی مل سکتی ہے کہ پہلے چار وارث یعنی حقیقی اور علاتی مامنو اور خالہ کوئی نہو۔ جب انمیں سے کوئی نہو تو اخیافیوں کو میراث پہونچتی ہے اور انمیں مرد و عورت حصہ لینے میں یکساں رہتے ہیں کیونکہ اخیافی ہیں۔ شاید چند مثالوں کے ملاحظہ سے آپکو اس بیان کے سمجھنے میں کچھ سہولت ہوجائے۔

اول مسئلہ				دوم مسئلہ				سوم مسئلہ	
حقیقی مامنو	علاتی خالہ	اخیافی مامنو		حقیقی خالہ	علاتی مامنو	اخیافی مامنو		حقیقی مامنو	حقیقی خالہ
۱	محروم	محروم		۱	محروم	محروم		۲	۱

دیکھیے پہلی مثال میں حقیقی مامنو نے سب کو محروم کردیا اور دوسری میں حقیقی خالہ نے۔ لیکن تیسری مثال میں جب حقیقی مامنو کے ساتھ حقیقی خالہ بھی موجود تھی تو وہ اسکو محروم نہ کرسکا بلکہ دونوں شریک ہوگئے۔

چہارم مسئلہ			پنجم مسئلہ			ششم مسئلہ	
علاتی مامنو	اخیافی مامنو	خالہ	علاتی خالہ	اخیافی مامنو	خالہ	علاتی خالہ	علاتی مامنو
۱	محروم	محروم	۱	محروم	محروم	۱	۲

دیکھیے چوتھی مثال میں علاتی مامنو نے اخیافیوں کو محروم کردیا اور پانچویں میں علاتی خالہ نے اخیافیوں کے حصہ کو روکدیا لیکن چھٹی مثال میں جب علاتی خالہ و مامنو جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو محروم نہ کیا بلکہ باہم شریک ہوگئے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

ہفتم مسئلہ	
اخیافی مامنو	اخیافی خالہ

اس مثال پر غور کرو کہ حقیقی و علاتی مامنو و خالہ میں سے جو کوئی موجود ہوتا تھا وہ غریب اخیافی خالہ و مامنو کو محروم کرڈالتا تھا چنانچہ پہلی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب انمیں سے کوئی نہ رہا اور اخیافی مامنو و خالہ جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو نقصان نہیں پہونچایا بلکہ شریک ہوے اور شریک بھی برابر کے حصہ دار خالہ کو مامنو سے کچھ کم نہیں پہونچا کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کو برابر ملتا ہے۔

یہاں تک وہ صورتیں بیان ہوئیں کہ صرف ایک طرف کے ذوی الارحام موجود ہوں یعنی صرف باپ کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر الف ہوں یا صرف ماں کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر ب ہوں اب وہ صورت ملاحظہ کرو کہ بعض وارث باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی طرف کے یعنی نمبر الف کی طرف کے چار وارثوں میں سے بھی کوئی موجود ہو اور نمبر ب کی طرف کے چھ وارثوں میں سے بھی کوئی زندہ ہو۔

(۶) جب کچھ وارث نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ہوں اور کچھ نمبر ب یعنی والدہ کی طرف کے تو اس صورت میں کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کرکے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدیں

تاکہ وہ اس کو باہم تقسیم کرلیں اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو دیدیں تاکہ وہ بھی تقسیم کرلیں تقسیم کرنیکی یہ صورت ہے کہ:-

باپ کی طرف کے ذوی الارحام کو جو دو ثلث دیے گئے ہیں اگر ان میں صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو پورے دو ثلث وہی لے لیگا اور اگر ایک نام کے دو چار آدمی ہیں تو برابر تقسیم کرلیں (مثلاً تین پھوپھیاں ہوں) لیکن حقیقی پھوپھی کے سامنے علاتی پھوپھی محروم رہے گی اور علاتی کے سامنے اخیافی چچا و پھوپی محروم رہینگے لیکن اخیافی چچا کی وجہ سے اخیافی پھوپھی محروم نہو گی اب گویا انکا حال بالکل وہی ہوگیا جو قاعدہ نمبر ۱ میں مذکور ہوا ہے[1] فرق اس قدر ہے کہ وہاں والدہ کی طرف کے وارثوں میں کوئی نہ تھا کل مال باپ کی طرف والوں کو دیا گیا تھا اور یہاں ایک حصہ والدہ والوں کو دیدیا گیا ہے اور دو حصہ باپ والوں کے لیے رہے ہیں لیکن اور باتیں سب وہی ہیں حقیقی کے سامنے علاتی اور علاتی کے سامنے اخیافی جسطرح وہاں محروم رہتے تھے وہی سب باتیں یہاں ہیں

والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو تین ثلث میں سے ایک ثلث دیا گیا ہے اگر ان میں صرف ایک ہی آدمی موجود ہے تو اس پورے ثلث کو وہی لے لیگا اور اگر ایک نام کے کئی آدمی ہیں تو مال کو برابر تقسیم کرلیں (مثلاً دو چار حقیقی ماموں ہوں۔ یا دو چار حقیقی خالہ ہوں) لیکن جب حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی ماموں و خالہ اور اخیافی ماموں اور خالہ چاروں آدمی محروم رہیں گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں رہے گی بلکہ دونوں شریک رہیں گے ماموں کو دوہرا اور خالہ کو اکہرا۔ اسیطرح علاتی ماموں و خالہ ایک دوسرے کو محروم نہ کرینگے بلکہ ایک ثلث مال جو ملا ہے اسمیں شریک رہیں گے خالہ کو اکہرا ماموں کو دوہرا۔ مگر ہاں ان علاتیوں میں سے جب کوئی ایک بھی موجود ہوگا اخیافیوں کو محروم کردیگا۔ اور جب ان چاروں میں سے کوئی بھی نہو یعنی نہ حقیقی ماموں ہو نہ خالہ تو اخیافی ماموں اور خالہ وارث ہونگے اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے حصہ میں خلل نہ آویگا بلکہ اگر اخیافی خالہ اور ماموں دونوں موجود ہوں تو مال کو برابر تقسیم کرلیں اب گویا انکا حال بالکل وہی ہو گیا جو قبل ازیں قاعدہ نمبر ۵ میں بیان ہوا تھا[2]۔ اتنا فرق ہے کہ باپ کی طرف کے وارثوں میں وہاں کوئی نہ تھا کل ترکہ والدہ کی طرف کے لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ یہاں دو ثلث باپ والوں کو دینے کے بعد جو ایک ثلث والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو دیا گیا ہے وہ اسی قاعدہ سے تقسیم ہو رہا ہے۔ اب چند مثالیں سمجھ لو

---

[1] ملاحظہ کرو صفحہ ۱۵۶ [2] ملاحظہ کرو صفحہ ۱۵۷

مثال اول — مسئلہ ۹

حقیقی پھوپھی	علاتی پھوپھی	اخیافی چچا	علاتی مامو	علاتی خالہ	اخیافی مامو	خالہ
٦	محروم	محروم	٢	١	محروم	محروم

اس مثال میں کل مال کے نو حصے کرکے دو تہائی یعنی چھ سہام تو باپ کی طرف دیے اور ایک تہائی یعنی تین سہام والدہ کی طرف دیے۔ باپ کی طرف حقیقی پھوپھی نے علاتی اور اخیافی کو محروم کر دیا اور کل دو ثلث مال خود لیا اور والدہ کی طرف چونکہ خالہ بھی علاتی تھی اور ماموں بھی علاتی تھا اسلئے وہ دونوں ایک ثلث میں شریک ہوئے اکہرا عورت کو دیا گیا دوہرا مرد کو مگر یہاں انکی وجہ سے اخیافی مامو و خالہ محروم رہ گئے۔

مثال ۲ — مسئلہ ۶

علاتی پھوپھی	علاتی پھوپی	حقیقی مامو	علاتی مامو
٢	٢	٢	محروم

مثال ۳ — مسئلہ ۹

حقیقی پھوپھی	اخیافی پھوپی	اخیافی پھوپی	اخیافی مامو	اخیافی خالہ
٦	محروم	١	١	١

دوسری مثال میں حسب قاعدہ کل مال کے تین ثلث کرکے دو ثلث باپ کی طرف دیے یعنی چھ میں سے چار اور ایک ثلث والدہ کی طرف دیا یعنی چھ میں سے دو۔ والدہ کی طرف کا وارث چونکہ حقیقی مامو تھا اسلیے اُسنے وہ ایک ثلث خود پایا اور علاتی مامو اسکی وجہ سے محروم ہوگیا۔ اور باپ کی طرف جو دو ثلث دیے گئے تھے وہاں چونکہ ایک ہی نام کے دو وارث تھے یعنی علاتی پھوپھیاں اسلیے وہ مال اُنمیں برابر تقسیم ہوگیا۔

تیسری مثال میں بھی دو ثلث یعنی ۹ میں سے ٦ باپ کی طرف دیا اسکو حقیقی پھوپھی نے لیا اور اخیافی پھوپھی اُسکی وجہ سے محروم ہوئے۔ اور ایک ثلث یعنی ۹ میں سے ۳ ماں کی طرف کے سب وارثوں کو دیا گیا وہ انمیں باہم برابر تقسیم ہوگیا کیونکہ وہ سب اخیافی تھے نہ مرد و عورت کا حصہ زیادہ کم ہوا نہ کسی کی وجہ سے کوئی محروم رہا۔ باوجودیکہ باپ کی طرف حقیقی پھوپھی موجود تھی مگر اخیافی مامو و خالہ کو محروم نہ کیا کیونکہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام باپ کی طرف والوں کو محروم نہیں کرسکتے اور نہ باپ کی طرف والے ماں والوں کو محروم کرتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ جب باپ کی طرف کے ذوی الارحام بھی موجود ہوں اور ماں کی طرف کے بھی تو انمیں سے ایک دوسرے کو محروم نہیں کرسکتا خواہ باپ کی طرف کتنے ہی وارث ہوں ماں کی طرف والوں سے ان کو کچھ علاقہ نہوگا اسطرح ماں کی طرف خواہ کوئی سا وارث ہو اور انکی خواہ کتنی ہی مقدار ہو باپ والوں سے کچھ بحث نہوگی بلکہ باپ کی طرف والے اپنے دو ثلث لیکر علیحدہ ہو جاوینگے اور اسی قاعدہ سے تقسیم کرینگے جو ہم نے عنقریب بیان کیا۔ اور ماں کی طرف والے اپنا ایک ثلث لیکر باہم تقسیم کرلینگے۔

۱ دیکھو صفحہ ۱۵٦ و ۱۵۷

ہمنے درجہ چہارم کو تین قسم کرکے بیان کیا ہے۔ یہاں تک پہلی قسم کا بیان ختم ہو گیا جب تک ان لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ ہوگا درجہ چہارم کی قسم دوم وسوم کو کچھ حق نہیں پہونچے گا۔ اب قسم دوم کا بیان سنو درجہ چہارم کی دوسری قسم۔ چچاؤں اور پھوپیوں کی اولاد ماموں اور خالاؤں کی اولاد بہ تفصیل ذیل

قسم دوم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی چچا کی بیٹیاں حقیقی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔ علاتی چچا کی بیٹیاں علاتی پھوپی کے بیٹا بیٹیاں۔ اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔

قسم دوم نمبر ب ماں کی طرف کے حقیقی ماموں کے بیٹا بیٹی حقیقی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ علاتی ماموں کے بیٹا بیٹی علاتی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی خالہ کے بیٹا بیٹی۔

جب ان سے پہلی قسم کا کوئی وارث موجود نہو تو مندرجہ ذیل قواعد کے موافق ان پر میراث تقسیم ہوتی ہے۔

(۱) اگر ماں کی طرف والے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف باپ کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ انکو ملجائیگا اور اگر ماں کی طرف کے یعنی نمبر ب والے بھی موجود ہیں تو دو ثلث باپ کی طرف والوں کو دیا جائیگا اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو۔

(۲) باپ کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا دو ثلث دیا گیا ہو وہ اس کو باہم تقسیم کریں لیکن ان میں سب کو حصہ نہ ملیگا بلکہ

(۳) جب حقیقی چچا کی ایک بیٹی یا کئی بیٹیاں موجود ہونگی تو باپ کی طرف کے باقی پانچوں وارث محروم رہجائینگے یہاں تک کہ حقیقی پھوپی کے بیٹے بھی محروم رہجائینگے البتہ ماں کی طرف والوں سے کچھ بحث نہوگی اسطرف والا انکو محروم کرسکتا ہے نہ نقصان پہونچا سکتا ہے۔

(۴) جب حقیقی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہو تو حقیقی پھوپی کی اولاد کو حصہ پہونچتا ہے اگر ایک آدمی ہے تو کل پر قبضہ کرلے اور دو چار ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا حصہ ملیگا عورت کو اکہرا دیا جائیگا۔

(۵) جب تک حقیقی پھوپی کا کوئی بیٹا یا بیٹی موجود ہوگا علاتیوں اور اخیافیوں کو ہرگز حصہ نہ ملیگا بلکہ علاتی چچا کی بیٹیاں بھی محروم رہیں گی اور علاتی پھوپی کی تمام اولاد بھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی کی اولاد بھی محروم رہیگی۔ غرض حقیقی پھوپی کی اولاد کے سامنے جو نمبر ۲ پر لکھے ہوئے ہیں باقی چاروں وارث محروم رہیں گے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶۔

(۶) جب حقیقی چچا کی بیٹیاں بھی نہوں اور حقیقی پھوپی کی اولاد بھی بالکل نہو اسوقت علاتی چچا کی بیٹیوں

ع؎ کما ہو ظاہر الروایۃ ۱۲

پر میراث پہونچے گی۔ اگر ایک ہی موجود ہو تو کل مال کی مستحق ہے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کرلیں
(۷) جب تک علاتی چچا کی کوئی بیٹی بھی موجود ہوگی علاتی پھوپھی کی اولاد کو کچھ حصہ ہرگز نہ ملیگا اور اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد بھی علاتی چچا کی بیٹی کے سامنے محروم رہنے کی غرض علاتی چچا کی دختر مندرجہ نمبر ۳ کے سامنے باقی تین قسم کے لوگ محروم رہینگے یعنی نمبر ۴ و ۵ و ۶۔
(۸) جب علاتی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہو تو علاتی پھوپی کی اولاد کو میراث پہونچے گی اگر اسکی اولاد میں ایک ہی شخص ہو تو کل مال پر قبضہ کرلے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا دیا جائے
(۹) جب تک حقیقی اور علاتی چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملیگا۔ اور علاتی پھوپی کی اولاد مندرجہ نمبر ۴ کی وجہ سے اخیافیوں کی اولاد یعنی نمبر ۵ و ۶ محروم رہینگے۔
(۱۰) جب علاتی پھوپی کی اولاد میں سے بھی کوئی موجود نہو تو چاروں قسم کے اخیافی مستحق ہونگے یعنی اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی اور اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی کو میراث ملیگی۔ انمیں کوئی شخص دوسرے کو محروم نہیں کرتا۔ اگر انمیں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے اور اگر دو چار موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔ اخیافی پھوپھیوں اور اخیافی چچا کی اولاد کو برابر حصہ ملیگا نہ مرد عورت کا فرق ہوگا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو محروم کریگا یعنی جس طرح نمبر اول نے دوم کو محروم کردیا تھا اور دوم نے سوم کو اور سوم نے چہارم کو یہاں ایسا نہوگا نمبر ۵ نمبر ۶ کو محروم نہ کریگا بلکہ شریک رہینگے۔
یہاں تک باپ کی طرف کے ذوی الارحام کا بیان ہوا یعنی اگر ماں کی طرف سے کوئی موجود نہو تو وہ کل مال کو لیکر مطابق قواعد مذکورۂ بالا تقسیم کرلیں اور اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام میں سے بھی کوئی موجود ہے تو ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دیکر باقی دو ثلث کو باپ کی طرف والے ان قواعد مذکورہ کے بموجب تقسیم کرلیں۔ غرض خواہ انکو کل مال پہونچے یا دو ثلث پہونچے تقسیم کرنیکے قاعدے وہی ہیں جو ابھی دس نمبر تک مذکور ہوئے۔ اگر ماں کی طرف والے بھی موجود ہوں تو باپ والے اُن سے کچھ علاقہ نہ رکھیں گے نہ انکو کسی کو محروم کرینگے اور نہ انکی وجہ سے باپ والوں میں سے کوئی محروم ہوگا بلکہ دو ثلث لیکر اسی کو باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلیں اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دیدیں وہ اُسکو مندرجہ ذیل قواعد کے مطابق تقسیم کرلیں گے اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ تقسیم میں نہ رکھینگے۔

(۱۱) اگر باپ کی طرف کے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف ماں کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ ان کو ملجائیگا۔ اگر باپ کی طرف یعنی نمبر الف والے بھی موجود ہیں تو ماں والوں کو صرف ایک ثلث پہونچے گا دو ثلث باپ کی طرف والوں کا حق ہے۔

(۱۲) ماں کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا صرف ایک ثلث پہونچا ہو وہ اُسکو باہم تقسیم کر لیں لیکن بلا تکلف ہر ایک کو حصہ نہ ملیگا بلکہ

(۱۳) جب حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد موجود ہوگی علاتیوں اور اخیافیوں کی اولاد ان کے سامنے بالکل محروم رہیگی یعنی نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ سب محروم رہیں گے۔

(۱۴) اگر ان میں سے ایک ہی آدمی موجود ہے تو ایک ثلث یا کل مال جو کچھ ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے وہ تنہا وارث لیگا اور مستحق ہوگا۔

(۱۵) اگر دو چار آدمی موجود ہیں مگر سب حقیقی ماموں ہی کی اولاد ہیں خالہ کی اولاد کوئی نہیں تو جو کچھ (کل مال یا ایک ثلث) انکو ملا ہے اسکو باہم تقسیم کریں اور مرد کو دہرا حصہ دیں عورت کو اکہرا۔ اسیطرح اگر سب وارث حقیقی پھوپی ہی کی اولاد ہوں حقیقی ماموں کی اولاد میں سے کوئی نہو تو جو کچھ (ثلث مال یا کل) ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے اسکو باہم تقسیم کر لیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا

(۱۶) اور اگر حقیقی ماموں کی اولاد بھی موجود ہے اور حقیقی خالہ کی بھی تو موجودہ لوگوں کا اعتبار نہوگا بلکہ ماموں کی تمام اولاد کو کل مال میں سے دو تہائی دیدینگے اور خالہ کی سب موجودہ اولاد کو ایک تہائی دیا جائیگا جسکو وہ حسب قاعدہ مشہور للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کر لیں گے۔

(۱۷) جب حقیقی ماموں اور خالہ کی اولاد میں سے کوئی بالکل نہو تو علاتی ماموں اور خالہ کی اولاد کو میراث پہونچتی ہے یعنی اگر باپ کی طرف والے ذوی الارحام موجود نہیں ہیں تو کل مال علاتیوں کو پہونچیگا اور اگر باپ کی طرف کے مثل پھوپی کی اولاد وغیرہ بھی زندہ ہیں تو انکو دو ثلث دینے کے بعد جو ایک ثلث ماں والوں کے لیے باقی رہے وہ علاتیوں کو پہونچے گا۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال وہی لیگا ورنہ اسکو وہ باہم تقسیم کریں۔

(۱۸) صرف علاتی ماموں کی اولاد زندہ ہے یا صرف علاتی خالہ کی زندہ ہے تو موجود مرد و عورت کا لحاظ کرکے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائیگا۔

(۱۹) اور اگر علاتی ماموں اور خالہ دونوں کی اولاد موجود ہے تو جو کچھ (یعنی ایک ثلث یا کل) والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو پہونچا ہے اُسمیں سے ماموں کی اولاد کو دہرا حصہ دیں اور خالہ کی اولاد کو اکہرا

حصہ دیں جیساکہ حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد میں عنقریب مذکور ہوا ہے۔
(۲۰) جب تک علاتیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی ماموں و خالہ کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملیگا یعنی نمبر۳ و ۴ کے سامنے نمبر ۵ و ۶ محروم رہیں گے۔
(۲۱) جب علاتیوں میں سے کوئی مرد و عورت بالکل نہو تو وہ (کل مال یا ثلث) مال اخیافیوں پر پہونچے گا اگر ایک ہی اخیافی مرد یا عورت ہے تو کل مال کا وہی مستحق ہے اور اگر کئی آدمی ہیں تو باہم برابر تقسیم کرلیں کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کا کچھ فرق نہیں ہوتا۔
فرق ہمنے نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ذوی الارحام کے چھ نمبروں میں بھی بیان کیا کہ فلاں نمبر فلاں کے سامنے محروم رہتا ہے اور یہاں نمبر ب یعنی ماں کی طرف والوں میں بھی یہی بیان کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کی طرف والوں میں نمبر اول کے سامنے دوم بھی محروم تھا اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ بھی۔ یہاں اول نمبر کے سامنے دوم محروم نہیں بلکہ دونوں شریک ہیں۔ البتہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس وہاں نمبر۳ کے سامنے ۴ و ۵ و ۶ محروم تھے یہاں نمبر۳ کے سامنے ۴ محروم نہیں بلکہ شریک ہے البتہ ۵ و ۶ محروم ہیں۔ نمبر۵ کے سامنے نمبر۶ نہ وہاں باپ کی طرف والوں میں محروم تھا نہ یہاں ماں کی طرف والوں میں محروم ہے۔ اس بارہ میں نمبر الف و نمبر ب دونوں برابر ہیں۔
یہ ذکر پھوپیوں اور چچاؤں کی اولاد کا تھا جو عصبہ نہیں ہیں ذوی الارحام ہیں اب آگے جو انکی اولاد ہو وہ بھی اسی قسم دوم میں داخل ہے اور اسکا بھی بالکل یہی حال ہے جو بیان ہوا مگر مذکورہ بالا اولاد میں اور انکی اولاد در اولاد میں فرق یہ ہے کہ مذکورۂ بالا لوگوں کے سامنے نیچے کے درجہ کی اولاد والے وارث محروم ہونگے علیٰ ہذا القیاس جس کسی صورت میں کئی درجے کی اولادیں موجود ہوں تو اوپر والوں کے سامنے نیچے کے درجے والے محروم رہیں گے۔ خواہ وہ اوپر کے درجے کی اولاد وہی لوگ ہوں جنکو ہم نے اس قسم دوم میں ذکر کیا ہے یا کوئی انکے سوا اُنسے نیچے درجے کی ہو اُنسے جو نیچے درجے والے ہوں وہ سب اُنکے سامنے محروم رہیں گے مثلاً پھوپی کی پوتی بھی موجود ہے اور پڑپوتی بھی تو پوتی کے سامنے پڑپوتی محروم رہے گی خواہ وہ پوتی اور پڑپوتی ایک ہی پھوپی کی ہوں یا ایک پھوپی کی پوتی ہو اور ایک کی پڑپوتی بہر صورت پوتی کی موجودگی میں پڑپوتی محروم ہوگی اسیطرح ماموں کے بیٹے کے سامنے پوتا محروم ہے اور پوتے کے سامنے پڑپوتا۔ اسیطرح دیگر ذوی الارحام خالہ وغیرہ کی اولاد کو خیال کرلو۔
یہ طویل بیان درجۂ چہارم کی قسم دوم کا تھا جب تک اس قسم میں سے کوئی موجود ہوگا یا انکی اولاد

کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہوگا قسم سوم ہرگز وارث نہونگے۔ اب صرف اس درجہ کی قسم سوم کا بیان باقی ہے اُسکو مختصر طریقہ سے تحریر کرکے ہم ذوی الارحام کے مشکل بیان کو ختم کرتے ہیں ؎

درجۂ چہارم کی تیسری قسم بیس ۲۰ وارث بہ تفصیل ذیل۔

باپ کی طرف کے وارث
نمبر الف۔ باپ ۱ کی حقیقی پھوپی۔ باپ ۲ کی علاتی پھوپی۔ باپ ۳ کا اخیافی چچا۔ باپ ۴ کی اخیافی پھوپی
نمبر ب۔ باپ ۱ کا حقیقی ماموں۔ باپ ۲ کی حقیقی خالہ۔ باپ ۳ کا علاتی ماموں۔ علاتی ۴ خالہ اخیافی ۵ ماموں۔ اخیافی ۶ خالہ۔

ماں کی طرف کے وارث
نمبر الف۔ ماں ۱ کی حقیقی پھوپی۔ ماں ۲ کی علاتی پھوپی۔ ماں ۳ کی اخیافی پھوپی۔ ماں ۴ کا اخیافی چچا۔
نمبر ب۔ ماں ۱ کا حقیقی ماموں۔ ماں ۲ کی حقیقی خالہ۔ ماں ۳ کا علاتی ماموں۔ علاتی ۴ خالہ۔ اخیافی ۵ ماموں۔ اخیافی ۶ خالہ

دیکھو صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲

دس نام کے وارث باپ کی طرف کے اور دس ماں کی طرف کے بیس وارث درجۂ چہارم کی قسم سوم میں داخل ہیں۔ جب درجۂ اول دوم سوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہو اور درجۂ چہارم کی قسم اول میں بھی کوئی موجود نہو اور قسم دوم میں بھی کوئی نہ رہا ہو جو عنقریب مذکور ہوئی ہے تو اس قسم سوم کے ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ انکا حال بالکل درجۂ چہارم کی قسم اول کے مانند ہے وہاں ملاحظہ کرلو یعنی۔

(۱) اگر ان لوگوں میں سے صرف ایک آدمی ہو تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔

(۲) اگر چند آدمی ہوں مگر سب ایک ہی نام کے ہوں (مثلاً باپ کے دو تین حقیقی ماموں ہوں) تو باہم تقسیم کرلیں۔

الف (۳) اگر چند نام اور چند نمبر کے آدمی ہیں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہیں تو اسی طرح تقسیم ہوگا جس طرح قسم اول کے نمبر الف میں لکھا گیا یعنی حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم رہینگے اور علاتیوں کی موجودگی میں اخیافی محروم سمجھے جائیں گے۔ ب ۳ اسیطرح اگر صرف نمبر ب موجود ہوں نمبر الف میں سے کوئی نہو تو بھی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے علاتی اور اخیافی محروم رہینگے اور علاتیوں کے سامنے صرف اخیافی محروم ہونگے یعنی نمبر اول و دوم باہم شریک اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ انکے سامنے محروم اسیطرح ۳ و ۴ باہم شریک اور ۵ و ۶ انکے سامنے محروم اور اگر ۳ و ۴ نہوں تو ۵ و ۶ باہم شریک (یہ حالت تھی) باپ کی طرف کے دو قسم کے وارثوں کی)

(۴) اگر ماں کی طرف کے وارث چند نام اور کئی نمبروں کے ہوں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہوں تو بھی حقیقی کے سامنے علاتی و اخیافی محروم یعنی نمبر اول کے سامنے دوم سوم چہارم محروم رہینگے اور دوم

نمبر کی موجودگی میں سوم وچہارم محروم لیکن سوم کی وجہ سے چہارم محروم نہوگا بلکہ برابر کا شریک رہیگا۔

(۵) اور اگر ماں کی طرف کے صرف نمبر ب والے موجود ہیں تو حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی محروم بالکل جسطرح ابھی قاعدہ ۳ میں بیان ہوا ہے (یہ حالت جب تھی کہ صرف باپ کی طرف کے یا ماں کی طرف کے وارث زندہ ہوں لیکن۔

(۶) اگر بعض وارث باپ کی طرف کے زندہ ہیں اور بعض ماں کی طرف کے تو جس طرح قسم اول کے نمبر (۶) میں مذکور ہوا ہے کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کرکے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدیں اور ایک ثلث ماں کی طرف کے تمام موجودہ ذوی الارحام کو دیدیں اب وہ باہم اسکو اسی طرح تقسیم کریں جیسا کہ قسم اول کے نمبر ۴ و ۵ میں مذکور ہوا ہے یعنی باپ والوں کو ماں والوں سے کچھ بحث نہوگی بلکہ اس اپنے دو ثلث کو اسطرح تقسیم کریں کہ حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی (جیسا کہ قسم اول نمبر ۴ میں مذکور ہوا) اور ماں والوں کو ایک حصہ دیدیں وہ اسکو باہم تقسیم کریں (جیسا کہ قاعدہ نمبر ۵ قسم اول میں ذکر ہوا) اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ نہ رکھیں یعنی جب دونوں طرف کے وارث موجود ہیں تو ایک طرف والے دوسری طرف والوں کو محروم و محجوب نہ کرینگے بلکہ باپ والے اپنے دو ثلث پر اور ماں والے اپنے ایک ثلث پر قناعت کرکے باہم تقسیم کرینگے اور خیال رکھا جائیگا کہ حقیقی کے سامنے علاتی کو اور علاتی کی زندگی میں اخیافی کو میراث نہ پہونچے۔

چونکہ یہ وارث بہت کم موجود ہوتے ہیں اسلیے ہم نے ان کو کسیقدر مجمل بیان کردیا ہے جو کافی ہے۔ اگر ان مذکورہ بالا تمام قسموں اور تمام درجوں کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہو تو باپ اور ماں کی پھوپی اور خالہ وغیرہ کی اولاد کو اسی قاعدہ سے میراث ملے گی جسطرح خود میت کی پھوپی اور چچا اور خالہ کی اولاد کو میراث ملتی تھی جسکو ہم نے قسم دوم میں بیان کیا ہے۔ **اور** اگر انکی اولاد بھی کسی درجہ میں نہو تو پھر دادا کی پھوپی اور خالہ و ماموں وغیرہ اور نانی کی پھوپی و خالہ وغیرہ کو اسطرح میراث ملیگی جسطرح اسی قسم سوم میں ذکر کیا جو ابھی ختم ہوئی ہے لیکن چونکہ نہ یہ وارث کسی کے زندہ ہوتے ہیں اور نہ کہیں انکی میراث کا مسئلہ پیش آتا ہے لہذا ہم نے زیادہ ذکر فضول سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

گزارش جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا ہے مناسب تو ذوی الارحام کے ذکر کو چھوڑ دینا تھا لیکن مختصر طور پر ذکر کرنیکا ارادہ ہوگیا تو میری فضول اور بے جوڑ عبارت نے اس بیان کو بہت طویل کردیا۔ ہر چند مختصر کرنا چاہا مگر یہ خوف ہوا کہ کوئی بھی نہ سمجھیگا اسلیے طول کو اختیار کیا یہ بحث مشکل ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ یہ اوراق جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں عام لوگوں کے لئے فضول ہونگے مگر بایں خیال کہ شاید

کسی کو نفع ہوپنچ جائے اِن کو خارج کرنا مناسب[1] نہ سمجھا۔
احقر نے تا مقدور خود اسکو عام فہم طریقہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے زیادہ عام فہم بنانے پر ذہن قادر نہ تھا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی بات کو بیان کرکے سمجھتا ہے کہ اس سے زیادہ اختصار و سلاست ممکن نہیں مگر دوسرا شخص ایسی آسان و مختصر عبارت میں اسکو ادا کر دیتا ہے کہ پہلا شخص بشرط انصاف مان جاتا ہے کہ بیشک میرا قصور تھا۔ لیس اگر کوئی صاحب توجہ فرماکر اس سے زیادہ عام فہم طرز اور مختصر الفاظ میں اس بیان ذوی الارحام کو تحریر فرماکر احقر کے پاس بھیجدیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط حیات ڈیڑھ سال کے بعد جب احقر اس کتاب پر نظر ثانی کرکے دوبارہ مرتب کریگا بجائے اس بیان کے انکی تحریر فرمودہ بحث کتاب میں داخل کرکے انکا نام نامی ظاہر کر دیگا کیونکہ احقر کو مؤلف کہلانیکا شوق نہیں عام لوگوں کو سمجھانے کی آرزو ہے والحمد للہ علیٰ فضلہٖ

---

[1] امید ہے کہ طالب علمان عربی کو اس بحث سے نفع پہونچے گا۔ ۱۲

ساتواں باب

فصل اول حصے نکالنے اور سہام لگانے کے طریقے

جب ہر قسم کے وارثوں کی میراث کا حال اور ہر شخص کے مفصل حصے بیان ہو چکے تو مناسب ہے کہ اب میراث کو تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا عام فہم قاعدہ اور طریقہ بھی لکھا جائے تاکہ بعد ملاحظہ بیانات سابقہ کے ہر شخص بآسانی حصے لگانے پر قادر ہو جائے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وارثوں میں سب سے مقدم اور مستحق ذوی الفروض ہیں ان کے حصے شریعت میں مقرر ہیں انکے حصے پورے دیے جانیکے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ عصبات کو ملتا ہے اور جب ان ہر دو قسم میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ملتا ہے جن کا درجہ سب سے گھٹا ہوا ہے۔ ذوی الفروض کو جو حصے ملتے ہیں وہ یہ چھ حصے ہیں۔

سدس یعنی چھٹا۔ ثلث یعنی تہائی۔ دو ثلث۔ ثمن یعنی آٹھواں۔ ربع۔ نصف۔

ان کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں۔ یعنی جب کسی ذوی الفروض کو حصہ ملتا ہے تو ان چھ ہی میں سے کوئی نہ کوئی ملتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور حصہ ملجائے مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی ذوی الفروض کو پانچواں حصہ یا ساتواں حصہ ملجائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان حصوں سے کم یا زیادہ مل جائے مثلاً یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ذوی الفروض کو نواں حصہ یا دسواں یا بارھواں حصہ مل جائے کیونکہ ان میں سب سے چھوٹا اور کم حصہ آٹھواں ہے اس سے کم کسی کو نہیں مل سکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان حصوں سے زیادہ کسی کو مل جائے مثلاً سب سے بڑا حصہ انمیں دو ثلث ہے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی وارث کو اس سے زیادہ مل جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تین ربع دیا جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کل[1] دیا جاوے۔ اب ایک نقشہ لکھا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ان مذکورہ بالا چھ حصوں میں سے کونسا حصہ کس کس شخص کو ملتا ہے۔

[1] البتہ رد اور عول کی صورتوں میں زیادہ کم دیا جاتا ہے لیکن وہاں فی الحقیقت حصہ نہیں بدلتا کما لایخفی علی العلماء ۱۲

نقشہ نمبر ۶ مشتمل بر شش حصہ مقرر شدہ برائے ذوی الفروض مع تفصیل مستحقین

نمبر	نام حصہ	تفصیل مستحقین حصہ مع تشریح مختصر
۱	نصف ۵ وارثوں کو ملتا ہے	[۱] شوہر کو ملتا ہے جبکہ مرنیوالی زوجہ کے اولاد نہو۔ [۲] بیٹی کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور بھائی اُسکے ساتھ نہو [۳] پوتی کو ملتا ہے جبکہ میت کے بیٹا اور بیٹی اور پوتا وغیرہ موجود نہو [۴] ہمشیرہ کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور میت کے بیٹا بیٹی کوئی نہو اور باپ بھی [۵] علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہو۔
۲	ربع ۲ دو وارث مستحق ہیں	[۱] زوجہ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہو [۲] شوہر مستحق ہے جبکہ زوجہ کی اولاد ہو
۳	ثمن ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہے جبکہ شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ موجود ہو۔
۴	دو ثلث چار وارثوں کو ملتا ہے	[۱] بیٹیوں کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بھائی کیساتھ عصبہ نہوں [۲] پوتیوں کو ملتا ہے جبکہ بیٹیاں موجود نہوں اور پوتا بھی نہو [۳] حقیقی بہنیں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو انکو ملتا ہے بشرطیکہ میت کی اولاد اور باپ دادا نہو [۴] علاتی بہنوں کو ملتا ہے جبکہ حقیقی بہنیں نہوں بشروط مذکورہ صدر
۵	ثلث ۲ دو وارث مستحق ہیں	[۱] والدہ کا حق ہے جبکہ میت کے اولاد نہو اور دو بھائی بہن بھی نہوں۔ [۲] اخیافی بہن کو ملتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ ہوں
۶	سُدس یعنی چھٹا حصہ (۴ چار وارث پاتے ہیں)	[۱] باپ کو ملتا ہے جبکہ میّت کے اولاد ہو۔ [۲] والدہ کو ملتا ہے جبکہ میت کے اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہوں [۳] اخیافی بھائی اگر صرف ایک ہو تو اسکو ملتا ہے۔ [۴] اخیافی بہن کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو

یہی چھ حصے ہیں جو مختلف حالتوں میں ذوی الفروض کو ملتے رہتے ہیں اسکی پوری تشریح ذوی الفروض کے مذکورہ سابقہ حالات کو پڑھنے سے ہو جائیگی۔

عصبات اور ذوی الارحام کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب سے مقدم اور قریب عصبے کو اور اگر عصبہ موجود نہو تو سب سے قریب ذوی الارحام کو پہونچتا ہے چنانچہ یہ بات پوری تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

پس اگر کسی شخص کے ان تینوں قسموں میں سے صرف ایک ہی وارث ہو تو (بعد تجہیز و تکفین مورث واداے دین واجراے وصیت) جو کچھ مال باقی رہا ہے وہ اس وارث کو ملجائیگا خواہ وہ ایک وارث ذوی الفروض ہو یا عصبہ یا ذوی الارحام نہ کچھ ضرورت تقسیم کرنیکی ہے نہ حصہ لگانے کی

مثلاً مسئلہ ۱ زید مرا — والدہ ۱ ۔ مسئلہ ۱ عمر مرا — بیٹا ۱ ۔ مسئلہ ۱ خالد مرا — بھانجا ۱

اور اگر ایک وارث نہیں بلکہ چند ہیں لیکن سب ایک ہی نام کے ہیں (یعنی سب کے رشتہ کا ایک ہی نام ہے مثلاً چار بہنیں ہیں یا پانچ پوتے ہی پوتے ہیں یا تین ماموں ہی ماموں ہیں) جب بھی کچھ دقت نہیں انکی جسقدر تعداد ہو اسیقدر سہام کر کے ایک ایک سہام سب کو دیدو خواہ وہ ذوی الفروض ہوں یا عصبہ یا ذوی الارحام

مثال ذوی الفروض کی مسئلہ ۳ زوجہ زوجہ زوجہ ۱ ۱ ۱ ۔ مسئلہ ۳ بیٹی بیٹی بیٹی ۱ ۱ ۱ ۔ ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ ۱ ۱ ۱

مثال عصبات کی مسئلہ ۴ بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا ۱ ۱ ۱ ۱ ۔ مسئلہ ۳ بھائی بھائی بھائی ۱ ۱ ۱ ۔ ۳ چچا چچا چچا ۱ ۱ ۱

مثال ذوی الارحام کی ۳ نواسا نواسا نواسا ۱ ۱ ۱ ۔ ۳ بھانجا بھانجا بھانجا ۱ ۱ ۱

قاعدہ

عصبات اور ذوی الارحام میں جسجگہ مرد و عورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہیں (مثلاً بیٹی بیٹے کے ساتھ۔ بہن بھائی کے ساتھ۔ بھانجی بھانجے کے ساتھ۔ نواسی نواسے کے ساتھ) تو وہاں اُن مرد و عورتوں کو ایک ہی نام کے وارثوں کے مانند سمجھتے ہیں اور مرد کا دُہرا عورت کا اکہرا حصہ خیال کر کے جس قدر سہاموں کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہیں۔ **مثلاً**

بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی — یہاں ہمنے بیٹے اور بیٹی کو دو قسم کے وارث نہیں سمجھا
بلکہ ایک ہی نام کے وارث سمجھکر بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین ہر ایک بیٹے کو بجائے
دو بیٹیوں کے سمجھکر گیارہ سہام پر ترکہ تقسیم کرکے مردوں کو دو دو حصے دیے عورتوں کو ایک ایک یا

مثلاً مسئلہ ۹ نواسا نواسا نواسا نواسی نواسی نواسی — یہاں بھی سب کو ایک قسم کے وارث سمجھکر
مرد کے لئے دو اور عورت کے لیے ایک حصہ تجویز کرکے کل مال کے نو سہام بناکر تقسیم کردیا۔ بس یہی حال
سمجھو جبکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ ہوں یا پوتے کے ساتھ پوتیاں عصبہ بن جائیں، یا
بھانجے کے ساتھ بھانجیاں وارث ہوں،

اور اگر مختلف رشتہ دار ہیں تو دیکھو کہ اُنمیں ذوی الفروض صرف ایک ہی یا چند آدمی ہیں اگر
ایک ہی ذوی الفروض ہے تو اُسکا جو کچھ حصہ ہے اُسی کے موافق سہام مقرر کرکے ایک اسکو دیدو اور
باقی عصبات کو دیدو۔ مثلاً آٹھویں حصے والی ذوی الفروض ہے تو ترکے کے آٹھ حصے کرکے ایک اسکو
دیدیا باقی عصبات کو دیدو مسئلہ: زوجہ تین بیٹے — یا چھٹے حصہ والا ذوی الفروض ہے چھٹا اُسکو دیکر باقی عصبات کے لیے
چھوڑ دو مسئلہ: اخیافی بھائی دو چچا — آپ نے جو کچھ ذوی الفروض کے حصے سے باقی ماندہ عصبات کو دیا ہے
وہ اس کو حسب قاعدہ باہم برابر[1] تقسیم کرلینگے۔ اور اگر کئی آدمی ذوی الفروض ہیں یا سب ذوی الفروض
ہیں عصبہ کوئی بھی نہیں تو ایک خط کھینچکر اُسکے نیچے سب وارثوں کو لکھو جو بوقت مرنے مورث کے زندہ تھے
اور پہلی فصلوں میں دیکھکر ہر ایک ذوی الفروض کا حصہ مقررہ اُسکے نیچے لکھتے جاؤ اور دیکھو کہ سب کو حصے
ملنے کے بعد کچھ باقی رہا ہے یا نہیں اگر باقی رہا ہے تو وہاں جو کوئی عصبہ ہے اُسکو دیدو اور اگر باقی نہیں رہا
تو عصبے کے نیچے لفظ محروم لکھدو (اور پھر غور سے حاجب محجوب کی بحث دیکھ لو شاید انمیں کوئی وارث محجوب
ہو اور تم نے غلطی سے حصہ دیدیا ہو، اور اگر دو تین عصبے ہوں تو یہ بھی دیکھ لو کہ انمیں کون مقدم اور قریب ہے
جو قریب و مقدم ہے اسکو ذوی الفروض سے بچا ہوا دیدو اور بعید عصبے کو محروم لکھدو۔

اب ان باتوں کو ایک مثال میں سمجھو جس میں سب وارث ذوی الفروض ہی ذوی الفروض
ہیں۔ ایک عورت کا انتقال ہوا اُس نے چار وارث چھوڑے والدہ دختر پوتی شوہر ہم نے ایک
خط کھینچکر اُس کے نیچے چاروں وارثوں کو لکھا

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

اور پھر ذوی الفروض
کے مفصل حالات اور نقشوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب میت کے اولاد ہوتی ہے تو شوہر

[1] اگر کوئی عورت ساتھ ہوگی تو اسکو اکہرا حصہ دینگے مثلاً بھائی کے ساتھ بہن یا پوتے کے ساتھ پوتی ۱۲

کو چوتھا حصہ ملتا ہے اور والدہ کو چھٹا ہی حصے ان دونوں کے نیچے ہمنے لکھدیے پھر دیکھا کہ جب دختر تنہا ہوتی ہے تو اسکو نصف ترکہ ملتا ہے وہی اُسکے نیچے لکھا۔ پوتی کے حالات میں لکھا ہے کہ اگر میت کی ایک بیٹی موجود ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے اسلیئے ہمنے چھٹا حصہ پوتی کے نام کے نیچے لکھدیا بس میت کا کل ترکہ تقسیم ہوگیا۔ اسکے بعد **دوسری** مثال پر غور کرو جسمیں عصبہ بھی موجود ہے۔ ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے ایک زوجہ دو دختر ایک نانی ایک بھائی چھوڑا۔ ان سب وارثوں کا نام ہمنے ایک خط کے نیچے لکھا ذوی الفروض کے مفصل حالات اور حصوں کے موافق زوجہ کو آٹھواں دو بیٹیوں کو دو ثلث نانی کو چھٹا حصہ دیا۔ اسکے بعد جو کسی قدر مال باقی رہگیا وہ بھائی کو دیا جو عصبہ ہے۔

بھائی	نانی	دو دختر	زوجہ
باقی	چھٹا	دو ثلث	آٹھواں

یہاں بھی مسئلہ حل ہوکر ترکہ تقسیم ہوگیا **تیسری** مثال کو بھی اسیطرح سمجھ لو جسمیں عصبہ موجود ہے لیکن کچھ مال ذوی الفروض سے باقی نہیں رہا اسلیئے محروم ہی

چچا	ہمشیرہ اخیافی	والدہ	شوہر
محروم	سدس	ثلث	نصف

کیونکہ حسب قاعدہ نصف شوہر کو ملا۔ ایک ثلث والدہ کو اور چھٹا حصہ اخیافی ہمشیرہ کو یہ ثلث اور چھٹا ملکر بھی نصف ہوگئے نصف شوہر نے لیا نصف اِن دونوں نے بس ترکہ کا فیصلہ ہوگیا اور چچا صاحب جو عصبہ تھے خالی رہ گئے۔

ابھی ہمکو بہت سی مثالیں بیان کرنا باقی ہیں لیکن اُنسے پہلے آپ اس ضروری بات پر خیال کریں کہ ان تین مثالوں میں آپ نے حصے بھی لگادیے اور ترکہ تقسیم کردیا اور بلا شبہہ اس قدر معلوم ہوجانا بھی بہت غنیمت اور بڑا بھاری علم ہے **لیکن** یہ بات ابھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان تینوں مثالوں میں کل ترکہ کو کتنے سہام بناکر وارثوں پر تقسیم کریں۔ مثلاً پہلی مثال میں ہمنے چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو نصف دختر کو چھٹا پوتی کو دیا ہے اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ کل ترکہ کو کتنے سہام کرکے ان لوگوں پر تقسیم کریں اور جس کو نصف پہونچا ہے اُسکو کس قدر سہام دیں اور جس کو چھٹا پہونچا ہے اُسکو کس قدر اور جسکا حصہ ربع ترکہ ہے اُسکو کتنے سہام دیں۔ بس اسی بات کو خوب غور سے سنو۔

ہمنے یہ بتلا دیا تھا کہ جس جگہ صرف ایک وارث ہو یا ایک نام کے چند وارث ہوں وہاں کچھ جھگڑا تقسیم میں نہیں رہتا بلکہ جس قدر آدمی ہوتے ہیں اسیقدر سہام بناکر ایک ایک حصہ سب کو دیدیتے ہیں اس لیے ہم اُس قاعدہ کو نہیں دُہراتے بلکہ اُسی صورت کی مذکورہ بالا تین مثالوں کو سمجھاتے ہیں جہاں مختلف وارث ہوں۔ پہلی مثال میں اگر ہم کل مال کے تین سہام کرکے آدھا سہام والدہ کو دیں آدھا پوتی کو اور ڈیڑھ سہام بیٹی کو اور پونا سہام شوہر کو تب بھی میراث بخوبی تقسیم ہوجائیگی اور جسکا جتنا حق تھا اُسکو

لہ یعنی ایک سہام میں سے تین ربع یعنی کل مال کا چوتھا حصہ ۱۲

بچایگا کیونکہ تین سہام میں سے پونا سہام شوہر کو ملا تو چوتھا حصہ مل گیا اور والدہ اور پوتی کو نصف نصف سہام ملا تو چھٹا حصہ ہر ایک کو پہونچا اور تین سہام میں سے ڈیڑھ سہام پوتی کو ملا تو نصف مال ملگیا لیکن حصوں کو توڑ توڑ کر دینا پڑا اور فرائض میں **یہ قاعدہ ہے** کہ مال کے اتنے سہام بناتے ہیں جنکو تقسیم کرنیں توڑنا نہ پڑے اور ہر شخص کو سالم سہام ملجائیں پس ہمنے سوچا کہ شاید اس صورت میں چار سہام کرکے تقسیم کرنیسے پورا پورا سہام ملے لیکن غور سے دیکھا تو یہاں اور بھی زیادہ ٹکڑے کرکے تقسیم کرنا پڑتا ہے اور پانچ میں بھی یہی خرابی ہے تو چھ سہام کرکے تقسیم کرنا چاہا تو وہاں شوہر کو ڈیڑھ سہام دینا پڑتا اسیطرح سات سہام آٹھ سہام نو سہام دس سہام گیارہ بارہ سہام کرنیں کسی طرح بلا توڑنے سہام کے تقسیم نہیں ہوسکتا لہذا تیرہ سے تقسیم کرنا چاہا تو ایسی طرح تقسیم ہوگیا کہ سہام کو توڑنا نہ پڑا اور حصہ ہر شخص کا پورا مل گیا یعنی کل مال کے تیرہ ۱۳ سہام کرکے بارہ ۱۲ میں سے چوتھا حصہ یعنی تین سہام شوہر کو دیے چھٹا حصہ یعنی دو سہام والدہ کو اور اسی قدر پوتی کو دیے اور بارہ میں سے نصف حصہ یعنی چھ سہام بیٹی کو دیے بس کل مال کا فیصلہ ہوگیا اور سہام میں کسر نہ واقع ہوئی یعنی کوئی حصہ توڑنا نہیں پڑا

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

اب ہر جگہ یہی قاعدہ سمجھ لو کہ اول ایک خط کے نیچے وارثوں کو لکھ کر اُن کے حصے لگا دو اور پھر دیکھو کہ کتنے سہام کرنے سے بلا تکلف مال تقسیم ہوتا ہے اور سہام کو توڑنا نہیں پڑتا جتنے سہام کرنے کے بعد مطلب حاصل ہوتا ہو اسیقدر سہام خط کے اوپر لکھکر حصوں کے مطابق ہر ایک وارث کے سہام بھی اسکے نیچے لکھدو اور سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جسمیں سے سب سہام نکل آویں بس اسی کو تقسیم کا ذریعہ بنالو چنانچہ دیکھو قبل ازیں جو ہم نے دوسری مثال لکھکر حصے لگائے تھے وہ یہ تھی

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

یہاں ہر چند غور کیا گیا مگر کوئی تعداد سہام کی ایسی خیال میں نہ آئی کہ حصے پورے مل جائیں اور سہام توڑنے کی نوبت نہ آئے۔ بہت سے عددوں میں امتحان کرکے دیکھا لیکن توڑ کر حصہ لگانا پڑتا ہے دو میں بھی تین میں بھی چار پانچ میں بھی اب ہم نے سمجھا کہ چھ سے بلا تکلف تقسیم ہوجائیگا اس لئے دو ثلث یعنی چار سہام دختروں کے نیچے لکھدیے اور چھ میں سے ایک سہام نانی کے نیچے لکھدیا لیکن جب زوجہ کو آٹھواں حصہ دینا چاہا تو پھر وہی خرابی پیش آئی سہام توڑنے پڑے یعنی پونا سہام زوجہ کو ملتا ہے اب ہوش آیا کہ چھ سہام کرکے بھی تقسیم نہیں ہوسکتا آگے چلے تو سات میں بھی مدعا نہ بر آیا نہ آٹھ میں نہ نو میں اسی طرح

ف سہام تیرہ بنا دینگے اور تقسیم کرنیکے لیے حساب بارہ سے لگا دینگے کیونکہ ایک سہام صرف عول کے لئے بڑھا ہے یہ مثال بہت بےموقع لکھی گئی آیندہ اسکی جگہ صاف مثال لکھی جائیگی اس وقت اسکو خارج کرنا دشوار تھا۔

ہر ایک عدد کو دیکھا اور بڑھتے بڑھتے بیس سہام بھی کرکے دیکھ لئے لیکن یہی بات نصیب نہ ہوئی کہ سہام ٹوٹنے نہ پڑے اور مال حصہ رسد سب کو پہونچ جائے بیس سے آگے اکیس بائیس تئیس سہام کئے مگر وہی سہام ٹوٹنے کی خرابی بدستور رہی، دل گھبرا گیا مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور چوبیس کو آزمایا تو سارا عقدہ حل ہو گیا اور پورے پورے سہام پہونچکر مال تقسیم ہو گیا۔

زوجہ	دو دختر	[illegible]	چچا
ثمن	دو ثلث	چھٹا	باقی

اب ہماری ہمت بندھ گئی اور قاعدہ معلوم ہو گیا تیسری **مثال** جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اس کا ترکہ تقسیم کرنے کے لئے دو چار عدد کو آزماکر دیکھ لیا اور چھ سہام کرنے سے بلاتکلف وہ ترکہ تقسیم ہو گیا

شوہر	والدہ	حقیقی بہن	چچا
نصف	ثلث	چھٹا	محروم باقی

چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد کوئی سہام باقی نہیں رہا تھا اسلئے چچا محروم رہ گئے۔

اعتراض سہام کا باقی رہنا نہ رہنا تو سہام لگانے والے کی مرضی پر موقوف ہوا دیکھئے اگر آپ اسی موقع پر سات سہام کرکے تقسیم کر دیتے تو ضرور ایک سہام چچا کے لئے باقی رہ جاتا

جواب نہیں گھٹانا بڑھانا کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصوں کے لحاظ سے ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں سے ذوی الفروض کو پورا پورا حصہ مل جائے اور سہام کو توڑنا نہ پڑے بس جو عدد ہمکو سب سے پہلے ایسا ملجائے گا وہیں ٹھہر جانا لازم ہے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے اگر بڑھیں گے تو غلطی ہوگی کیونکہ اصل تو وہ حصے ہیں جو ہم نے وارثوں کے نام کے نیچے لگا دیے ہیں جب اُن میں گنجائش نہیں تو سہام بڑھانا حماقت ہے کیونکہ سہام تو اُن ہی حصوں کے موافق کئے جاتے ہیں جو وارثوں کے لئے مقرر کرکے اُن کے نیچے لکھے گئے ہیں اب سہام بے قاعدہ بڑھائے جائینگے تو ذوی الفروض کا حصہ گھٹ جائیگا یا یہ سہام بڑھانا فضول جائیگا۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا مثال میں اگر چھ کی جگہ سات سہام بنادیں اور ان میں سے ایک چچا کو دیدیں اور تین شوہر کو دو والدہ کو ایک بہن کو تو سب کا حصہ گھٹ جائے کسی کو بھی حصہ شرعی نہ پہونچے کیونکہ شوہر کو سات میں سے تین دیے تو آدھا ترکہ نہ پہونچا والدہ کو دو دیے تو ثلث نہ پہونچا بہن کو ایک دیا تو چھٹا حصہ نہ پہونچا بلکہ ساتواں حصہ پہونچا اور اگر سب کے حصے پورے دیدیں یعنی نصف شوہر کو ثلث والدہ کو چھٹا بہن کو تو کل مال ختم ہو جائے یہ سہام بڑھانا بیکار جائے۔

اب ہم چند مثالیں مختصر تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں جس سے آپ کے ذہن میں یہ قاعدہ بخوبی جم جائیگا کہ ذوی الفروض کے حصے لگانے کے بعد ایسا عدد تلاش کرلیتے ہیں جس سے یہ سب حصے بخوبی نکل آویں اور سہام ٹوٹنے نہ پائے اور سب سے پہلے جو عدد ملجاتا ہے اُس سے آگے نہیں بڑھتے اسی قدر سہام بناکر

تقسیم کر دیتے ہیں۔

مثال ۴ جسمیں دو عصبے موجود ہیں ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال قریب کو ملا بعید محروم رہا

شوہر	والدہ	دختر	بھتیجا	چچا
ربع	چھٹا	نصف	باقی	محروم

اس میں ذوی الفروض کے حصے نصف اور ربع اور چھٹا ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بارہ کے سوا کوئی عدد ایسا نہیں جس سے بلا توڑنے سہام کے پورا پورا حصہ تمام مستحقوں کا نکل آوے

مثال ۵ جسمیں دو عصبے ایک نام کے موجود ہیں لہذا ذوی الفروض سے باقی ماندہ دونوں پر تقسیم کر دیا گیا

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
چھٹا	نصف	باقی	

یہاں ہم نے والدہ کے نیچے چھٹا اور بیٹی کے نیچے نصف لکھا اور باقی دونوں بھتیجوں کے نیچے لکھدیا اور پھر غور کیا کہ ایسا کونسا عدد ہے کہ اسمیں سے چھٹا والدہ کو اور نصف بیٹی کو مل جائے اور سہام توڑنا نہ پڑے دو تین چار پانچ چھ کو امتحان کرنے سے سمجھ میں آگیا کہ چھ سے ہمارا مدعا برآویگا اس لئے کل مال کے چھ سہام کر کے چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کو نصف یعنی تین سہام بیٹی کو اور باقی ماندہ یعنی ایک ایک سہام ہر دو بھتیجوں کو مل گیا۔

سوال جس طرح آپ نے چھ سہام کر کے اس مال کو تقسیم کیا ہے اسیطرح بارہ سہام بنا کر بھی آپ اسکو بلا تکلف تقسیم کر سکتے ہیں دیکھیئے

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
۲	۶	۲	۲

اور صرف بارہ ہی نہیں بلکہ اٹھارہ اور چوبیس اور تیس اور چھتیس واڑتالیس سہام سے بھی ایسی طرح تقسیم ہو سکتا ہے کہ سہام کو توڑنا نہیں پڑتا اور ہر ایک وارث کا پورا پورا حصہ ملجاتا ہے مثلاً ۳۶

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
۶	۱۸	۶	۶

پس چھ کے عدد کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جس عدد سے تقسیم کر دیں صحیح ہو جائے گا

جواب بلا شبہ چھ کے سوا دوسرے عددوں سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے اور چھ سے دو چند سہ چند چہار چند بنا لینے میں بھی سہام نہیں ٹوٹتا بلکہ پورا تقسیم ہوجاتا ہے لیکن شاید آپ کو یاد ہو کہ ہمنے پہلی مثال کو سمجھانے کے بعد ہر جگہ مقررشدہ حصوں کے سہام لگانے کا قاعدہ سمجھاتے ہوئے عرض کیا تھا کہ "سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جسمیں سے سب حصے پورے نکل آویں اُسی کو تقسیم کا ذریعہ بناؤ"۔ جیسا آپ نے بتلایا ہے اس موقع پر چھ کے سوا بہت عدد ایسے ہیں جو اس ترکہ کو تقسیم کر دیں اور سہام توڑنا نہ پڑے لیکن سب سے پہلا عدد اُنکو نہیں کہہ سکتے۔ پوری طرح تقسیم کرنیوالا سب سے پہلا عدد چھ ہے اسی لئے بقاعدہ فرائض اس مثال میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری ہے اور دیگر مثالوں میں بھی

جو سب سے چھوٹا اور سب سے پہلا عدد پوری طرح تقسیم کرنیکی قابلیت رکھتا ہو وہی لیا جاویگا۔ اگر اس سے بڑا عدد لیکر بھی کوئی تقسیم کرے تو حصے سب کو پورے ملجائینگے لیکن فرائض کے قاعدے سے جو شخص واقف ہوگا وہ کہیگا کہ غلط تقسیم کیا ہے اسلیئے کہ فرائض میں جیسا اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی سہام توڑنا نہ پڑے بلکہ ہر وارث کے حصہ میں پورا سہام آوے خواہ ایک سہام آوے یا دو یا دس بیس اسیطرح یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ سہام فضول اور بے فائدہ نہ بڑھ جائیں جہانتک ممکن ہو اختصار رہے پس اسی مثال میں جسجگہ ہم چھ سہام بناکر تقسیم کر آئے ہیں اگر آپ بارہ یا اٹھارہ یا چوبیس یا تیس وغیرہ سہام بناکر تقسیم کریں تو آپ نے فضول سہام بنائے کیونکہ تقسیم کرنے کے لئے تو چھ سہام بنالینا ہی کافی تھا جو سب سے چھوٹا اور مختصر عدد ہے۔

مثال ۷۔ جسمیں عصبات مرد وعورت ہیں ؎ والدہ والد بیٹا بیٹی والدہ اور والد کا چھٹا چھٹا حصہ مقرر تھا اسلیئے کل ترکہ کے چھ سہام مقرر کیے تاکہ انکا حصہ مل جائے اور سہام نہ ٹوٹے والدین کا حصہ دینے کے بعد جو چار باقی رہے وہ میت کے بیٹا بیٹی کو دیدیے کیونکہ وہ عصبہ ہیں اور ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ لیکر بقاعدہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم کرتے ہیں۔

فائدہ اور قاعدہ۔ اگرچہ ہم نے سہام مقرر کرنے کے لئے مختصر بات بتلادی ہے کہ تم کو سب سے پہلے جو سب سے چھوٹا ایسا عدد مل جائے جسمیں سے سب حصے پوری طرح بلا ٹوٹنے سہام کے نکل آویں بس اسی قدر سہام بناؤ اور تقسیم کردو چنانچہ یہاں تک سب مثالوں میں اسیطرح سہام مقرر کرکے تقسیم کردیا گیا لیکن اس میں آپ کو ہر ایک عدد کو دیکھنا اور امتحان کرنا پڑتا ہے کہ شاید فلاں عدد سے تقسیم ہوجائے اور شاید فلاں سے مثلاً کسی جگہ خیال کروگے کہ شاید پانچ سہام بناکر بلا تکلف تقسیم ہوجائے کسی جگہ سات کو آزماکر دیکھوگے کہیں دس اور پندرہ سہام پر خیال دوڑاؤگے اس طرح بہت حیران ہونا پڑیگا لہذا یاد رکھو کہ ترکہ کو پوری طرح تقسیم کرنے والے یہ عدد ہیں ۲ اور ۳ اور ۴ اور ۶ اور ۸ اور ۱۲ اور ۲۴ جب ضرورت ہوان سب کو امتحان کرکے دیکھ لینا کسی ایک میں سے بالضرور سب حصے پورے نکل آوینگے اور سہام توڑنے کی ضرورت نہوگی باسانی ترکہ تقسیم ہوجائیگا۔

مثال ۸۔ جسمیں بہت ذوی الفروض ہیں اور عصبات مرد وعورت ہیں۔ ۲۴ زوجہ دختر والدہ ثمن نصف چھٹا پوتی بھائی بہن چھٹا ہر ایک وارث کے نیچے اس کا حصہ مقررہ لکھا اور بہن بھائی کے نیچے باقی لکھ دیا اس کے بعد سہام تجویز کرنے کے لئے مناسب عدد کو تلاش کیا تو زیادہ حیران ہونا نہیں پڑا

بلکہ صرف مذکورۂ بالا چند عددوں میں غور اور امتحان کیا اور سب سے اخیر میں چوبیس کے عدد نے اس مشکل کو حل کر دیا یعنی چوبیس سہام بنا کر تیئس ۲۳ سہام ذوی الفروض کے حصوں میں خرچ کر دیے باقی ایک رہا وہ میت کے بہن اور بھائی دونوں کا حق ہے اسی ایک سہام میں دونوں شریک رہیں گے اسی ایک سہام کے تین ٹکڑے کر کے دو ٹکڑے بھائی کو دیے جائیں گے ایک بہن کو۔[له]

فصل ۴ عول یعنی سہام بڑھانے کا بیان

بعض دفعہ وجود وارث اس قدر حصوں کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ کل مال میں اُن حصوں کی گنجائش نہیں ہوتی اگر بعض وارثوں کا حصہ پورا دیدیں تو دوسروں کے حصہ میں خلل آجائے یا بالکل محروم رہ جائیں اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی عدد ایسا نہیں نکلتا جسمیں سے یہ سب حصے پوری طرح نکل آئیں اور سہام توڑنا بھی نہ پڑے۔ اب اس دشواری کو ایک مثال میں سمجھو پھر اسکے حل کرنے کا قاعدہ بتلایا جائے گا۔

مثال شوہر — دو حقیقی بہن — دو اخیافی بہن

اس مثال میں اول تو حصے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ تمام مال اُن کے لئے کافی نہیں اسلئے کہ جب دو ثلث حقیقی بہنوں کو دیا اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو تو کل مال ختم ہو گیا اب شوہر کو کہاں سے دیں اسلئے کہ ایک ثلث اور دو ثلث ملکر مال تمام ہو جاتا ہے اب شوہر کو نصف دینے کی گنجایش نہیں۔ اور اگر شوہر کو نصف اور اخیافی بہنوں کو ثلث دیدیں تو آگے صرف چھٹا حصہ باقی رہ جاتا ہے حقیقی ہمشیروں کو دو ثلث کس طرح دیا جائے اور اگر ان سب وارثوں کے نیچے حسب قاعدہ انکے حصے بھی لکھدیں تو دوسری مشکل اور دشواری یہ ہے کہ ایسا عدد کوئی بھی نہیں ملتا جس میں سے یہ حصے پوری طرح تقسیم ہو جائیں جو عدد تجویز کرتے ہیں اور جتنے سہام بنا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اسی میں غلطی ہو جاتی ہے مثلاً چھ سہام بناویں اور جن کا دو ثلث حصہ تھا انکو چار سہام دیدیں اور ایک ثلث والے وارثوں کو دو سہام دیدیں تو جس کا نصف حصہ مقرر تھا وہ محروم ہو جائے اور اگر نصف کے مستحق کو تین سہام دیدیں تو دوسرے مستحقوں کو کیسے پورا حصہ دیں اسکے سوا بارہ ۱۲ یا چوبیس ۲۴ یا آٹھ وغیرہ سہام بنائیں یا بالفرض نو دس پندرہ سہام بنا ڈالیں پھر بھی وہی خرابی موجود ہے اور کوئی صورت ٹھیک نہیں بیٹھتی۔

له ہم نے مختصر کر دیا ہے اگر کل سہام ۷۲ بہتر تو بہن بھائی کا حق ۳ سہام توڑنا نہ پڑے دو بھائی کو ملیں ایک بہن کو ۱۲۔

اس مشکل کو حل کرنے کا **عمر** رضی اللہ عنہ نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے اسکو **عول** کہتے ہیں جس کو اب ہم سمجھانا چاہتے ہیں۔

جس جگہ کہیں اس قسم کی دشواری پیش آوے (یعنی میت کا مال حصوں کے لئے کافی نہو اور کوئی عدد ان کو تقسیم کرنے والا نہ ملے) وہاں مال کے کافی نہونے کا لحاظ نہیں کرتے اور سب وارثوں کے نیچے اُن کے پورے حصے مقرر شدہ لکھ دیتے ہیں اور پھر حسب قاعدہ سب سے چھوٹا اور کم مقدار والا ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں سے سب وارثوں کے حصے نکل آویں اور سہام توڑنے کی حاجت نہو اسی عدد کے حساب سے ہر ایک وارث کو پورے سہام حصہ رسد دیکر اُسکے نام اور حصے کے نیچے ان سہاموں کی تعداد لکھ دیتے ہیں لیکن اب چونکہ مجموعہ سب سہاموں کا زیادہ ہوتا ہے اور اصل تقسیم کرنیوالے عدد سے بڑھ جاتا ہے اسلئے وہ چھوٹا عدد (جسکو تلاش کرکے آپ نے اُسکے بموجب سہام تقسیم کئے تھے) لمبے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دو اور اُسکے اوپر ان سب سہاموں کے مجموعہ کی تعداد لکھدو **دیکھو** اُسی مذکورہ بالا مثال میں جہاں یہ خرابی پیش آرہی تھی شوہر کے نیچے نصف لکھدیا حقیقی بہنوں کے نیچے دو ثلث لکھے۔ اخیافیوں کے نیچے ایک ثلث تحریر کیا اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس قدر حصول کی اس مال میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اسکے بعد ایسا عدد تلاش کیا جسمیں سے سب حصے نکل آویں ایسا عدد سب سے چھوٹا ہمکو چھ ملا۔ ہم نے کل مال کے چھ سہام کئے۔ شوہر نصف کا مستحق ہے اسکو چھ میں سے تین دیدیے حقیقی بہنیں دو ثلث چاہتی ہیں اُنکے نیچے چھ میں سے چار لکھدیے دو اخیافی بہنوں کا حصہ ایک ثلث ہوتا ہے اُنکے نام کے نیچے چھ میں سے ثلث یعنی دو سہام لکھدیے

۶
شوہر نصف ۳ ۔ دو حقیقی بہنیں دو ثلث ۴ ۔ دو اخیافی بہنیں ایک ثلث ۲

اب وارثوں کے نیچے لکھے ہوے سہاموں کو شمار کیا تو بہت بڑھ گئے ہیں یعنی بجائے چھ کے نو ہوگئے ہیں لہذا ہم نے چھ کے ساتھ نو کو بھی لکھدیا۔ یعنی لمبے خط کے اوپر جو ۶ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اسکے اوپر نو کو بھی لکھدیا اور درمیان میں عین کا نشان بنادیا کیونکہ لفظ عول میں سب سے پہلے عین ہے اس عین کے اشارہ سے معلوم ہوجائے گا کہ یہاں عول کی وجہ سے بجائے چھ کے نو ہوگیا ہے اس طرح

۹ ع ۶
شوہر نصف ۳ ۔ دو حقیقی بہنیں دو ثلث ۴ ۔ دو اخیافی بہنیں ایک ثلث ۲

عول میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ مال جو سب ذوی الفروض کے حصوں کے لیئے کافی نہیں تھا اُن سب پر حسب قاعدہ تقسیم ہوجاتا ہے اور کسی خاص شخص کے حصے میں خلل نہیں آتا۔ بلکہ سب کے حصوں میں حصہ رسد نقصان اور کمی ہوجاتی ہے اور تقسیم میں دقت و حیرانی پیش نہیں آتی۔

عول کا بیان شاید اکثر ناظرین کے ذہن میں نہ آسکے لیکن ہم حتی الوسع آسان وسہل طرز میں سمجھا رہے ہیں اور ذہن نشین کرانے کے لئے دو مثالیں اور لکھتے ہیں

مثال میت شوہر نصف دو حقیقی بہنیں دو ثلث یہاں بھی میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہ تھا لیکن ہم نے حسب قاعدہ نصف شوہر کے نیچے لکھدیا اور دو ثلث دو ہمشیرہ کے نیچے۔ بعدازاں دیکھا کہ چھ سہام بنانے سے دو ثلث بھی نکل سکتا ہے اور نصف بھی لہذا چھ کا ہندسہ طویل خط کے اوپر لکھا اور چھ میں سے نصف یعنی تین سہام شوہر کو دیے اور دو ثلث یعنی چھ سہام دونوں بہنوں کو دیلے۔ اب دیکھا تو سہاموں کا مجموعہ سات ہوگیا چونکہ قاعدہ معلوم تھا لہذا ہم گھبرائے نہیں بلکہ لمبے خط پر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اس پر عین کا نشان بناکر سات کا ہندسہ بھی لکھدیا۔ دیکھنے والا سمجھ جائے گا کہ یہاں چھ سہام بناکر تقسیم کیا ہے اور سات پر عول ہوگیا ہے۔

شبہہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول چھ سہام کرکے تقسیم کرنا اور پھر مجموعہ سات لکھنا اس دردسری سے کیا فائدہ ہے اگر شروع ہی سے سات سہام بناکر تقسیم کردیا جاتا تو کیا خرابی تھی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ آپ تقسیم کرکے دیکھ لیں سات سے تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں ذرا خیال تو کرو اگر اس مثال میں ابتدا ہی سے سات سہام بنالیں تو بدون توڑنے سہام کے شوہر کو نصف کیسے ملجائے اور بہنوں کے دو ثلث کس طرح ادا ہوں۔ علاوہ ازیں اگر سہام کا ٹوٹنا بھی گوارا کرلیں اور توڑ پھوڑ کر سات سہام میں سے نصف شوہر کو اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو دے بھی دیں تو حقیقی بہنوں کے حصے میں کسر پڑجائے اور وہی خرابی آپڑے جو پہلے تھی یعنی میت کا مال سب حصوں کیلئے کافی نہو۔ علی ہذا القیاس اس سے پہلی مثال میں جس جگہ بجائے چھ کے نو سہام ہوگئے ہیں اگر ابتدا ہی سے نو سہام مقرر کریں تو شوہر کے حصے میں سہام ٹوٹ جائیں یعنی ساڑھے چار سہام دینے پڑیں اور پھر دو بہنوں کے لئے دو ثلث باقی نہ رہے۔ غرض ایسے مواقع میں اسکے سوا کچھ چارہ نہیں کہ اول ایک چھوٹا عدد تجویز کرکے اس میں سے سب حصے بدون توڑنے سہام کے نکالیں اور پھر سب کا مجموعہ جو بڑھ جائے اُسکو عین کا نشان بناکر اوپر لکھدیں۔

مثال ۲۴/۲۷ زوجہ آٹھواں دختر نصف پوتی چھٹا والدہ چھٹا والد چھٹا یہاں بھی چونکہ میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہیں ہوسکتا لہذا ہم نے سب کے حصے مقررہ پہلے قاعدوں کے موافق دیکھ کر نیچے لکھدیے اور پھر ان عددوں کو دیکھا جو سہام نکالنے کے لئے بتلائے گئے ہیں یعنی ۲۔۳۔۴۔۶۔۸۔۱۲۔۲۴ ہر ایک

عدد کو دیکھا کسی میں سے سب وارثوں کے حصّے بدون توڑنے سہام کے نکل نہ سکے لیکن آخر میں چوبیس ۲۴ سہام مقرر کرنے سے سب کے حصّے پورے نکل آئے اور سب کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھدیے اور جب مجموعہ بڑھکر ستائیس ۲۷ ہوگیا تو اسکو چوبیس کے اوپر عین بناکر لکھدیا۔[1]

مثال ۱۲ عـ ۱۳ — زوجہ (ربع) — دو حقیقی بہن (دو ثلث) — ایک اخیافی (چھٹا) — اسکو اپنی عقل سے سمجھ لو بہت آسان ہے۔

قاعدہ جس صورت میں عول ہوتا ہے وہاں عصبات کو ہرگز کچھ حصہ نہیں ملتا یا تو وہاں پر عصبے موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں اسلیے کہ عصبوں کو اسی وقت کچھ مل سکتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور جہاں عول ہوگا وہاں باقی کیسے رہے گا اگر باقی رہتا تو عول کی دِقّت ہی کیوں پیش آتی عول تو اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ خود ذوی الفروض کے حصوں کے لئے بھی مال کافی نہیں ہوتا اور سب وارثوں کے سہام لگانے کے بعد مجموعہ بڑھ جاتا ہے اور اصل عدد کے اوپر عین کی علامت بناکر لکھا جاتا ہے پس عول کی صورت میں یا تو عصبات موجود ہی نہیں ہوتے ہیں اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں۔

فائدہ جب میت کے وارثوں میں **بیٹا** موجود ہوتا ہے تو وہاں عول ہرگز نہیں ہوتا اس لئے کہ خداوند جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے بیٹے کی موجودگی میں (اور اسیطرح پوتے کے سامنے) بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کردیا ہے اور بعض کے حصے اس قدر کم مقرر کئے ہیں کہ اُن کو حصے مل جانے کے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہجاتا ہے حصوں کی تنگی اور عول کی صورت پیش ہی نہیں آتی تاکہ بیٹا (اور پوتا) محروم نہ رہجائے۔ قربان ہوجائیں اپنے مہربان خالق و مالک کے کیسی حکمت سے حصّے لگائے ہیں اور کس خوبی سے قاعدہ مقرر کیا ہے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيْمِ الْحَكِيْمِ۔

فصل ۳۔ ردّ یعنی حصے بڑھا دینے کا بیان

بعض صورتوں میں میّت کے ذوی الفروض اس قدر کم ہوتے ہیں کہ ان کے حصے پورے دینے کے بعد میّت کے ترکہ میں سے کچھ مال باقی رہجاتا ہے اور عصبہ کوئی موجود نہیں ہوتا جو اس باقی ماندہ کا مستحق ہو۔ ذوی الارحام یا تو موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں کیونکہ ذوی الفروض اور عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام بالکل وارث نہیں ہوتے نہ کل مال کے نہ باقی ماندہ کے۔

[1] عول کے تمام عدد صفحہ ۱۹۰ پر فصل ۵ سوال وجواب میں ملاحظہ کرو ۱۲ [2] سوائے زوجہ وشوہر کے دیکھو صفحہ ۱۳۶، ۱۴۰

پس ایسی صورت میں ذوی الفروض کے حصوں سے باقی ماندہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دوبارہ دیدیتے ہیں اور اسکو رَدّ کہتے ہیں ریعنی باقی ماندہ مال کو بھی انہیں وارثوں پر لوٹا دینا) لیکن دوبارہ دینے میں یہ لحاظ رکھتے ہیں کہ پہلے جس وارث کو زیادہ حصہ پہونچا تھا اس کو اب بھی زیادہ دیتے ہیں اور جس کو کم ملا تھا اسکو کم ۔مثلاً کل مال میں سے جسکو پہلے چھٹا حصہ دیا تھا اس کو اب بھی چھٹا دینگے اور جس کو پہلے نصف دیا تھا اُسکو اب بھی نصف ۔ایسی صورتوں میں مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اول حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثوں کو لکھکر اُنکے مقررشدہ حصے ذوی الفروض کے بیان میں سے دیکھکر لکھدو اور پھر وہی سب سے چھوٹا عدد تلاش کرو جسمیں سے سب حصے نکل آویں اور سہام توڑنا نہ پڑے اور اس عدد کو لمبے خط کے اوپر لکھدو ۔اور پھر حساب لگا کر بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے اُسکے سہام بھی لکھدو ۔اب سہاموں کی میزان دو یعنی سب کے مجموعہ کا حساب لگاؤ تو یہ اُس عدد سے کسی قدر کم رہیں گے جو آپ نے لمبے خط کے اوپر لکھا ہے ۔بس اس مجموعہ کو بھی اُسی عدد کے اوپر لکھدو اور درمیان میں رَدّ کا نشان بنادو اسطرح $\frac{۵}{۶}$ ۔**اب** آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ رَدّ میں بالکل عول کے برعکس معاملہ ہے وہاں لمبے خط کے اوپر لکھے ہوے عدد مقررہ سے سہام کا مجموعہ بڑھ جاتا تھا اور عول کا نشان بناکر اُسکے اوپر لکھا جاتا تھا اور یہاں مجموعہ کم رہ جاتا ہے اور رَدّ کی علامت بناکر اُس عدد کے اوپر لکھا جاتا ہے ۔اور مندرجۂ ذیل مثالوں سے تو خوب ہی ذہن نشین ہوجائیگا۔

مثال ۱ $\frac{۴}{۶}$ والدہ چھٹا ۱ — دختر نصف ۳ — دیکھو یہاں والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور دختر کا نصف اور چھ کے عدد میں سے یہ دونوں حصے بلا توڑے سہام کے نکل سکتے ہیں لہذا ہم نے چھ سہام تجویز کیے اور چھ میں سے نصف یعنی تین سہام بیٹی کو دیے اور چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اب دیکھا تو مجموعہ چار ہوتا ہے اور کوئی عصبہ یہاں موجود نہیں جو باقی کا مستحق ہو ۔لہذا رد کا نشان بناکر اس کو چھ کے اوپر لکھ دیا ۔

مثال ۲ $\frac{۵}{۶}$ والدہ ثلث ۲ — ہمشیرہ نصف ۳ — پھوپی محروم — اس مثال میں حصے لگادینے کے بعد کل ترکہ کے چھ سہام بنائے دو والدہ کو تین ہمشیرہ کو دیے ۔ایک سہام باقی رہ گیا ۔اس کے لینے کے لیئے کوئی عصبہ موجود نہ تھا پھوپھی زندہ تھی لیکن وہ ذوی الارحام میں شمار ہے ذوی الفروض و عصبے کی موجودگی میں وہ بالکل محروم رہتے ہیں لہذا ہم نے اس ایک باقی ماندہ حصے کو بھی اُنھیں دونوں وارثوں کو دیدیا لیکن ایسی ترکیب سے کہ جس کا زیادہ حصہ مقرر تھا اسکو دوبارہ بھی زیادہ ملا اور جس کا حصہ کم تھا

اسکو دوبارہ بھی اُسی حصے کے حساب سے کم ملا اور کل سہاموں کے مجموعے کو اُسی عدد کے اوپر علامت بناکر لکھدیا۔

قاعدہ اگر سب ذوی الفروض ایک ہی نام کے ہوں[۱] اور ان کا حصہ مقررہ دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہتا ہو تو وہاں تقسیم کرنا بہت آسان ہے جس قدر وارث ہوں اسی قدر سہام مقرر کرکے بلا تکلف سب کو ایک ایک دیدیں اور لمبے خط کے اوپر اُن سب کے مجموعہ کو لکھدیں بس اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں (یہ قاعدہ پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۲ کے بعد بیان ہوچکا ہے لیکن ردّ کے ذکر میں اسکو دوبارہ مستقل بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔

مثال ۳ ۵ بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹیاں چونکہ ایک سے زیادہ ہیں لہذا ان کو دو ثلث ملنا چاہیے لیکن چونکہ باقی ماندہ ایک ثلث کا لینے والا کوئی نہیں لہذا کل مال اُنہیں بیٹیوں کا حق ہوگیا اور چونکہ بیٹیوں کی تعداد پانچ تھی لہذا ہم نے پانچ ہی سہام مقرر کرکے سب کو ایک ایک سہام دیدیا

قاعدہ اگر کسی جگہ دوسری قسم کے ذوی الفروض بھی ہوں اور زوجہ وشوہر میں سے بھی کوئی موجود ہو تو وہاں رد ہوکر جو دوبارہ مال وارثوں کو دیا جاتا ہے اسمیں سے زوجہ یا شوہر کو حصہ نہ ملے گا جو کچھ پہلے دیا گیا ہے وہی ان کا حق ہوگا یہ باقی ماندہ جو دوبارہ تقسیم ہوا ہے یہ زوجہ اور شوہر کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ملیگا[۲] ایسی صورت میں زوجہ یا شوہر کا حصہ پہلے دیدیتے ہیں اور اس کے بعد جو مال باقی رہے اُسے دیگر ورثہ پر اُسی قاعدہ کے موافق تقسیم کرتے ہیں یعنی اول لمبا خط کھینچکر سب کے نیچے حصے لکھدیتے ہیں اور پھر کوئی عدد تجویز کرکے سب کے نیچے سہام لگادیتے ہیں۔

مثال ۴ زوجہ ۸/۱ والدہ چھٹا دختر نصف — دیکھو یہاں اوّل آٹھواں حصہ زوجہ کو دیا اس کے بعد جو مال باقی رہا اسکو والدہ اور دختر پر تقسیم کیا والدہ کے نیچے چھٹا اور دختر کے نیچے نصف لکھا اور پھر عدد تلاش کیا جسمیں سے یہ سہام نکل آویں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ عدد تجویز کرنے سے والدہ اور دختر کا حصہ نکل آویگا چھ کا ہندسہ لمبے خط کے اوپر لکھکر چھ میں سے ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اور تین بیٹی کے نیچے۔ اب چونکہ مجموعہ انکا چار ہوتا ہے لہذا چھ کے اوپر ردّ کی علامت بناکر چار کا ہندسہ بھی لکھدیا[۳] اب اس صورت میں واپس شدہ مال میں سے دوبارہ زوجہ کو کچھ نہیں ملا اسکو کل مال

---

[۱] یعنی سب کا رشتہ ایک ہی ہو مثلاً سب بیٹیاں ہوں یا سب بہنیں ہوں ۱۲ [۲] یعنی شوہر و زوجہ کے سوا کیونکہ شوہر یا زوجہ کے نیچے تو پہلے ہی لکھدیا تھا ۱۲ [۳] اس سے آگے ضرب وغیرہ کا قاعدہ بوجہ عام فہم نہ ہونیکے چھوڑ دیا ۱۲

میں سے صرف آٹھواں ملا۔ جو کچھ نفع ہوا اور حصہ مقررہ سے زیادہ ملا وہ والدہ اور بیٹی کو پہونچا اسیطرح اگر کسی مثال میں شوہر[۵۲] ہو تو اُسکو باقی ماندہ میں سے کچھ نہ ملے گا بلکہ اوّل اُس کا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد دیگر وارثوں کو حسب قاعدہ مال دیا جائے گا اور جو کچھ زیادہ ہوگا اُنھیں کو ملے گا۔

قاعدہ اگر میت کے وارثوں میں صرف زوجہ ہو یا صرف شوہر ہو کوئی دوسرا وارث عصبہ اور ذوی الارحام بالکل موجود نہو تو وہاں کل مال اسی موجودہ وارث زوجہ یا شوہر کو ملجائیگا۔ تقسیم کرنے کا جھگڑا پیش نہ آویگا۔

مثال صرف زوجہ ۱/۴ اس مثال میں زوجہ کے سوا کوئی وارث ہی نہ تھا اسلیے حسب قاعدہ چوتھا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی رہا وہ بھی زوجہ ہی کو دیا گیا اور اس طرح کل مال کی مالک ہو گئی ترکہ کو تقسیم نہیں کرنا پڑا بلکہ سب زوجہ ہی کو مل گیا اس لیے ہم نے لمبے خط پر ایک کا ہندسہ لکھا ہے۔ اگر چاہیں تو اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں چوتھے حصے کی مستحق تھی بقاعدہ ردّ کل مال اس کو دیا گیا ہے صرف زوجہ ۱/۴ بالکل یہی حال ہوگا اگر میت کے وارثوں میں شوہر کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو۔ شوہر ۱/۲ شوہر ۱

فائدہ جس جگہ عصبہ موجود ہوتا ہے وہاں ردّ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ردّ جب ہوتا ہے کہ ذوی الفروض سے باقی ماندہ کو لینے والا کوئی موجود نہو اور جب عصبہ[۵۳] موجود ہے تو وہ دوڑ کر باقی کو لے گا۔ ردّ کی نوبت کہاں آوے گی

فصل ۴۔ فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ

میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا قاعدہ ہمنے بہت واضح کر کے سمجھا دیا ہے اور آٹھ مثالیں لکھ کر اس قاعدہ کی پوری تشریح کر دی ہے۔ اُنھیں مثالوں کے بعد مناسب سمجھا عول اور ردّ کا ضروری بیان کر دیا ہے اب ہم مسئلہ لکھنے کا طریقہ مع بہت سی مثالوں کے ایسی طرح بیان کرتے ہیں جس سے وہ سابق بیان بھی تازہ ہو جائے اور میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ لکھنے میں سہولت

[۵۲] اسلیے کہ عصبہ ہوگا تو زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال ضرور لیگا۔ اور ذوی الارحام بھی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے محروم نہیں ہونگے بلکہ انکے حصوں سے باقی ماندہ مال کے مستحق ہونگے البتہ جب زوجہ یا شوہر کے سوا اور کوئی وارث کسی قسم کا بھی موجود نہ ہو تو ان کے حصے کے بعد جو مال باقی رہیگا وہ بھی بطور ردّ کے انھیں کو دیدیا جائیگا اسطرح کل مال کے مستحق ہو جائینگے بفساد بیت المال فی زماننا ۱۲

[۵۳] البتہ اگر عصبہ کافر یا قاتل وغیرہ ہو تو اُس کے موجود ہونے کا کچھ اعتبار نہیں وہ چونکہ میراث سے محروم ہے لہذا اس کی موجودگی میں ذوی الفروض پر ردّ ہو سکتا ہے ۱۲

ہو جائے
جب کوئی مسئلہ نکالنا منظور ہو تو پہلے لفظ میت ــــــ بہت لمبا کھینچکر لکھو اور اس کے بائیں گوشہ پر
میت کا نام لکھدو اور اُس میت کے نیچے اُسکے تمام موجودہ وارثوں کو لکھو جو اس کی وفات کے وقت
زندہ تھے اور پھر ذوی الفروض کے حالات دیکھکر یا اپنے حافظہ سے غور کرکے ہر شخص کے نیچے اُسکا حصہ
مقررہ لکھدو اور پھر دیکھو کہ ۲۔۳۔۴۔۶۔۸۔۱۲۔۲۴ میں سے کونسا ایسا عدد ہے جسمیں سے یہ سب
حصے نکل آویں اور سہام کو توڑنا نہ پڑے ان میں سے جونسا سب سے چھوٹا عدد ایسا ہو جسمیں سے سب
حصے نکل سکتے ہوں اسکو لمبے کھینچے ہوئے خط پر لکھدو اور اُسمیں سے بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے
لکھتے جاؤ جب سب کے نیچے حصے لکھے گئے اور سہام بھی لگ گئے تو دیکھو کہ تم نے کوئی غلطی تو نہیں
کی اگر غلطی کی ہو تو از سر نو صحیح کرکے لکھو۔ اب وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کو شمار کرو اگر ان کا
مجموعہ اس عدد کے برابر ہے جسکو تم نے سہام نکالنے کے لئے تجویز کرکے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو بس
اسی طرح رہنے دو۔ دیکھو۔

میت ــــ ۲۴ ــــ عبدالغنی

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ماموں
آٹھواں	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۴	۱۲	۵	

اور اگر تمہارے لگائے ہوئے سہاموں کا مجموعہ اوپر لکھے ہوئے عدد سے زیادہ[1] ہو تو اُس عدد کے
سر پر عول کی علامت بنا کر ان سہاموں کے مجموعہ کو بھی لکھدو اس طرح ۷/۶ ــــ شوہر نصف ۳، بہن ثلث ۲، بہن ثلث ۲
اور اگر وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کا مجموعہ اس عدد سے کم ہے جس کو تم نے سہام نکالنے
کے لئے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو ردّ کا نشان بنا کر ان سہاموں کی تعداد کو اس عدد کے اوپر اس
طرح لکھو[2] لہ ۴/۶ ــــ والدہ چھٹا ۱، دختر نصف ۳
جب ہر ایک وارث کا حصہ لکھا گیا اور عدد تجویز ہو کر ہر شخص کے سہام بھی لکھے گئے تو مسئلہ کامل
ہو گیا اور بخوبی نکل آیا بس اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن **طرز و دستور قدیم**
یہ ہے کہ اس کے بعد عبارت و الفاظ میں بھی پوری تصریح کرکے لکھدیا جاتا ہے کہ اس قدر سہام
بنا کر فلاں شخص کو اس قدر دیا جائے اور فلاں وارث کو اس قدر۔ اور چونکہ تجہیز و تکفین اور قرض

[1] یہ صورت عول میں پیش آتی ہے ۱۲ [2] یہ صورت رد میں ہوا کرتی ہے ۱۲

اور ثلث کی وصیت میراث پر مقدم ہیں میراث جب ہی تقسیم ہوتی ہے کہ انکی ادائیگی سے کچھ مال باقی رہے لہذا شروع عبارت میں یہ بھی لکھدیا جاتا ہے کہ "بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث اسطرح تقسیم ہو" اور کبھی جملہ حقوق کی تفصیل بھی لکھدیتے ہیں "کہ بعد تجہیز و تکفین وادائے قرض و نفاذ وصیت ثلث کے ترکہ میت کا باین تفصیل تقسیم ہوگا۔ **مثال**

میت $\frac{13}{12}$ مساۃ بشیر النسا

شوہر	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چھٹا	چھٹا	نصف	محروم
۳	۲	۲	۶	

مساۃ بشیر النسا کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث تیرہ سہام ہو کر تین سہام شوہر کو پہونچا دو سہام والدہ کو اور دو والد کو اور چھ سہام دختر کو اور بھائی محروم رہا:۔

تنبیہ اوّل یہ طریقہ کافی اور مطابق تحریرات اکثر علما کے ہے۔ اگر کچھ قلیل و کثیر فرق ایسا ہو جائے کہ مدعا سمجھنے میں دشواری نہو تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً بعض حضرات میت کے نام کو دائیں طرف لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس صورت میں عول یا رد ہوتا ہے وہاں بعض دفعہ عبارت میں یہ بھی تبلا دیا جاتا ہے کہ بقاعدہ عول اس قدر سہام ہوئے یا بقاعدہ رد اس قدر سہام ہوئے۔ اگرچہ سمجھنے والا اوپر کے نشان عول ہی کو دیکھکر سمجھ جاتا ہے۔ ایسے ہی بعض خاص غرضوں سے سمجھانے کے لیے عبارت میں کسی امر کی خاص تفصیل و تشریح کر دی جاتی ہے:۔

(۲) جب مسئلہ نکالنے کی مشق ہو جاتی ہے اور وارثوں کے حصے ذہن میں جم جاتے ہیں تو وارثوں کے نیچے اُن کے حصے لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ذہن میں اُن سب کے حصے ملحوظ رکھکر ایسا عدد تجویز کرتے ہیں جس میں سے سب کے حصے پوری طرح نکل آویں اور پھر اُسی عدد کو اوپر لکھکر اُسمیں سے ہر ایک وارث کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھدیتے ہیں۔

(۳) یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ لفظ میت لکھکر اس کو لمبا کھینچا جائے بلکہ اسکی جگہ صرف ایک طویل خط کھینچ دینا بھی کافی ہے جس کے نیچے تمام وارث لکھے جائیں اور یہی خط لفظ میت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

(۴) وارثوں میں سب سے اول ذوی الفروض کو لکھتے ہیں اس کے بعد عصبات کو اُن کے بعد ذوی الارحام کو۔ اور ذوی الفروض میں سب سے مقدم زوجہ یا شوہر کو لکھتے ہیں۔ اگر اس قاعدہ

کے خلاف بھی لکھیں تو مسئلہ سمجھ میں آجائیگا لیکن لکھنے والا ناواقف سمجھا جائیگا۔

(۵) لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا جاتا ہے اُس عدد کے نیچے لفظ مسئلہ بھی لکھدیتے ہیں اگر نہ لکھیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔

(۶) جو وارث محروم ہوں اُن کے نیچے لفظ محروم لکھدیا جاتا ہے اور کبھی صرف حرف م لکھدیتے ہیں اور محروم وارثوں کو سب سے آخر میں لکھتے ہیں۔

(۷) عبارت کے آخر میں عربی یا اردو یا فارسی میں ایسے الفاظ لکھدیتے ہیں[۲] جن کا یہ مطلب ہو کہ کتب فرائض یا فقہ میں یہی مضمون موجود ہے جو ہمنے لکھا ہے۔ اُسکے بعد واللہ اعلم لکھکر ختم کر دیتے ہیں اور آخر میں راقم اپنے دستخط کر دیتا ہے اور اگر کوئی مستند و صاحب مُہر عالم ہے تو مُہر بھی لگا دیتا ہے۔

(۸) اگر فرائض نکالنے میں حسب قاعدہ سہام بہت بڑھ گئے ہوں جنسے سائل کو وارثوں کے حصوں کی مقدار سمجھنے میں دشواری ہو تو حساب دان[۱] فرائض نکالنے والے کو مناسب ہے کہ بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ بھی حساب کرکے لکھدے کہ ایک روپیہ میں سے ہر ایک وارث کو کس قدر آنے اور پائی پہونچتے ہیں لیکن عام طور سے اسکے بتلانے اور لکھنے کا دستور نہیں۔

اب غور کرکے یہ مثال سمجھو جسمیں آٹھ تنبیہات مذکورۂ بالا کا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

تجمل حسین مرحوم

مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	اخیافی بھائی	اخیافی بہن	حقیقی بہن	چچا	پھوپھی
۳	۲	۲	۲	۳	محروم	م
۴ر	۲ر ۸پائی	۲ر ۸پائی	۲ر ۸پائی	۴ر		

تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث بقاعدۂ فرائض بارہ ۱۲ سہام ہوکر تین سہام زوجہ کو دو سہام والدہ کو دو اخیافی بہن کو اور دو اخیافی بھائی کو ملا اور تین سہام عصبۂ قریب ہونیکی وجہ سے بھائی کو پہونچے چچا بوجہ بعید ہونے کے محروم رہا اور پھوپھی ذوی الارحام سے اسلیے ذوی الفروض و عصبات کے سامنے محروم رہے گی کذا فی کتب الفقہ و الفرائض فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر فرخ حسن عفاعنہ

فرخ حسن ۱۳۱۲

---

[۱] اگر مسئلہ بتلانے والا خود آنہ پائی نہ لگا سکے تو کسی حساب دان منشی بلکہ اسکول کے لڑکے سے آنہ پائی کا حساب لکھوا دیا جائے ۱۲۔ [۲] فقہ اور فرائض کی کتابوں میں یہی حکم ہے ۱۲۔ [۳] کبھی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت ہی نقل کر دیتے ہیں ۱۲

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سوال جواب لکھدیے جائیں جو مثالوں کا کام بھی دیں اور اُنسے تقسیم ترکہ کے وہ قاعدے بھی یاد آجائیں جو بعید ہوجانے کی وجہ سے ذہن[1] سے نکل گئے ہوں گے۔

فصل ۵ چند سوال و جواب تخریج فرائض برائے مثال

سوال ۔ اگر کسی شخص نے چار پوتے اور پانچ بیٹے چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ ہر شخص کو کتنا حصہ پہونچے گا اور کل مال کے کتنے سہام کر کے تقسیم کریں۔

جواب پوتے بوجہ موجود ہونے بیٹوں کے محروم رہیں گے اور بیٹوں میں سے ہر ایک کو پانچواں حصہ ترکہ کا ملیگا اور کل ترکے پانچ سہام کر کے تقسیم کردیا جائے گا کیونکہ (اسی باب کی پہلی فصل میں) ہم نے تبلایا تھا کہ جب سب وارث ایک نام کے ہوں تو جتنا اُنکا شمار ہوگا اسی قدر حصے کردیں گے صورت اسکی یہ ہے

مسئلہ ۵ زید

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	پوتا	پوتا	پوتا	پوتا
۱	۱	۱	۱	۱	م	م	م	م

سوال اگر کسی شخص نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں تو ہر شخص کو کس قدر حصہ پہونچے گا۔

جواب ہر ایک مرد کو پانچواں حصہ ملیگا اور ہر ایک عورت کو دسواں کیونکہ مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے اس جگہ ہم نے مرد کو بمنزلہ دو عورت کے خیال کر کے یوں سمجھا کہ کل دس آدمی ہیں اس لیے دس حصّے کر کے دُہرا مرد کو دیا اکہرا عورت کو

مسئلہ ۱۰ عمر

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱

سوال ۔ اگر بجائے بیٹوں کے تین پوتے اور چار پوتیاں ہوں تو کس طرح تقسیم کرینگے۔

جواب ۔ بالکل یہی صورت ہوگی جو بیٹے اور بیٹیوں میں کی گئی تھی۔

سوال ۔ ایک شخص نے پانچ بیٹے اور تین پوتیاں چھوڑی تھیں ہم نے دو دو حصے بیٹوں کو دیے اور ایک ایک حصہ پوتیوں کو۔ یہ تقسیم صحیح ہوا یا غلط۔

جواب ۔ بالکل غلط ہے اسلیئے کہ پوتیوں کی میراث کے حال نمبر۶ میں مذکور ہوچکا ہے بیٹوں کے سامنے پوتیاں محروم رہا کرتی ہیں۔

سوال ۔ ایک شخص کے وارث دو بیٹیاں ایک والدہ ایک زوجہ دو ہمشیرہ ہیں ان سب کے حصہ لگا دو۔

جواب

مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	بیٹی	بیٹی	ہردو ہمشیرہ
آٹھواں	چھٹا	ثلث	ثلث	باقی

[1] استاد اپنے شاگردوں سے یہی سوال کر کے جواب پوچھے یا خود کوئی شخص سوال دیکھکر جواب سوچے تو نہایت مفید ہے ۱۲

سوال۔ ان حصوں کیلئے تقسیم کریوالا عدد بتلاؤ اور سب کے سہام لکھدو۔ شوہر ربع، دختر نصف، اخیافی بھائی چھٹا، باپ چھٹا

جواب۔ بارہ سہام ہوکر اس طرح تقسیم ہونگے مسئلہ ۱۲ شوہر ۳، دختر ۶، باپ ۳، اخیافی بھائی محروم

سوال۔ ایک شخص نے صرف ایک بیٹی چھوڑی تو اسکا مسئلہ کسطرح لکھیں گے۔

جواب۔ اسطرح بھی لکھ سکتے ہیں مسئلہ ۱ زید بیٹی ۱ اور اسطرح بھی مسئلہ ۱/۱ زید بیٹی ۱

سوال۔ اگر صرف ایک بیٹا چھوڑا تب بھی دو طرح لکھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب۔ صرف بیٹا وارث ہو تو دو طرح نہیں لکھ سکتے کیونکہ عصبہ ہے اُس کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ بوجہ نہونے ذوی الفروض کے کل مال اسی کو مل گیا۔ بخلاف بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض ہے اوّل اسکو نصف پہونچا اور پھر بوجہ نہونے کسی وارث کے باقی بھی اُسی کو مل گیا اس لئے وہاں ہر دو صورتیں درست تھیں کہ حسب قاعدہ رد کا نشان و علامت بنادیں یا ابتداہی سے ایک کا عدد اوپر لکھدیں بیٹے میں دو باتیں نہیں وہاں صرف ایک ہی صورت ہے مسئلہ ۱ زید بیٹا ۱

سوال۔ اگر دو چار دس پانچ وارث ہوں لیکن سب ایک ہی نام کے ہوں مثلاً سب بیٹے ہی بیٹے ہوں یا کسی بہت سی حقیقی ہمشیرے ہوں یا بہت سے نواسے ہوں تو مال کو کسطرح تقسیم کرینگے۔

جواب۔ ایسی صورتوں کا پورا جواب اور مفصل بیان اسی باب کی پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۷ کے بعد اور تیسری فصل میں رد کے قاعدوں میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

سوال۔ یہ صورت صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا غلطی ہے ۱۲ شوہر ۴، والدہ ۳، پوتی ۳، بھائی ۲

جواب۔ بالکل غلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ حصے لگانے والے نے ذوی الفروض کے حالات کو اور حاجب محجوب کی بحث کو غور سے نہیں دیکھا اوّل تو یہ غلطی کی کہ والدہ کو ثلث دیدیا حالانکہ میت کی اولاد یعنی پوتی موجود ہے دوسرے یہ غلطی کہ پوتی کو ربع حصہ دیا جو نصف کی مستحق تھی اور اس غلطی کی وجہ سے بھائی کے لئے دو سہام باقی رہ گئے جو قاعدہ کی رو سے یہاں صرف ایک سہام یعنی بارھویں حصے کا مستحق ہے

صحیح صورت یہ ہے مسئلہ ۱۲ شوہر ۳، والدہ ۲، پوتی ۶، برادر ۱

سوال۔ اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے ۱۲ دختر ۶، دختر ۴، والدہ ۲، پوتی و پرپوتا خالد

جواب۔ صحیح ہے کچھ غلطی نہیں (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل ۶ و ۷ و ۸)

سوال۔ ایک شخص نے ایک زوجہ ایک والدہ ایک نانی ایک اخیافی بہن ایک حقیقی بہن چھوڑی انکے

حصوں کو نکالنے کے لیے اگر چوبیس[۲۴] یا اڑتالیس[۴۸] سہام بنالیں تو صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو بتلائیے ان عددوں میں کیا خرابی ہے۔ اور پھر ایسا کونسا عدد ہے جسمیں سے سب کے حصے نکل سکیں
جواب چوبیس[۲۴] وار اڑتالیس[۴۸] میں بھی سب کے حصے نکل آوینگے اور ہر شخص کا پورا حق ملجائیگا کسی کے حصے میں خلل نہ آئیگا لیکن قاعدۂ فرائض کے خلاف ہوگا کیونکہ یہاں بلا ضرورت عدد بڑھانے پڑے ہیں سب سے پہلا اور چھوٹا عدد جس سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے وہ بارہ ہے اسیں سے بلاتکلف بقدر ضرورت یعنی جملہ وارثوں کے حصوں کے مقدار سہام نکل آئے

۱۲				
زوجہ	والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بہن	نانی
۳	۲	۲	۶	محروم

سوال۔ اس صورت میں چھ سہام بناکر تقسیم کرنے میں بہت ہی کم سہام بنانے پڑتے تھے پھر اُسی کو کیوں تجویز نہ کیا۔
جواب چھ میں سے بلا توڑنے سہام کے یہ سب حصے نہیں نکل سکتے بلکہ زوجہ کو چہارم حصہ میں ڈیڑھ سہام دینا پڑیگا اور ہمشیرہ کو باقی ماندہ ڈیڑھ ملیگا۔
سوال۔ ایک عورت نے شوہر نانی دو اخیافی بہنیں ایک حقیقی بھائی چھوڑا کوئی ایسا عدد نہیں نکل سکتا تھا جسمیں سے سب کے حصے پورے نکل آویں ہم نے غور کرکے سات سہام بنائے اور سب وارثوں کو اس طرح حصہ دیدیا یہ درست ہوا یا نہیں

مسئلہ ۷			
شوہر	نانی	اخیافی بہن	حقیقی بھائی
۳	۱	۲	۱

جواب۔ یہاں چھ سہام ہوکر بلاتکلف جملہ ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے تھے لیکن آپ نے بھائی کی رعایت سے خلاف قاعدہ ایک سہام بڑھاکر حساب غلط کردیا اب کسی کو بھی پورا حصہ نہ پہونچا کیونکہ سات میں سے آپ نے شوہر کو تین دیے تو نصف نہ پہونچا کیونکہ سات کا آدھا ساڑھے تین ہوتے ہیں اسیطرح سب ذوی الفروض کے حصوں میں نقصان آیا۔ ہرجگہ بلاقاعدہ سہام بڑھالینے جائز نہیں یہ صرف عول کی صورت میں جائز ہے اور عول بھائی وغیرہ عصبات کے لیے کبھی نہیں ہوتا عول صرف وہیں کیا جاتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے نہ نکل سکتے ہوں غرض اس مثال میں بھائی محروم رہیگا اور چھ سہام ہوکر ترکہ صرف ذوی الفروض پر تقسیم ہوگا۔
سوال ایک عورت نے شوہر دختر والدہ بھتیجا چچا کل پانچ وارث چھوڑے اور دوسری نے والدہ بیٹی اور دو بھتیجے کل چار وارث چھوڑے تبلاؤ کہ ان دونوں عورتوں کے مذکورہ وارثوں میں سے کون کون محروم رہیں گے۔
جواب جس عورت نے پانچ وارث چھوڑے تھے اس کا چچا محروم رہیگا کیونکہ ذوی الفروض سے

باقی ماندہ مال بھتیجے کو ملے گا جو چچا سے مقدم ہے اور جس عورت نے چار وارث چھوڑے ہیں وہاں کوئی محروم نہ رہیگا والدہ اور بیٹی کے بعد جو ایک ثلث باقی رہا ہے وہ آدھا آدھا دونوں بھتیجوں کو مل جائے گا۔

اول	شوہر	دختر	والدہ	بھتیجا	چچا

دوم	والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
			۱	۱

سوال ایسے عدد کونسے ہیں جنہیں سے تمام ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے ہیں۔

جواب۔ خواہ کتنے ہی ذوی الفروض جمع ہوجائیں ان سات عددوں میں سے کوئی نہ کوئی اُن سب کے حصے نکال دیگا۔ ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴۔

سوال۔ کیا ان کے سوا بھی کوئی عدد تقسیم کرنیوالا ہوسکتا ہے۔

جواب۔ عول اور رد کی صورتوں میں سہام کا مجموعہ اگرچہ ان سات عددوں سے کم زیادہ ہوجاتا ہے لیکن ذوی الفروض کے حصے نکالنے اور سہام لگانے کے لیے ان عددوں کے سوا اور کوئی تجویز نہیں ہوسکتا۔ البتہ عصبات میں جس قدر عصبے ہوں اسیقدر سہام مقرر کرکے سب کو برابر دیتے ہیں (ملاحظہ ہو فصل اول)

سوال۔ چودہری حبیب اللہ کا انتقال ہوا تو اُس کے یہ رشتہ دار موجود تھے۔ زوجہ۔ دختر۔ نانی دادی پوتی۔ خالہ۔ دو علاتی بھائی ان کے حصے نکال دو اور سہام لگا دو۔

جواب میت ۲۴　　چودہری حبیب اللہ مرحوم

زوجہ	دختر	نانی دادی	پوتی	دو علاتی بھائی	خالہ
آٹھواں	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی	محروم
۳	۱۲	۴	۴	۱	

بعد تقدیم حقوق مقدمہ بر میراث ۲۴ سہام ہوکر ۳ زوجہ کو ۱۲ دختر کو پہونچے۔ نانی اور دادی چھٹے حصے میں شریک ہیں لہذا چار سہام اُن دونوں کو ملے بیٹی کی موجودگی میں چھٹا حصہ یعنی چوبیس میں سے چار سہام پوتی کو ملے اب ایک سہام باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دونوں علاتی بھائیوں کو دے دیا گیا کہ نصفا نصف کرلیں۔

سوال۔ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تقسیم کرنیوالے عدد صرف سات ہیں لیکن عول کی صورت میں جو سہاموں کا مجموعہ عدد سے بڑھ جاتا ہے وہ کہاں تک بڑھ سکتا ہے اسکی کوئی انتہا ہو تو ارشاد کیجیے۔

جواب جس جگہ تقسیم کرنیوالا عدد ۶ تجویز ہوتا ہے وہاں درصورت عول سات۔ آٹھ۔ نو۔ دس تک عدد بڑھ سکتے ہیں اور جس جگہ تقسیم کرنیوالا عدد ۱۲ لگایا جاتا ہے وہاں سہام بڑھکر تیرہ ۱۳۔ پندرہ ۱۵۔ سترہ ۱۷

ہوسکتے ہیں چودہ اور سولہ نہیں ہوسکتے اور سترہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور جس جگہ ۲۴ عدد تقسیم کنندہ قرار دیا جاتا ہے وہاں اگر عول ہوتا ہے تو سہام بڑھکر ستائیس ہوجاتے ہیں کم و بیش نہیں ہوتے اور جس جگہ ۲ یا ۳ یا ۴ یا ۸ عدد تقسیم کرنے کے لیئے لکھا جاتا ہے وہاں سہام نہیں بڑھا کرتے اور عول نہیں ہوا کرتا۔

سوال۔ ان وارثوں پر ترکہ تقسیم کرو۔ شوہر۔ والدہ۔ دو حقیقی ہمشیرہ۔ دو اخیافی ہمشیرہ

جواب۔ پہلے قاعدوں کے بموجب ہم نے سب وارثوں کے حصے لکھے اور پھر غور کرکے تقسیم کرنیوالا عدد چھ لگایا اور پھر مجموعہ سہام کا بڑھکر دس ہوگیا تو ہمنے اسکو چھ کے اوپر عول کی علامت بنا کر اس طرح لکھدیا

مسئلہ $\frac{6}{10}$

شوہر	والدہ	دو حقیقی بہن	دو اخیافی بہن
نصف	چھٹا	دو ثلث	ایک ثلث
۳	۱	۴	۲

سوال ایک عورت نے دو حقیقی ہمشیرہ اور ایک دادی ایک بھتیجا اور شوہر چھوڑا صرف بھتیجے کا حصہ دریافت طلب ہے۔

جواب۔ اس صورت میں بھتیجا محروم رہیگا اس لیے کہ یہاں ذوی الفرض ہی کے حصے پورے نہیں نکل سکتے لاچار ہوکر بجائے چھ کے آٹھ سہام بناکر ذوی الفروض کے حصے پورے کریں گے بھتیجا تو عصبہ ہے ایسی حالت میں اسکو کہاں سے ملجائے۔

سوال۔ ایک شخص نے چار بیٹیاں دو زوجہ ایک دادی ایک باپ ایک پوتا اور پانچ ہمشیرہ چھوڑے یہاں کونسا عدد تقسیم کرنے کے لئے مقرر ہوگا۔ اور پھر عول ہوکر کس قدر سہام بڑھیں گے تاکہ سب وارثوں کو حصہ پہونچ سکے۔

جواب۔ رد کے بیان سے پہلے جو قاعدہ مذکور ہوا ہے اسکو ملاحظہ کرو۔ تو معلوم ہوجائیگا کہ یہاں عول نہیں ہوسکتا۔ اتنا ہم بتلاتے ہیں کہ اس جگہ چھ وارث[۵] محروم ہیں اور باقی آٹھ وارثوں کے پورے حصے چوبیس ۲۴ سہام بنانے سے نکل آویں گے۔ باقی تم خود ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر سمجھ لو

سوال۔ ایک عورت نے انتقال کیا تو اس کی صرف ایک والدہ اور ایک پوتی موجود تھی ایک شخص نے اس طرح فرائض نکالکردی مسئلہ $\frac{6}{4}$

والدہ	پوتی

سمجھ میں نہیں آتا کہ والدہ کو چوتھا حصہ اور

سلہ ملاحظہ کرو عول کے بیان کا آخری فائدہ صفحہ ۱۷۸ ۔ سلہ[۵] پانچ ہمشیرہ و دادی ۱۲

پوتی کو تین ربع کس قاعدے سے مل گیا ذوی الفروض کے حالات میں یہ حصے کہیں نہیں لکھے۔
جواب۔ یہاں فی الحقیقت چھ سہام بناکر تقسیم کیا تھا لیکن والدہ کو چھٹا اور پوتی کو نصف دینے کے بعد دو سہام باقی رہ گئے اُنکو بھی بقاعدۂ رد اُنہیں ہر دو وارثوں پر تقسیم کر دیا اب مجموعہ سہام کا چار ہو گیا چھ کے اوپر رد کی علامت بناکر چار کو لکھنا مناسب تھا لیکن لکھنے والے نے صرف چار ہی کا ہندسہ لکھنے پر اکتفا کیا کہ قاعدہ جاننے والے خود سمجھ لینگے۔
سوال۔ ایک شخص کے مرنیکے بعد دو ہمشیرہ اور ایک زوجہ باقی رہی ہمنے بارہ سہام مقرر کرکے چوتھا حصہ یعنی تین سہام زوجہ کو دیے اور دو ثلث یعنی آٹھ ہر دو ہمشیرہ کو دیے۔ اب جو ایک سہام باقی رہگیا اسمیں سے زوجہ کو کس قدر ملیگا اور ہمشیروں کو کس قدر۔
جواب۔ اسی باب کی تیسری فصل کے قاعدے میں مذکور ہو چکا ہے کہ جب تک کوئی وارث کسی دوسری قسم کا موجود ہوتا ہے زوجہ اور شوہر پر رد نہیں ہو سکتا یہاں چونکہ دو ہمشیرہ موجود ہیں لہذا وہ باقی ماندہ ایک سہام انھیں دونوں ہمشیرہ کو ملیگا۔ زوجہ اپنا چوتھا حصہ جو حاصل کر چکی ہے بس اُس سے زیادہ کچھ نہ ملیگا۔
سوال۔ مسماۃ رحیمن کا انتقال ہوا تو شوہر اور ایک نانی ایک اخیافی بھائی باقی رہے ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا۔
جواب۔ پہلے نصف مال شوہر کو دینگے اس کے بعد چھٹا حصہ نانی کو چھٹا اخیافی بھائی کو دینگے اس کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ بھی ان ہی دونوں کو دیدیا جائے گا شوہر کو دوبارہ کچھ نہ ملے گا لکھنے کی صورت یہ ہے

رحیمن مسئلہ ۲ / ۶		
شوہر	نانی	اخیافی بہن

زیادہ تفصیل دشوار تھی۔
سوال۔ زید نے اگر زوجہ والدہ ہمشیرہ باپ۔ نانی وارث چھوڑے تو عول یا رد ہو گا یا نہیں اگر نہیں ہو گا تو مال کس طرح تقسیم ہو گا۔
جواب۔ یہاں عول کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ذوی الفروض کے حصوں میں یہاں کچھ تنگی نہیں بلکہ اُن کو دینے کے بعد کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور رد اسلیے نہیں ہوتا کہ باپ عصبہ موجود ہے اور جس جگہ عصبہ ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہوتا بلکہ باقی ماندہ کا مستحق عصبہ ہوتا ہے چنانچہ دیکھو یہاں باقی ماندہ باپ نے لے لیا۔

مسئلہ ۱۲				
زوجہ	والدہ	باپ	ہمشیرہ	نانی
۳		۵	محروم	محروم

سوال۔ زوجہ۔ دختر۔ دادی۔ دادا پر ترکہ تقسیم کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ ہر ایک وارث کو ایک روپیہ

ہیں سے کتنے آنے ملیں گے

جواب۔ مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	دادی	دادا
۳	۱۲	۴	۵
۲	۸	۲،۸ پائی	۳،۴ پائی

سوال۔ مولوی مظہر علی کا انتقال ہوا تو چار زوجہ ایک حقیقی بہن ایک اخیافی بہن ایک حقیقی بھتیجا موجود تھے یہاں ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔

جواب۔ مسئلہ ۱۲

چار زوجہ	حقیقی بہن	اخیافی بھائی	حقیقی بھتیجا
ربع	نصف	چھٹا	باقی
۳	۶	۲	۱

سوال۔ حکیم الدین نے ایک زوجہ دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑی ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ اس طرح مسئلہ

زوجہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱		باقی	

آخری سوال۔ آپ نے ان دو جوابوں میں مجملاً یہ بتلا دیا کہ چار زوجہ کو تین سہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی کو سات سہام اس سے یہ معلوم نہوا کہ ہر ایک زوجہ کو کتنے سہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی کو کس حساب سے۔

جواب اور قاعدہ۔ چند وارثوں کو جو مشترک سہام ملتے ہیں اگر وہ اُنپر بلا تکلف تقسیم ہوسکتے ہیں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تمام وارثوں کو علٰحدہ علٰحدہ لکھکر بمقدار حصہ سب کے نیچے سہام لکھدو مثلاً چار بیٹیوں کو آٹھ سہام پہونچے تو لمبے خط کے نیچے چار جگہ بیٹی بیٹی لکھکر سب کے نیچے دو دو سہام لکھدو اگر سولہ پہونچے ہیں تو چاروں بیٹیوں کے نیچے چار چار لکھدو یہی حال ہے دوسرے وارثوں کا جو شریک رہا کرتے ہیں مثلاً پانچ ہمشیرہ ہوں اور دس سہام ہوں یا چھ سہام ہوں اور تین بھائی یا پندرہ سہام ہوں اور تین وارث یا بارہ سہام ہوں اور چار وارث وعلیٰ ہذا القیاس دیکھو

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	اخیافی بہن	اخیافی	اخیافی	اخیافی	چچا
۳	۱۲	۲	۲	۲	۲	۱

یہاں آٹھ سہام اخیافی بہنوں کو پہونچے تھے بلا تکلف دو دو سہام ہر ایک بہن کے نیچے لکھے گئے۔ اور اگر بلا تکلف تقسیم نہیں ہوسکتے (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام پہونچے یا دو زوجہ کو تین سہام پہونچے یا پانچ ہمشیرہ کو آٹھ سہام دیے گئے) تو ان وارثوں کی تعداد میں سہام کو ضرب دیکر سہام بڑھا لیتے ہیں۔ بڑھنے کے بعد سہام اُن وارثوں پر بلا تکلف تقسیم ہوجاتے ہیں (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام مشترک پہونچے تھے اُنپر تقسیم نہیں ہوسکتے تھے ہم نے چار کو تین میں ضرب دیا تو بارہ سہام ہوگئے اور تینوں بیٹوں کو بلا تکلف چار چار سہام پہونچ گئے) لیکن

پھر تمام وارثوں کے سہام کو بھی اسی عدد مین ضرب دینا پڑتا ہے جس میں ایک جگہ بضرورت ضرب دی گئی تھی (مثلاً جس جگہ تین بیٹیوں کے لئے چار سہام کو تین میں ضرب دیا تھا وہاں شوہر اور والدہ وغیرہ جو کوئی وارث ہوں گے اُنکے حصوں کو بھی تین میں ضرب دینا ہوگا) اور لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا گیا تھا اس کو بھی ضرب دینا ہوگا اور ضرب کے بعد جس قدر سہام نکلیں اسکو عدد کے سر پر تصحیح کی علامت بناکر لکھا جائیگا (مثلاً جہاں بیٹیوں کے حصوں کو تین میں ضرب دیا تھا اور اُنکی وجہ سے سب وارثوں کے حصے تین میں ضرب دیے گئے تھے وہاں اوپر لکھے ہوئے عدد چھ کو بھی تین میں ضرب دیں گے اور تصحیح کی علامت بناکر اٹھارہ کا ہندسہ اُسکے اوپر اس طرح تصحیح ۱۸ لکھدیں گے۔

لیکن چونکہ ہم نے کتاب محض ناواقف اور کم استعداد لوگوں کے لیے لکھی ہے اور اس قاعدہ میں زیادہ فہم اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ہم اس قاعدہ کو سمجھانیکی کوشش نہیں کرتے البتہ گذشتہ دو مثالوں میں جنکی نسبت آخر ہی سوال کیا گیا تھا اس قاعدہ کو جاری کرکے دکھلانے کے بعد اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں۔ سنیئے۔

اول مظہر علی کی جائداد کو ہمنے بارہ سہام کرکے تین زوجہ کو۔ چھ بہن کو۔ دو بھائی کو۔ ایک بھتیجے کو دیا تھا۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ ہر ایک زوجہ کا حصہ علٰحدہ ہو جائے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ تین سہام کو چاروں زوجہ تقسیم کرکے تین تین ربع یعنی پونا پونا سہام ہر ایک زوجہ لیجائے لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ فرائض میں ایسی طرح حصے نکالنے کا قاعدہ ہے کہ سہام نہ ٹوٹے لہذا ہم نے قاعدہ تصحیح کے بموجب زوجہ کے تین سہام کو چار میں ضرب دیا اب بارہ ہوگئے اور ہر ایک زوجہ کو تین تین پہونچ گئے۔ پھر بہن کے سہاموں کو بھی چار میں ضرب دیکر چوبیس کیا اور اُس کے نیچے لکھدیا اسیطرح بھائی کا حصہ چار میں ضرب دینے سے آٹھ ہوکر اُسکے نیچے لکھا گیا اور بھتیجے کا بھی چار میں ضرب دیکر لکھا لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا ہے یعنی بارہ اسکو بھی چار میں ضرب دیا اور وہ بارہ چوک اڑتالیس ہوگئے تو اڑتالیس ۴۸ کا ہندسہ بارہ کے اوپر تصحیح کی علامت بناکر لکھدیا۔ اب دیکھو ہر ایک وارث کا حصہ علٰحدہ علٰحدہ بلا توڑنے سہام کے نکل آیا صورت اسکی یہ ہے

مسئلہ ۱۲ تصحیح ۴۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بہن	اخیافی بھائی	بھتیجا
۳	۳	۳	۳	۶/۲۴	۲/۸	۱/۴

دوم حکیم الدین کی زوجہ کو ایک سہام دینے کے بعد باقی سات سہام اُسکے بیٹا بیٹی پر پوری طرح تقسیم

ف۱ اس لیے کہ وارث تین ہیں اور سہام چار گویا سہام کو وارثوں میں ضرب دیا ۱۲ ف۲ کبھی تصحیح کی علامت صرف اسطرح صہ لکھدیتے ہیں ۱۲

نہیں ہوسکتے تھے لہذا ہم نے ان سات سہام کو اُنکے مستحق وارثوں میں ضرب دینا چاہا۔ بظاہر تین آدمی ہیں دو بیٹے ایک بیٹی لیکن پہلی فصل کے قاعدے سے اور پانچویں فصل کے دوسرے جواب سے معلوم ہوچکا ہے کہ ہر ایک بیٹا بمنزلہ دو وارثوں کے سمجھا جاتا ہے لہذا ہمنے انکو پانچ وارث قرار دیکر ان کے سات سہام کو پانچ میں ضرب دیا پینتیس ۳۵ ہوکر چودہ چودہ بیٹوں کو اور سات بیٹی کو ملگئے چونکہ ہمنے بیٹا بیٹی کے سہام کو پانچ میں ضرب دیا تھا زوجہ کے سہام کو بھی پانچ میں ضرب دیا اور ذرا سا خط کھینچکر زوجہ کے نیچے پانچ کا ہندسہ بھی لکھدیا اور اب ملیے خط پر لکھے ہوئے تقسیم کنندہ عدد آٹھ کو بھی پانچ میں ضرب دیکر چالیس ۴۰ کا ہندسہ اُسکے اوپر اسطرح لکھا[۱]

۴۰ تصحیح				۸
زوجہ	پسر	پسر	دختر	
۱/۵	۱۴	۱۴	۷	

اب بوجہ تصحیح کے کل سہام چالیس ہوگئے اور ہر شخص کا حصہ علٰحدہ ہوگیا۔

بفضلہ تعالیٰ یہاں تک تمام ضروری امور کا اس قدر بیان ہوگیا ہے کہ معمولی استعداد کا شخص تنہا ہر ایک وارث کے حصے بلا تکلف بتلا سکے اور اگر محنت کرے اور دل سے چاہے تو فرائض کے ایسے صدہا مسائل جنہیں مناسخہ نہ ہو بہت سہولت سے حل کرلیا کرے اور جملہ وارثان کے حصے بتلا کر عدد معین کرنے اور سہام لگانے پر بخوبی قادر ہوکر معمولی فرائض اچھی طرح نکالنے لگے۔ اب دو باتیں رہ گئی ہیں ایک تصحیح جس کو ہم نے کسی قدر ذکر کیا ہے اور دو مثالوں میں بھی سمجھایا ہے دوسرا مناسخہ ان دو چیزوں کو ہم بیان نہیں کرتے۔ اگر کسی کو اردو میں سیکھنے کا شوق ہو تو علم الفرائض نظم الفرائض وغیرہ رسالوں سے سیکھ سکتا ہے جنمیں سب سے بہتر مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی کا رسالہ فرائض اردو ہے[۲]۔ اب ہم چند اُمور ضروریہ کو بیان کرکے اس کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ واللّٰہ المیسّر وبیدہ الخیر۔

فصل ۶۔ خنثی مشکل کا بیان

کتب فرائض کے آخر میں خنثی امشکل کا حال لکھنے کا دستور ہے جسکو نہ مرد کہہ سکتے ہیں نہ عورت۔ اگر کسی شخص میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود ہوں یا کوئی بھی علامت نہو مرد کی نہ عورت کی

[۱] کبھی تصحیح کی علامت صرف اسطرح ـــ لکھدیتے ہیں۔۱۲ [۲] کتاب طویل ہوتی چلی جاتی تھی اور طبع ہونیکی کوئی صورت نہیں نکلتی تھی لہذا گھبرا کر چھوڑ دیا آئندہ ارادہ ہے کہ تصحیح اور مناسخہ کا بیان نہایت عام فہم طرز سے لکھکر بڑھا دیا جائے۔۱۲

توحتی الوسع کسی طرح اس کو مرد یا عورت قرار دیتے ہیں اور اسی کے موافق میراث وغیرہ کے تمام احکام لگاتے ہیں۔ مثلاً دیکھتے ہیں کہ کس جانب کا غلبہ ہے۔ اگر صحبت کر سکتا ہے یا پیشاب مردوں کی طرح کرتا ہے یا اُس سے کوئی عورت حاملہ ہوگئی ہے تو مرد ہی سمجھیں گے اور اگر اس کو حمل رہگیا یا عورتوں کے مقام سے پیشاب کرتا ہے یا اسکو حیض آتا ہے تو عورت سمجھیں گے اسی طرح کوئی نہ کوئی قوی علامت اور ایک جانب کا غلبہ دیکھکر وہی حکم لگاوینگے اور اسی کے موافق جملہ احکام میراث وغیرہ جاری کرینگے لیکن جب دونوں حالتیں بالکل برابر ہوں اور حالت ایسی مشتبہ ہوجائے کہ کسی وجہ اور کسی علامت سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہونیکو ترجیح نہ دے سکیں تو اسکو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ میراث پانے میں اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اسکو عورت سمجھنے میں حصہ کم ملتا ہے تو عورت ہی سمجھیں گے اور اگر مرد فرض کرنے کی صورت میں حصہ کم ہوجاتا ہے تو مرد ہی سمجھکر حصہ دیں گے۔ غرض جس صورت میں حصہ کم ملتا ہو وہی[1] تجویز کریں گے۔ چونکہ اُس کی ضرورت نہیں پڑتی اسلیے اس سے زیادہ تفصیل لکھنا بے سود ہے۔ کتب عربیہ میں موجود ہے۔

تنبیہ۔ بعض نا سقول مرد جو زنانہ لباس و حرکات اختیار کر لیتے ہیں اور عرف میں اُن کو مخنث اور ہیجڑا کہتے ہیں وہ میراث کے حکم میں بالکل مرد سمجھے جائیں گے اور ہر جگہ میراث میں مرد کا حصہ[2] پائیں گے۔

حمل کی میراث کا بیان

اگرچہ بعض دفعہ میت کے انتقال کے بعد فوراً ہی میراث کے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں بلکہ بعض جگہ تو میت کا آخری وقت دیکھکر اپنے اپنے قابو کے مال پر تمام وارث قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن عام طور سے اس زمانہ میں میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہیں کیجاتی اسلیے کسی بچے کے تولد کا انتظار کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ اور مناسب بھی یہی ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہے تو بچہ جننے تک صبر کریں اور تقسیم ترکہ وضع حمل تک ملتوی رکھیں کیونکہ بعض دفعہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہیں ہوتا

[1] عند ابی حنیفۃ واصحابہ وہو قول عامۃ الصحابۃ وعلیہ الفتویٰ ۱۲۔ سراجی ۵۳ [2] اور دیگر احکام شرعیہ میں بھی وہ بالکل مرد ہی سمجھے جائیں گے لیکن ایسی حالت وصورت اختیار کر لینے سے وہ شرعاً نہایت گنہگار اور فاسق سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے پردہ نہ کرنا اور عورتوں میں آمد و رفت کی اجازت دینا نہایت کم عقلی اور خلاف غیرت ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔

اور بعض دفعہ زندہ پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہونیکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستحق نہیں اور کبھی ایک حمل سے دو چار یا زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں پہلی تقسیم اور حصوں کو بالکل توڑنا اور از سر نو حصہ لگانا پڑتا ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کرلیں لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھکر جو کچھ حصہ پہونچتا ہو اُسکے لیے امانت رکھیں اور اسکے مرد ہونیکی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہوں انکو محروم رکھیں اور جن لوگوں کا حصہ کم ہوتا ہو انکو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اس کا پورا حصہ امانتی اسکو دیا جائے گا اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی۔ اور اگر لڑکی تولد ہوئی تو لڑکی جس قدر حصہ کی مستحق ہوگی وہ اسکو دیا جائیگا اور حمل کو لڑکا سمجھکر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیے گئے تھے انکا حق دیدیا جائیگا۔

مثال ظہیر الدین کا انتقال ہوا اسکی ایک زوجہ دو ہمشیرہ اور والدہ وارث موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے ہنتے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کرکے اس طرح حصے لگا دیے کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہا کرتی ہیں۔

مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	حمل	دوہمشیرہ
۳			محروم

یہاں اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر تبدل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ جسطرح تقسیم ہوگیا تھا بدستور رہتا اور وہ پیدا ہوکر اپنے حصہ کا مالک ہو جاتا لیکن ظہیر الدین کی بہنوں کی دعا سے لڑکی پیدا ہوئی چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے لہذا ہم نے بجائے سترہ کے بارہ سہام اسکو دیے اور باقی ماندہ پانچ سہام بہنوں کو دیے جو حمل کو لڑکا فرض کرکے محروم کر دی گئی تھیں۔ اب گویا میراث از سر نو تقسیم ہوکر یہ صورت ہوگئی

مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	دختر	دوہمشیرہ
۳	۴	۱۲	۵

یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لیے حصہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو بلکہ جس جس موقع میں حمل میّت کا وارث قرار پا سکتا ہے وہاں حصہ امانت رکھا جائیگا خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو۔ دوسری اور تیسری مثال

ف۱ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی صاحبؒ کے ایک استاد کے بیس[۲] بیٹے تھے جو صرف پانچ حملوں میں پیدا ہوئے تھے یعنی ہر دفعہ پانچ بیٹے پیدا ہوتے تھے کشکول میں ایک عورت کا قصہ لکھا ہے کہ اسکے سات بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے۔ اور بعض عورتوں کا حال لکھا ہے کہ انکے ایک حمل میں چالیس بچے پیدا ہوئے واللہ اعلم ف جن بچوں کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو وہ سب ایک ہی حمل سے سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں پیدا ہوں ۱۲۔

ف۲۔ امام صاحبؒ کا ایک قول ہے کہ چار بیٹوں کا حصہ امانت رکھیں اور بھی چند اقوال ہیں لیکن فتوی اسی پر ہے کہ صرف ایک بیٹے کا حصہ امانت رکھا جائے کذا فی رد المحتار و فتاوی قاضی خاں ۱۲ ف۳ بعض دفعہ لڑکی مستحق نہیں ہوتی ۱۲

سے یہ بات خوب نظر آئیگی۔

مثال ۲۔ عزیز خاں نے اپنے بیٹے مجید خاں سے دو مہینے پیچھے انتقال کیا اور اپنی زوجہ اور والد وارث چھوڑے اور بیٹے کی زوجہ بھی موجود تھی جو حاملہ تھی۔ اُسوقت ترکہ تقسیم کرنے میں ولادت کا انتظار نہ کیا اور حمل کو لڑکا قرار دیکر مال کو اس طرح تقسیم کر دیا مسئلہ ۲۴ — زوجہ ۳ باپ ۴ حمل پوتا بیٹے کی زوجہ — لیکن اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی جو صرف نصف مال کی مستحق ہے لہذا اس کو بارہ سہام دیکر باقی پانچ سہام بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کے حصے میں بڑھا دیے ۲۴ — زوجہ ۳ پوتی تولد شدہ ۱۲ باپ ۹ بیٹے کی زوجہ محروم

مثال ۳۔ حسن علی کے انتقال کے وقت اُسکی والدہ کو حمل تھا لہذا اس طرح تقسیم کیا گیا مسئلہ ۱۸ — والدہ ۳ ہمشیرہ ۵ حمل برادر ۱۰ بھتیجا محروم — لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو بجائے دس کے اسکو چھ سہام پہونچکر اسطرح تغیر ہوا مسئلہ ۱۸ — والدہ ۳ ہمشیرہ ۶ ہمشیرہ تولد شدہ ۶ بھتیجا ۳ — یعنی ہمشیرہ کا حصہ بڑھ گیا اور بھتیجا محروم نہ رہا کیونکہ بھائی جو اس سے مقدم عصبہ تھا پیدا نہ ہوا بلکہ بہن پیدا ہوئی۔

حمل کے لیے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اسکو اسی صورت میں پہونچتا ہے جبکہ وہ زندہ پیدا ہو جائے اگر پیٹ ہی میں مرگیا تو وہ اس مال کا مالک نہوگا اور اسکو بالکل بے اعتبار اور کالعدم سمجھکر باقی وارثوں پر سب مال لوٹا دینگے جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ مثلاً ایک شخص کی زوجہ حاملہ تھی تو اسکا مال اس طرح تقسیم کیا ۲۴ — زوجہ ۳ والدہ ۴ حمل ۱۷ بھائی محروم — لیکن لڑکا مردہ پیدا ہوا تو اُسکا وجود و عدم برابر سمجھکر زوجہ کو چہارم اور والدہ کو ایک ثلث دیا اور بھائی عصبہ مستحق میراث ہوگیا ۱۲ — زوجہ ۳ والدہ ۴ برادر ۵

علی ہذا القیاس اگر کسی حمل کے لیے حصہ امانت رکھا گیا اور تولد ہونیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ وارث ہی نہیں ہو سکتا تو بھی اسکو کالعدم اور لا اعتبار سمجھکر دیگر وارثان پر جو میت کی وفات کے وقت موجود و مستحق تھے کل مال تقسیم کر دیا جائیگا۔ مثلاً عزیز الحق نے اپنی والدہ دو بیٹیاں وارث چھوڑی اور بھائی سعید الحق مرحوم کی زوجہ کو حمل بھی تھا ہمنے اس حمل کو حسب قاعدہ مذکر سمجھکر وارث قرار دیا اور اسکے لیے بدیں صورت حصہ مرد کا امانت رکھا — والدہ دو دختر بھتیجا — تقدیر ایزدی سے لڑکی پیدا ہوئی جو یہاں مستحق میراث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ لڑکی عزیز الحق مورث کی بھتیجی ہے اور ذوی الارحام میں داخل ہوا اور جب تک ذوی الفروض میں سے ایک بھی موجود ہوتا ہے ذوی الارحام مستحق نہیں ہو سکتے لہذا یہاں حمل اپنے

---

۱ یہ شبہہ نہ کرنا چاہیے کہ تقسیم کرنے والے ساتھ عدد ول میں اٹھارہ کا عدد نہیں پھر اس سے کیوں تقسیم کیا گیا۔ اسلیے کہ یہ فی الحقیقت چھ عدد سے تقسیم کیا گیا ہے لیکن بقاعدہ تصحیح اٹھارہ بنا لیا ہے ۱۲

۲ یہاں بارہ سے تقسیم ہو سکتا ہے لیکن ہم نے فرق ظاہر کرنے کے لیے چوبیس ۲۴ رہنے دیا ۱۲

اپنے حصے سے بالکل محروم رہا اور کل مال بقاعدۂ رد میت کی دختران اور والدہ پر اسطرح[۵] (والدہ ۲ دختر ۲ دختر) تقسیم کر دیا؛ چونکہ حمل کے لیے صرف ایک لڑکے کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے لہذا اگر اتفاق سے اس حمل میں دو تین بچے پیدا ہو جائیں تو چاہیے کہ پہلی تقسیم کو منسوخ کر کے ازسر نو تقسیم کریں اور حسب قاعدہ جو کچھ بچوں کا حصہ نکلتا ہو وہ مقرر کریں۔

ف جو حمل پورا زندہ پیدا ہونیکے بعد مر گیا یا نصف بدن باہر نکل آنیکے بعد مر گیا وہ اپنے حصے کا مالک ہو جائیگا لیکن چونکہ مالک ہوکر فوراً مر گیا ہے اسلیے اسکا حصہ اُن لوگوں پر منتقل ہو جائیگا جو اس بچے کے وارث اور شرعاً مستحق میراث ہوں لیکن اب یہ مال اسی بچہ کا ترکہ سمجھا جائے گا اور انھیں وارثوں کو ملیگا جو اس کے مرنے کے وقت موجود مستحق ہوں لہذا اس حصے کو تقسیم کرنے کے وقت پہلے میت یعنی اول مورث کے انتقال کے وقت کا اعتبار نہوگا۔ پس اگر کوئی شخص اول میت کی وفات کے وقت زندہ تھا لیکن اس بچے کے مرنے سے پہلے اُسکا انتقال ہو گیا تو وہ اس بچے کے مال میں سے مستحق میراث نہوگا۔

شرط اگر حمل خود میت کا ہے یعنی اس کی زوجہ یا لونڈی حاملہ ہے تو اس کے وارث ہونے اور حصہ پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ میت کی وفات کے بعد دو برس کے اندر پیدا ہو جاوے اگر وفات سے دو سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس میت کا حمل نہ سمجھا جائیگا اور اُسکے مال کا مستحق نہوگا[۱] اور اگر وہ حمل کسی دوسرے شخص کا ہے مثلاً میت کی والدہ حاملہ ہے یا اسکے بیٹے کی زوجہ کو یا بھائی کی زوجہ کو حمل ہے (جیسا کہ گذشتہ مثالوں میں گذر چکا ہے) تو وہاں اس حمل کے مستحق میراث ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس میت کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اگر اسکے انتقال سے چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو یہ حمل اپنے امانت شدہ حصہ سے محروم رہیگا اور وہ حصہ حسب دستور سابق وارثوں پر لوٹا دیا جائے گا۔

مسئلہ اگر کوئی شخص نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا اور نکاح کو چھ مہینے نہیں گذرے تھے کہ بچہ پیدا ہو گیا تو بچہ مستحق میراث نہوگا اور اگر اسکے لیے حصہ رکھا گیا ہوگا تو وہ باقی

---

[۱] کیونکہ حمل پیٹ میں دو سال تک ٹھہر سکتا ہے زیادہ نہیں۔ پس جب دو سال گذر چکے بعد بچہ ہوا تو سمجھا جائیگا کہ میت کے انتقال کے بعد کسی سے حاملہ ہوئی ہے۔ ۱۲

[۲] جب دوسروں کا حمل ہو تو شریعت نے حمل کی کمتر مدت کا اعتبار کیا ہے جو چھ مہینے ہے اگر چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس کی میراث نہ پائے گا مگر اسکا پوتا یا بھائی بھتیجا وغیرہ پھر بھی کہلائیگا۔ ۱۲

وارثوں پر لوٹا دیا جائیگا (علیٰ ہذا القیاس اگر شوہر زندہ رہا اور نکاح کے بعد چھ ماہ گذرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس شوہر کا نہ سمجھا جائیگا اور اسکی میراث وغیرہ سے کبھی حصہ نہ پائیگا؛

مفقود الخبر یعنی گم گشتہ کا بیان

جو شخص لاپتہ اور گم ہو جائے اور معلوم نہو کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا اُسکو مفقود کہتے ہیں اور جو کچھ مال چھوڑ جائے اسکو تقسیم نہ کیا جائے اور نہ اسمیں سے قرض ادا کیے جائیں بلکہ امانت رکھا جائے اور اس شخص کے آنیکا انتظار کریں۔ اگر آ جائیگا تو اپنے مال پر قابض ہو جائیگا ورنہ جب حساب کی رُو سے اس کی عمر نوے برس کی ہو جائے (یعنی جس تاریخ سے پیدا ہوا تھا اس دن سے شمار کرکے نوے برس گذر جائیں) اس وقت شرعاً اسکی موت کا حکم لگا دینگے اور جو وارث اس وقت زندہ موجود ہیں وہ حصہ دار اور مستحق ہونگے اور جو اس وقت سے پہلے مر گئے وہ محروم رہے کیونکہ شرعاً گویا آج اُس کی موت واقع ہوئی ہے (گو فی الحقیقت وہ اس وقت سے دس بیس برس پہلے مر گیا ہو یا اب بھی زندہ ہو لیکن چونکہ کسی کو معلوم نہیں لہذا جس روز نوے سال کی عمر ہو گئی شریعت نے اسکے انتقال کا حکم دیدیا) یہ تو خود اسکے مال کا حال تھا اب اسکے مستحق میراث ہونیکا حال سنیے۔

اگر گم ہونیکے بعد ایسے شخص کا انتقال ہو جسکے مال سے اس گم شدہ کو حصہ ملسکتا ہے تو جس قدر اس گم شدہ کا حق ہو وہ امانت رکھا جائے اور اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے اگر آ جائے تو بہتر ہے اپنا حصہ پائیگا اور اگر واپس نہ آیا اور کچھ پتہ نہ لگا تو جس روز اس کی عمر کے نوے سال گذر جائیں (اور حسب قاعدہ سابق اسکی موت کا حکم دیا جائے) اُسی روز وہ حصہ واپس کر دیا جائے جو اس کے لیے مورث کے مال میں سے امانت رکھا تھا اور جس میت کے مال میں سے یہ حصہ امانت رکھا گیا تھا اسی کے وارثوں کو دیا جائے لیکن اس وقت کے موجودہ وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو اُس وقت موجود تھے جب کہ مورث کا انتقال ہوا تھا اور گم شدہ کے لیے حصہ امانت رکھا گیا تھا۔ مفقود کے احکام کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔

مثال۔ عبدالرحیم پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ۱۴ رجب سنہ ۱۳۶۱ ہجری کو گھر سے یہ کہکر نکلا کہ کلکتہ جاتا ہوں لیکن پھر ایسا لاپتہ اور مفقود ہوا کہ کچھ خبر ہی نہ ملی کہ کہاں گیا مر گیا یا زندہ ہے۔ اس کی زوجہ دس برس

لہ کیونکہ کم سے کم مدت حمل کی چھ مہینے ہے جب نکاح کو چھ ماہ بھی نہیں گذرنے اور بچہ پیدا ہو گیا تو معلوم ہو گا کہ نکاح سے پہلے حمل تھا اس شوہر کا حمل نہیں ہے ۱۲

سے زیادہ صدمۂ فراق اور رنج و مصیبت اٹھا کر بہت سا مال چھوڑ کر ۴ محرم ۱۲۷۲؁ ہجری کو دنیا کو رخصت ہو گئی اپنا باپ او دو بیٹا بیٹی وارث چھوڑے اس وقت اس مسماۃ کا ترکہ اس طرح تقسیم کر دیا گیا۔ شوہر مفقود امانت رکھا ۳ نانی ۱ بیٹی ۲ والد ۱ عبد الرحیم شوہر کا حصہ امانت رکھا گیا پینسٹھ برس گذر گئے مگر عبد الرحیم ایسی گھڑی نکلا تھا کہ پھر ہی نہ آیا اس عرصہ میں عبد الرحیم کی نانی اور چچا اور اسکی زوجہ کا باپ اور نانی سب دار فانی سے انتقال کر گئے۔

پچیس برس کی عمر میں گھر سے نکلا تھا اور ۱۳ رجب ۱۳۲۶؁ ہجری تک پینسٹھ سال انتظار میں گذرے اب حساب سے اُس کی عمر چونکہ نوّے سال کی ہو گئی لہٰذا ۱۴ رجب ۱۳۲۶؁ ہجری کو شرعاً سمجھا جائیگا کہ آج اس کا انتقال ہوا ہے اور اس کے لیے جو حصہ زوجہ کے ترکہ میں سے امانت رکھا تھا وہ آج اسکی زوجہ کے اُن وارثوں پر لوٹا دینگے جو ۴ محرم ۱۲۷۲؁ ہجری کو اُسکی زوجہ کے انتقال کے وقت موجود تھے (خواہ آج ۱۴ رجب ۱۳۲۶؁ ہجری کو زندہ ہوں[۱] یا نہوں) اور یوں سمجھیں گے کہ حصہ لینے کے لیے گویا عبد الرحیم اُس وقت زندہ ہی نہ تھا جب اسکی زوجہ کا انتقال ہوا پس اسکے لیے جو تین سہام امانت رکھے گئے تھے انکو انھیں وارثوں پر حصہ رسد تقسیم کر دینگے جنھوں نے ۴ محرم ۱۲۷۲؁ کو عبد الرحیم کی زوجہ کے مال میں سے حصے لیے تھے (یعنی اس حصۂ امانت کو نو سہام کر کے دو سہام عبد الرحیم کی زوجہ کے باپ کو چھ بیٹی کو ایک نانی کو دیدیں) اور خود عبد الرحیم کا مال جو رکھا تھا وہ اب نوّے برس کی عمر ہونے پر موت کا حکم لگنے کے بعد عبد الرحیم کے اُن وارثوں پر تقسیم ہوگا جو بالفعل آج ۱۴ رجب ۱۳۲۶؁ ہجری کو موجود ہیں۔ عبد الرحیم کی زوجہ اور نانی اور چچا وغیرہ جو اس عرصہ میں انتقال کر گئے وہ سب اسکی میراث سے محروم رہینگے کیونکہ شرعاً گویا آج ۱۴ رجب کو زید کا انتقال ہوا ہے (فی الواقع خواہ اس سے پہلے مر گیا ہو یا اس کے بعد مر جائے چونکہ معلوم نہیں اسلیے شریعت نے نوّے برس کے بعد موت کا حکم دیدیا۔

اس مثال سے اور پہلے بیان سے دو باتیں آپ سمجھ گئے ہونگے اول یہ کہ جو شخص مفقود الخبر ہو کر نوّے برس کی عمر تک نہ آوے جب تک نوّے سال کی عمر نہو اس کا مملوکہ مال امانت رکھا رہے جب نوّے سال پورے ہو جائیں یعنی پیدائش کے دن سے حساب کر کے جب نوّے برس ہو جائیں اس وقت اس کا مال تقسیم ہوگا اور اُس وقت کے موجودہ وارثوں کو دیا جائیگا اس سے پہلے جو رشتہ دار

[۱] جو لوگ زندہ ہونگے وہ خود اس مال کو لینگے اور جو مر گئے ہوں انکے پسماندوں اور مستحق وارثوں کو دیدیا جائے ۱۲

مرگئے وہ اسکے مال سے حصہ نہ پاوینگے۔ دوم یہ کہ جو شخص نوّے برس کی عمر تک واپس نہ آوے اسکی غیر حاضری کے دنوں میں جن لوگوں کا انتقال ہوا ہے کسی کے مال میں سے اس گم شدہ کو حصہ نہیں ملیگا۔ لیکن احتیاطاً اسکے لیے امانت رکھ لیتے ہیں کہ شاید نوّے برس کی عمر سے پہلے واپس آجائے یا کچھ حال معلوم ہوجائے اور مستحق حصہ ہوجائے۔ کیونکہ محروم جب ہوتا ہے کہ اس عمر تک کچھ پتہ ہی نہ لگے

مسئلہ[۱] امام ابوحنیفہ کے نزدیک مفقود کے انتظار کی حد نوّے برس[۲] ہے۔ یعنی جب تک اسکی عمر نوّے برس کی نہو جائے اُسکی موت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اُسکے مال کو تقسیم نہ کیا جائیگا اور نہ اسکی زوجہ کے لیے نکاح ثانی جائز ہوگا۔ میراث کی تقسیم نہونیسے کوئی حرج و تکلیف اور بڑی دقت پیش نہیں آتی لیکن زوجہ کو اس قدر طویل عرصہ تک انتظار کرنا بعض دفعہ بوجہ مفلسی اور ناداری کے مشکل ہوتا ہے اور کبھی بوجہ نوعمر وجوان ہونے منکوحہ کے اندیشہ فساد عظیم اور بے غیرتی کا ہوتا ہے اسلیے بہت سے محققین علمائے حنفیہ نے خاص[۳] نکاح کے جائز ہونے میں امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیدیا ہے کہ جس روز سے مفقود الخبر اور لاپتہ ہوا ہے اس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہے۔ گویا چار سال کے انتظار کے بعد گم شدہ کی موت کا حکم دیا گیا اور پھر چار ماہ دس روز عدت گذارنے کے بعد نکاح ثانی جائز ہوگیا۔ یہ مسئلہ شامی جلد سوم کتاب المفقود میں اور دیگر کتب[۴] فقہ میں موجود ہے ضرورت میں اس پر عمل کرلینا چاہیئے۔ لیکن چونکہ فقہا نے اسمیں قضائے قاضی کی شرط لگائی ہے یعنی جب تک حاکم حکم نہ دیدے اس وقت تک اسکو میت سمجھکر نکاح جائز نہوگا۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ شوہر زندہ واپس آجاتے ہیں اور جھگڑا کرکے نوبت بعدالت پہونچاتے ہیں اسلیے یہ ضرور ہے کہ اپنے نواح کے علما سے فتویٰ لیکر اسکو عدالت میں پیش کرکے نکاح کی اجازت لے لیں لیکن یہ درخواست ایسے منصف اور جج وغیرہ حاکم کے اجلاس میں پیش کریں جو مسلمان ہو اُس کا فیصلہ بمنزلہ شرعی قاضی کے سمجھا جائیگا اور شرعاً وقانوناً ہر طرح نکاح جائز ہو[۵] جائیگا اور دنیا و آخرت

[۱] یہ مسئلہ احقر نے علمائے محققین سے خوب یافت کرکے لکھا ہے اور تمام ضروری امور کی تفصیل انہیں کی فرمائش سے کیگئی ہے ۱۲
[۲] اسمیں مختلف اقوال ہیں ایکسو پانچ سال ایکسو دس سال ایک سو بیس سال وغیرہ لیکن فتویٰ ۹۰ سال پر ہے ۱۲ [۳] میراث کی نسبت نوے سال کا انتظار امام مالک وابوحنیفہ رحمہما اللہ دونوں ضروری فرماتے ہیں ۱۲ [۴] امام شافعیؒ صاحب کا بھی قول قدیم یہی ہے اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اُن صورتوں میں کہ غالب گمان مرجانے کا ہو ۱۲ [۵] اردو خواں ناظرین مولانا عبدالحی صاحب کے فتاویٰ میں دیکھ لیں ۱۲ [۶] لیکن اگر پہلا شوہر زندہ واپس آجائے تو زوجہ اسی کو دیجائیگی البتہ اگر پہلا شوہر واپس آکر طلاق دیدے تو زوجہ شوہر ثانی کے پاس رہ سکتی ہے لیکن طلاق کی عدت گذرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا پڑیگا۔ اگر شوہر ثانی سے کوئی اولاد ہوگئی ہے تو وہ اپنی اولاد کا ہر صورت میں مستحق ہے ۱۲

کے مواخذہ کا خوف اور اندیشۂ فساد نہ رہیگا واللہ اعلم بالصواب

مفقود کے بعد مرتد کا حال لکھنے کا دستور ہے لیکن آجکل اسکی ضرورت نہیں پڑتی اسلیے کہ اگر شاذ و نادر کوئی بدبخت مرتد ہوتا ہے تو وہ اپنا مال مسلمان وارثوں کے اختیار میں نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ اسمیں مسائل شرعیہ جاری کریں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی صورت پیش بھی آوے تو اس کا حکم بقدر ضرورت ہمنے شروع کتاب میں میراث سے محروم کرنیوالی چیز ونکے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔

مسائل متفرقہ متعلقہ فرائض

مسئلہ اگر کسی شخص نے زندگی میں اپنے کسی وارث کو بقدر اسکے حصے کے اپنا مال و جائداد دیکر اسکو مالک بنا دیا اور پورا قبضہ کرا دیا تو اصل مالک کے انتقال کے بعد باقی ماندہ مال میں بھی یہ شخص دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک رہیگا اور اپنا پورا حصہ اب پھر لیگا۔ زندگی میں جو کچھ مورث نے اسکو دیدیا ہے وہ اب اسکے حصہ میں محسوب* نہوگا

مسئلہ جب زوجہ مرجائے تو اس کا مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہے وہ بھی اسیطرح تقسیم ہوگا جیسے دوسرا مال و اسباب تقسیم ہوتا ہے **یعنی** اگر زوجہ کے اولاد نہیں تو نصف مہر بطریق میراث شوہر کو پہونچ جایگا اور نصف مہر کے حقدار و مستحق زوجہ کے دوسرے شرعی وارث ہونگے انکو اختیار ہے کہ اپنا حق شوہر سے وصول کریں یا معاف کر دیں اور اگر مرنیوالی کی اولاد ہو تو ایک چوتھائی مہر شوہر کو ملجایگا باقی زوجہ کی اولاد وغیرہ ورثہ کا حق ہوگا۔ وہ وصول کریں یا معاف کر دیں لیکن اگر معاف کرنیوالا نابالغ ہوگا تو معاف نہوگا۔

مسئلہ کسی خارجی وجہ سے استحقاق زیادہ ترکہ کا نہیں ہوسکتا مثلاً کسی کے دو بھتیجے ہیں انمیں سے ایک داماد بھی ہے تو دونوں کو برابر حصہ ملیگا دامادی کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملیگا کیونکہ دامادی کے علاقہ سے میراث نہیں ملسکتی) البتہ اگر دو رشتوں سے مستحق میراث کا ہے تو ہر دو وجہ سے علیحدہ علیحدہ مستقل حصہ میراث کا پائیگا **مثلاً** سعیدہ کا انتقال ہوا اسنے دو بھائی چچازاد چھوڑے حلیم اور نعیم۔ اور حلیم سعیدہ کا شوہر بھی ہے تو نصف میراث شوہر ہونیکی وجہ سے حلیم کو ملجائیگی اور باقی مال چچازاد بھائی ہونیکے علاقہ سے نعیم و حلیم کو برابر پہونچے گا۔ اسیطرح ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے پانچ بہنیں خالہ زاد چھوڑیں اور کوئی

* یعنی یہ مال اسکا ترکہ شمار نہ کیا جائیگا اور دوسرے وارثوں کو اس میں حق نہ ہوگا ۱۲

له مسئلہ ۲ — شوہر حلیم ۱، چچازاد نعیم ۱، چچازاد حلیم ۱

مسئلہ ۲۵ — زوجہ سلیمہ ۵، بہن سعیدہ ۴، بہن حلیمہ ۴، بہن رقیہ ۴، بہن سلیمہ ۴، بہن نعیمہ ۴

وارث نہیں تھا ان پانچ میں سے ایک اس مرنیوالے کی زوجہ بھی ہے تو کل ترکہ میں سے ایک ربع اُسکی زوجہ کو علاقہ زوجیت سے میراث ملیگی اور باقی ماندہ مال پانچ حصے ہو کر ایک ایک حصہ سب بہنوں کو ملجائیگا

مسئلہ اگر کسی شخص نے کوئی کسبی وغیرہ یا اپنی قوم کے خلاف کوئی کم ذات عورت اپنے گھر میں ڈال لی اور نکاح بھی کرلیا تو وہ بالکل اسیطرح حصہ اور میراث کی مستحق ہوگی جیسے اصلی اور بیاہتا بیوی مستحق ہوتی ہے اگر تنہا ہوگی تو پورا حصہ زوجہ کا لیگی اور اگر اسکے علاوہ بھی کوئی زوجہ موجود ہوگی تو اسکے ساتھ شریک ہوگی لیکن اگر نکاح نہیں ہوا تھا صرف گھر میں رہنے اور تعلقات زوجہ و شوہر جاری ہونیسے خاندان اور برادری وغیرہ میں زوجہ بھی جاتی تھی تو ہرگز میراث کی مستحق نہوگی بلکہ اسکی اولاد بھی میراث سے محروم رہیگی اور ولد الزنا سمجھی جائیگی خواہ یہ عورت کوئی ادنیٰ درجہ کی کم ذات کسبی وغیرہ ہو یا شوہر کی کفو اور ہم قوم و ہمسر ہو۔

مسئلہ اگر شوہر و زوجہ کو ہمبستر ہونیکی نوبت نہ آئی ہو مثلاً دونوں صغیرسن ہوں یا ایک صغیرسن ہو یا ابتک بیوی رخصت نہوئی ہو اور انمیں سے ایک کا انتقال ہوجائے تب بھی میراث جاری ہوگی۔

مسئلہ اگر کوئی شخص قریب المرگ ہونیکی حالت میں مسلمان ہوگیا تو اُسکے تمام مال اور تمام عمر کی کمائی کے مستحق مسلمان وارث ہونگے کیونکہ اعتبار آخری وقت اور خاتمہ کا ہے اَللّٰھُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَالسَّعَادَۃِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ قَوْلِنَا قَوْلَ الشَّھَادَۃِ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ہزار ہزار شکر بدرگاہ ذوالجلال کہ کتاب مستطاب نافع دنیا و دین **مفید الوارثین** جسکی مثال کوئی کتاب آجتک علم میراث و فرائض میں تصنیف نہیں ہوئی اور جسکو عام اہل اسلام کے افادہ و سہولت کیلئے عالم باعمل فاضل اکمل مقبول بارگاہ رب المشرقین حضرت مولنا مولوی **سید اصغر حسین** صاحب دیوبندی دام فیضہم نے تالیف فرمایا ہے اس بندہ سراپا عجز و قصور خاکسار **حافظ محمد عبد الغفور** جونپوری کی استدعا سے مطبع **انتظامی کانپور** میں بحسن توجہ جناب خواجہ **محمد عبد الواحد** صاحب مالک مطبع ماہ رمضان ۱۳۴۵ ہجری میں بعد جانفشانی و عرقریزی بسیار و صرف مال کثیر نہایت حسن و خوبی سے طبع ہو کر پسندیدۂ ناظرین باتمکین ہوئی اس کتاب کی صحت و صفائی میں سعی بلیغ و اہتمام خاص کیا گیا کاپی اسکی نہایت غور و محنت سے تین عالموں نے صحیح فرمائی اور پھر خود جناب مؤلف سلمہ اللہ نے بلاحظی اور جسقدر محنت نقشجات وغیرہ کے مرتب کرنیمیں اول مرتبہ اُٹھائی تھی اسیقدر صحت و صلاح میں برداشت فرمائی امید ہے کہ بنا یات خیال ناظرین ہم سب لوگوں کو دعا سے یاد فرمائیں اور باوجود کوشش و محنت کے جو تقصیر ہوئی ہو اسکو معاف فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دلائل الخیرات مطلّا و میناکار

ہر صفحے پر بیل متن میں کل جملوں پر بشکل آیت پھول لوح پر سبز سرخ چمکدار رنگ اور ٹائیٹل پیج مختلف چھ رنگوں سے میناکار ہے نقشے مسجد نبوی و مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے قابل دید ہیں قلم واضح خوشخط تقطیع موزوں ۲۲/۱۲ حجم ۱۴۴ جز ہے اختلافات روایات مابین حریری و محمد مغربی رحمۃ اللہ نے اپنے موقعوں پر درج ہیں صحت کا بہت ہی عمدہ اہتمام کیا گیا ہے۔ صفائی چھاپہ عمدہ ہے۔ کاغذ سفید ولایتی۔ قیمت ۶ / ،

وعظ کہنا سکھانیوالی کتاب مع

جدید و کلاں قصص الانبیا

جسمیں واعظین کے لئے تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست اور سات وعظ قرآن و حدیث سے مستند لکھے گئے ہیں اور حالات و کرامات اصحاب رسول مجتہدین مکرم علاوہ خلفاء راشدین کے ۲۵۔ اصحاب کرام کا تاریخی حال اور چوتھے وعظ میں ۵۵۳ حدیثیں معہ صحیح ترجمہ لکھی ہیں اور کرامات اولیاء اللہ اور عظام مشائخ لکھی ہیں اور حکایات صلحا اور تمام انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے تفصیلی حالات درج ہیں جنکے پڑھنے سے دین میں پختگی اور مطالعہ سے نور ایمان میں تازگی آتی ہے غرضکہ اس کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف ۶ / ،

ہدیۃ الاحباب فی کرامات الاصحاب

اس کتاب میں جو جو کرامتیں صحابہ سے سرزد ہوئی ہیں وہ بحوالہ حدیث مع اردو ترجمہ عام فہم زبان میں نہایت خوبی کے ساتھ لکھی گئی ہیں ٹائیٹل پیج رنگین۔ قیمت صرف دس آنہ ۱۰ /

مناقب فاطمہ ہمارے رسول مقبول کی پیاری صاحبزادی فاطمہ زہرہ کے حالات از پیدائش تا وفات انکی انتظام خانہ داری و پرورش اولاد و فرمانبرداری شوہر اردو میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ہر مومن کے پاس اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے قیمت صرف ۱۰ / ،

شوق وطن اسکے اندر طاعون وغیرہ کے متعلق بہت حدیثیں معہ ترجمہ کے ہیں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شوق آخرت اور دنیا سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے قیمت ۳ / ،

امداد رحمانی ۲ / ، فضائل شہور والصیام ۲ / ، عہد نامہ ۔ / ،

مناجات مقبول

قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے بہت سی دعائیں جمع کی ہیں اور انہیں دعاؤں کو عمدہ اور دلکش نظم اردو میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے عجیب سوز و گداز و رقت پیدا کرنیوالی مناجات ہے اس کا پڑھنا باعث خیر و برکت اور سبب فلاح دارین ہے ٹائیٹل مطلّا و میناکار۔ قیمت صرف ۸ / کاغذ گلابی ۱۰ / ،

نیک بیبیاں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے جن مسلمانوں کو محبت ہے تو اس کتاب کے دیکھنے کے مشتاق ہونگے اس میں حضور کی بی بی خدیجہ رض حضرت عائشہ رض اور صاحبزادی رض کا ذکر نہایت معتبر ذرائع سے لکھا گیا ہے قیمت ۲ / ،

مولوی معنوی حضرت مولانا جلال الدین کی سوانحعمری اور بعض اولیاء کرام کا تذکرہ بھی مختصر طور پر کیا گیا ہے قیمت ۲ / ،

فدای فضل رحمانی اسمیں حضرت گنج مراد آبادی کے کشف و کرامات اور شجرہ قادریہ مفصل مع حالات وولادت وفات و پتہ مزار و فضائل و تسبیح و سورۂ اخلاص نہایت مستند اور بہت تشریح سے لکھے ہیں جن صاحبوں کو بزرگان دین سے فیضیاب ہونا ہو اس کتاب کو پڑھیں قیمت ۴ / ،

اکسیر فی اثبات التقدیر ایک بڑے بزرگ کامل کی عربی کتاب تنویر کا اردو ترجمہ ہے جسکے اندر مسئلۂ تقدیر کو صدہا طرح سے ثابت کیا گیا ہے اور بہت اچھی طرح سے باآسانی مسئلہ تقدیر کو سمجھایا گیا ہے۔ اکثر لوگ اسمیں فضول بحث کیا کرتے ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا اس کتاب کے مطالعہ سے مسئلہ تقدیر اچھی طرح سے ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور کوئی شبہ نہیں رہتا عجیب کتاب ہے۔ قیمت فی جلد ۱ / ،

تحقیق تعلیم انگریزی اسمیں انگریزی کی نسبت عجیب و غریب تحقیق ہے قیمت ڈیڑھ آنہ ۱ / ،

گلزار سنت اس رسالہ میں کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے چلنے پھرنے لباس وغیرہ کے متعلق تمام باتوں میں طریقۂ سنت کو بتایا ہے قیمت صرف ۱ / ،

علم الاولین اس رسالہ میں ہر ایک کام کی ابتدا کرنیوالے کو بیان کیا ہے آخر میں نہایت ضروری مسائل پاکی کھانے پینے عام معاملات کے متعلق لکھدیے ہیں۔ ۱ / ،

مواعظ حسنہ اردو میں سورۂ والعصر کا کامل وعظ پوری تفسیر جسمیں تمامی اعمال و عقائد بھی مذکور ہیں ۳ / ،

کتابوں کے ملنے کا پتہ خواجہ عبدالوحید اینڈ برادرس انتظامی پریس کانپور

صحت نامہ کتاب مفید الوارثین

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۲	۴	یوپی	یوتی	۱۸	۸	محل	مجمل
۳	۲	سکڑوتا	سکڑپوتا (دوسرے مقامات پر بھی	۱۹	۱۲	دوثمث[۳]	دوثلث[۱]
			درست کرلینا چاہیئے)	۲۳	۱	ابناۤءُ	ابناۤءُ کم
۳	۲۳	دعا پر قائم	دعا پر ختم	۲۴	۲۳	فرض	قرض
۵	۱۶	یہ چنار	برچند	۲۶	۱۰	قولیت	تولیت
۶	۲۰	وقت تصنیف	وقت تصنیف سے	۳۰	۳	کرتے ہیں	کرتے تھے
۹	۱۲	پسند کرے	پسند کرے یا نہ کرے	۳۲			سطر ۲۲ کے اوپر بجائے سطر ۲۳ کے
″	″	نہوا	نہ ہو				غلطی سے جدول کھنچ گئی ہے۔
″	″	کسی وجہ	کسی وجہ[۱]	۳۵	۵	کیا جاتا تھا	کیا جاتا ہے
۱۰	۱۴	پہونچادیتا	پہونچادیتا[۱]	۴۰	۴	ثواب یا بالوجہ	ثواب یا بوجہ
۱۱	۹	نہائت حضرت	نہائت حسرت	۴۰			یہ حاشیہ رہ گیا ہے لہ مستعار
۱۱	۱۷	قربت	قرابت				لی ہوئی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے ۱۲
۱۲	۲۲	خصاصیتہ	خصوصیتہ	۵۲	۹	غَیْرُ مُضَآدٍ	غَیْرَ مُضَآرٍ
۱۲	۲۲	جبل الہ	جبل مالہ	۵۴	حاشیہ پر	رحم اللہ	رحمہم اللہ
۱۲	۲۳	المولانا شرف	المولانا الاشرف	۵۸	۷	تعلیق	تعلق
۱۳	۲۰	علاالاعلان	علی الاعلان	۶۳	۲۳	وصول	۰ وصول[۱]
۱۴	۱۰	جواب[۲]	جواب[۲]	۶۴	۴	بنالیا	بنالیا[۱]
۱۴	۱۶	ہیں	ہیں[۲]	۶۴	۵	وجہ سے[۳]	وجہ سے[۱]
۱۶	۱۴	تین بیٹیاں	تین بیٹیاں[۳]	۶۴	۹	ہوگا[۱]	ہوگا[۲]
۱۸	۴	للرجال	للرجال[۱]	۷۵	۱۷	والد الزنا	ولد الزنا
۱۸	۴	اَلْوَالِدَان	اَلْوَالِدَانِ	۷۷	۸	عصبہ	ذوی الارحام

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۸۱	۹	دال کرنا	داخل کرنا
۸۴	۱۲	مسئلہ ۲۴ زوجہ ۱۲	مسئلہ ۲۴ زوجہ ۳
۸۴	۱۳	پڑوتی	پڑپوتی (اور مقامات پر بھی درست کرلینا چاہیئے)
۸۴	۲۲	مین سہام	تین سہام
۸۸	۱۱ امثال	والدہ ۲	والد ۲
۸۸	۱۱ امثال	والدہ ۲	۱۰ والد ۲
۸۸	۱۹	برادر اخیافی حقیقی بھائی	برادر اخیافی۔ حقیقی بھائی
۸۸	۱۰ امثال	۱۲ شوہر چوتھا ۳ والدہ چھٹا ۲ بیٹیا باقی ۷	۶ شوہر نصف ۳ والدہ ثلث ۱ والد باقی ۲
۸۹	۶	خواہ	خواہ
۹۰	۵	وجہ کے	زوجہ کے
۹۵	۳	توپتان	توپوتیاں
〃	۷	مختلف بیٹیونکی	مختلف بیٹوں کی
۹۶	۱۲	عبداللہ بن مسعود	عبداللہ بن مسعودؓ
۹۷	۱۱	بھائی اسطرح	بھائی بہن اسطرح
۹۹	۱۴	بہن عبصہ	بہن عصبہ
۱۰۳	۱۰	دادیون	نانیون
۱۰۹	۱۴	شوہر	زوجہ
〃	۱۵	〃	〃
〃	۲۲	چوتھا حصہ	نصف حصہ
۱۱۱	۶	پوتا	پڑپوتوں
۱۲۲	۱۲	چونکہ پڑداد	چونکہ پڑدادا

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۲۸	۲۳	عربی میں غم	عربی میں عم
۱۳۹	۱۰	مثل حظ	مثلُ حظِّ
〃	۲۳	یعنی نمبر اول	یعنی نمبر الف
۱۴۱	۱۴	دادا فاسدہ	دادا فاسد
۱۴۴	۹	سکو مردوں	اسکو مردون
۱۴۵	۴	دو تین	دو یا تین
۱۴۷	۱۴	نانی کا نانا	دادی کا نانا
۱۵۰	۱	مقدم ہوگا	مقدم ہوگا
۱۵۵	۲۴	حقیقی	علاتی
۱۵۶	۵	محروم ہوا	محروم ہو
〃	۸	مسئلہ	مسئلہ ۴
〃	۱۹	موجود ہوگا	موجود ہوگا تو نمبر ۵ و ۶ میراث کے مستحق ہونگے یعنی جب حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہوگا۔
۱۵۷	۱۲	مسئلہ	مسئلہ ۲
۱۵۸	۲۱	ہوا تھا	ہوا تھا
۱۸۹	۳	دختر	دختر
۱۹۰	۴	عول	عول
۱۹۳	۳	ضرب دینا	ضرب دینا
۱۹۶	۲	دو چار	دو چار
〃	۱۱	حل	حمل
۱۹۸	۱۴	حل نہ سمجھا	حمل نہ سمجھا
〃	۱۸	محروم رہیگا	محروم رہیگا

ملنے کا پتہ :- خواجہ عبد الواحد انتظامی پریس کان پور

مسلمانوں کے لیے قابل زیارت یادگار تحفے
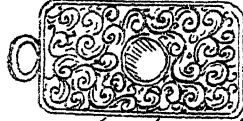
عکسی قرآن شریف

یہ عکسی قرآن شریف ہیں ان کا طول ایک انچہ اور عرض پون انچہ ہے۔ اور موٹائی نصف انچہ ہے۔ پورے تیس پارے صاف حرفوں میں معہ اعراب کے چھپے ہیں لطف یہ کہ مجلد ہیں نقشہ آپ ملاحظہ فرمائیے اس لاکٹ میں قرآن شریف بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے اور لاکٹ میں آتشی گلاس لگا ہوا ہے جس سے اس کلام پاک کی بخوبی تلاوت ہو سکتی ہے۔ لاکٹ میں رکھنے سے اول تو حفاظت دوسرے گھڑی کی چین میں لگائیے یا بچوں کے گلے میں پہنائیے یا جیب میں رکھیئے ہر طرح موزوں ہے ہدیہ دو روپیہ آٹھ آنہ ؏

قرآن مجید تعویذی

یہ پورا کلام مجید تیسوں پارے صرف ایک تختہ کاغذ پر نہایت صاف باریک قلم سے اس واسطے چھپا ہے کہ چاندی کے ڈھولنے وغیرہ میں بند کر کے یا تہ کر کے موم جامہ میں لپیٹ کر بازو یا گلے میں لٹکا دیا جاوے جس سے اہل ایمان کے قلب کو پورے طور سے ہر قسم کے خوف سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بلا بھوت اور جن شیاطین یا دیگر وباؤں سے حفاظت کی امید ہوتی ہے

ہدیہ صرف بارہ آنے ۱۲ار

نامۂ مبارک

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نامۂ مبارک ۶ ہجری میں جو بغرض دعوت اسلام بنام سلطان مقوقش اپنی مہر سے مزین فرما کر مصر میں بھیجا تھا جو کہ دولت عثمانیہ میں مع منجملہ اور تبرکات نبویہ کے ہے اس کی بعینہ نقل ہم نے چھاپی ہے اور خوشنمائی کی غرض سے اسکے ہر چہار طرف طلائی و رنگین بیل وغیرہ سے آراستہ کر کے چوکھٹے دار آئینہ میں لگانے کے قابل کر دیا ہے ضرور منگا کر زیارت کیجئے۔ ہدیہ ۲ار نقشہ مکہ معظمہ نقل فوٹو ۲ار مسجد مدینہ منورہ ۲ار

قرآن شریف ۵ سطری

مع سوانح عمری رسول مقبول صلعم۔ نو خوبیوں والا طول ۱۰ انچہ عرض ۶ ½ انچہ

اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ کم عمر لڑکوں کی تعلیم کے لئے بہت مفید ہے خوشخط اور نہایت صحیح ہدیہ مجلد صرف دو روپیہ ؏

وعظ کہنا سکھانیوالی کتاب مع جدید و کلاں قصص الانبیا

جسمیں واعظین کے لئے تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست اور سات وعظ قرآن و حدیث سے مستند لکھے گئے ہیں اور حالات و کرامات اصحاب رسول کرام و مجتہدین مکرم علاوہ خلفاء راشدین کے ۲۵ اصحاب کرام کا تاریخی حال اور چوتھے وعظ میں ۵۵۳ حدیثیں معہ صحیح ترجمہ لکھی ہیں اور کرامات اولیاء اللہ اور عظام مشائخ لکھی ہیں اور حکایات صلحا اور تمام انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے تفصیلی حالات درج ہیں جن کے پڑھنے سے دین میں پختگی اور مطالعہ سے ایمان میں تازگی ہوتی ہے غرضکہ اسکی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف دو روپیہ ؏

حق السماع گانا سننے کے جواز و عدم جواز کی تحقیق کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱ار

الخطاب المليح یہ رسالہ تحقیق مہدی اور مسیح میں ہے۔ عجیب مشرح و مبسوط کتاب ہے قیمت ۱ار

آئینہ تواریخ فن تاریخ گوئی کیلئے یہ کتاب نہایت مفید کتاب ہے اس سے اتنی مدد ملتی ہے کہ جب چاہیے اس سے پورا مادہ تاریخ کا اور تاریخی نام وغیرہ نکال لیجئے قیمت ۸ار

اصلاح ترجمہ نذیریہ

اس میں مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کے ترجمہ قرآن میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کی تصحیح حضرت مولانا تھانوی نے فرما دی ہے جو صاحب ڈپٹی صاحب کا مترجم قرآن پڑھیں وہ اس رسالہ کو ضرور پڑھیں ۴ار

مناجات مقبول

قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے بہت سی دعائیں جمع کی ہیں اور انہیں دعاؤں کو عمدہ اور دلکش نظم اردو میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے عجب سوز و گداز اور رقت پیدا کرنیوالی مناجات ہے اسکا پڑھنا باعث خیر و برکت اور سبب فلاح دارین ہے ٹائیٹل مطلا دینا کار قیمت صرف ۸ کاغذ گلابی ۱ار

رفع الحجب عن اسامی الكتب یہ بالکل نئی کتاب ہے دنیا کی کل کتب قدیمہ کی کیفیت معہ نام تصنیف سنہ تالیف مضمون کو علیحدہ علیحدہ ردیف وار لکھا ہے ہر کتب خانہ میں رکھنے کے قابل ہے۔ قیمت صرف ۱۲ار

ملنے کا پتہ: خواجہ عبدالواحد انتظامی پریس کانپور